المیزان
یا
چراغ راہ

مؤلف: محمد فتح اللہ گولن

Marfat.com

Marfat.com

میزان 2013
MEN
208313
DATA ENTERED

المیزان یا چراغِ راہ

"ÖLÇÜ VEYA YOLDAKİ IŞIKLAR"

مولف

محمد فتح اللہ گولن

ترکی سے ترجمہ:

کرنل (ریٹائرڈ) مسعود اختر شیخ

HARMONY
PUBLICATIONS

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ ناشر کی تحریری اجازت کے بغیر اس کتاب کا کوئی حصہ کسی شکل میں یا کسی ذریعے سے خواہ وہ الیکٹرانک، میکینیکل بشمول فوٹو کاپی، ریکارڈنگ یا کسی اطلاع کو محفوظ کرنے یا معلومات کے حصول اور اصلاح کی غرض سے دوبارہ شائع نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی منتقل کیا جاسکتا ہے۔

نام کتاب : المیزان یا چراغِ راہ

مصنف : محمد فتح اللہ گولن

ترکی سے ترجمہ : کرنل (ریٹائرڈ) مسعود اختر شیخ

نظر ثانی : شازیہ یعقوب

ناشر : ہارمنی پبلی کیشنز

ہاؤس نمبر 9، مین ڈبل روڈ۔ ایف ٹین ٹو اسلام آباد

فون: 92-051-2212250

فیکس: 92-051-2212186

تعداد : 1000

اشاعت : 2010ء

HARMONY PUBLICATIONS

9, Main Double Road, F-10/2,
Islamabad - Pakistan
Tel: +92-51-2212250, Fax: +92-51-2112186
www.harmonypublications.pk
harmony.publications@gmail.com

Marfat.com

فہرست مضامین

کچھ مصنف کے بارے میں	۱۳
مترجم کے بارے میں	۱۸
مقدمہ	۱۹
ہستی کے اُس پار کا سفر	۲۱
سیّاح کے بارے میں	۲۵
بابِ اوّل "حکمت کے زاویہءِ نگاہ سے" ۲۹ تا	۱۱۶
علم کے بارے میں	۳۱
علم سے متوقع مقاصد	۳۲
علم اور جہالت	۳۵
سوچ کا احترام	۳۷
دین	۳۸
قرآن	۴۱
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	۴۶

Marfat.com

ترقی ۵۵

صنعت وفن ۵۷

ادبیات ۵۹

شعروشاعری ۶۴

حیات اور روح ۶۹

معجزہ اور کرامت ۷۲

خواب ۷۳

عشق ۷۶

عورت ۸۰

فطرت ۸۵

بصیرت ۸۷

حس وشعور ۸۹

حکمت کی شعاعیں رفلسفے کے مطابق ۹۲

حکمت

Marfat.com

حکمت اور فضیلت	۱۱۰
حکمت کے زاویہء نگاہ سے مطبوعات	۱۱۱
حکمت کے زاویہء نگاہ سے محبت	۱۱۲
۔۔۔اور انسان دھوکا کھا گیا	۱۱۳
تاریخ عبرت کے صفحات پر مشتمل ہے	۱۱۳
بڑی بڑی اشیاء کو کندھوں پر اٹھانے والی چھوٹی چھوٹی چیزیں	۱۱۴
وقت کے بارے میں	۱۱۴
لعنتیں/بددعائیں	۱۱۵
مغرب کا دھچکا	۱۱۶
جنّت	۱۱۶

باب دوئم "اِنسان اور اُس کا طرزِ عمل" ۱۱۷ تا ۱۶۴

عبادت	۱۱۹
انسان	۱۲۱
حُرمتِ اِنسان	۱۲۳
جسمانیت اور رُوحانیت کے مابین توازن	۱۲۳
برداشت (تحمل)	۱۲۶
عجز و انکسار	۱۲۸
انسانیت	۱۳۱

Marfat.com

اِنسانیت یا مُروّت	۱۳۳
گناہ اور تلافیِ گناہ	۱۳۶
راز اور راز داری	۱۳۷
بلائے زبان	۱۴۱
وعدہ	۱۴۴
ضبطِ نفس	۱۴۵
عمدہ، بہت عمدہ	۱۴۵
لین دین اور طرزِ عمل	۱۴۶
بلند پایہ احساسات کی عالمگیر حیثیت	۱۴۸
نعمت اور شعورِ نعمت	۱۴۸
ایثار	۱۴۹
توحید اور عشقِ الٰہی	۱۵۰
مشعلِ برزخ	۱۵۱
باطنی دنیا	۱۵۲
نیکی کی سوچ	۱۵۲
دوست اور دوستی	۱۵۳
قیمتی انسان	۱۵۵
سب سے بڑا سرمایہ	۱۵۶

Marfat.com

فانی ہونا	۱۵۶
رونا اور ہنسنا	۱۵۷
خوف اور امید کے بارے میں	۱۵۷
ہر شخص کے لیے دو روز	۱۵۸
روتی ہنستی نسل	۱۵۸
بابرکت عمر والے	۱۵۸
حیاتِ حقیقی	۱۵۹
تنہائی	۱۵۹
یہ ایک گہرائی	۱۵۹
بدی	۱۶۰
ایک قسم کی قلبی بیماریاں	۱۶۰
طمع	۱۶۱
انحراف	۱۶۲
جہالت	۱۶۳
دُنیا کا اصلی چہرہ	۱۶۳
مجرم روحیں	۱۶۴
طفلانہ روحوں والے	۱۶۴

Marfat.com

باب سوئم "اخلاقی... اجتماعی" ۱۶۵ تا ۲۱۰

ملت (قوم) ۱۶۷
نوجوان ۱۶۸
جوانی ۱۷۰
شادی اور گھر بار ۱۷۰
طلاق ۱۷۴
ماں باپ ۱۷۵
بچہ ۱۷۷
بچے کے حقوق ۱۷۹
اخلاق ۱۸۱
فضیلت ۱۸۲
تربیت ۱۸۴
نصیحت ۱۸۸
مشاورت ۱۹۰
حق (سچائی) ۱۹۲
حق اور انصاف ۱۹۲
خیر و شر ۱۹۴

Marfat.com

جمہوریت	۱۹۴
سیاست	۱۹۶
مساجد اوران کے فرائضِ منصبی	۲۰۶
تجارت	۲۰۷
زبان کے بارے میں	۲۰۹
دورخی یا شاطرانہ سوچ	۲۰۹
اچھائی اور عمدگی کا غلبہ	۲۰۹
باب چھارم "حرکت/ اِرتقاء کا تناظر"	۲۱۱ تا ۲۷۶
نکات برائے اتحاد	۲۱۳
بندۂ خدمت گزار	۲۳۰
بندگانِ ارشاد کے لیے	۲۳۱
عظیم ترین انسانوں کا عقیدہ	۲۳۴
فدائین محبت	۲۳۵
مقصد اور وسیلہ	۲۳۶
صلاح مشورہ	۲۳۸
پیش بندی (احتیاط)	۲۳۹
صبر	۲۴۳
خفگی نہیں، برداشت	۲۴۴

Marfat.com

بے ثباتی اور ثبات	۲۴۷
صاحبِ یقین ایک ہی مرتبہ دھوکا کھاتا ہے	۲۵۰
تضادات	۲۵۲
خدمت کا خیال	۲۵۴
ہر سطح کا نمائندہ	۲۵۵
ظاہر اور باطن کی عالمگیر حیثیت	۲۵۵
معیاری روح	۲۵۶
بُلند اِرادے	۲۵۶
پردیسی	۲۵۷
قومی راستہ	۲۵۷
اتفاق کے بارے میں سوچ	۲۵۷
پہلے پلان	۲۵۸
پلان/منصوبہ	۲۵۸
نتیجہ اور انجام	۲۵۹
مُدعی	۲۶۰
وسیلۂ غرض وغایت	۲۶۰
وسیلۂ باطل	۲۶۰
آرام طلبی	۲۶۱

Marfat.com

منصب رمقام کا نشہ	۲۶۴
جب کشیدگی ختم ہو جائے	۲۶۷
معیار کی خرابی	۲۶۷
افراط و تفریط	۲۶۷
بدوانہ تصور	۲۶۸
خودغرضی کا گرداب	۲۶۸
اِس مجموعے کے بارے میں ایک اور مشاہدہ	۲۷۱
ابدیت کی راہ پر	۲۷۲
دُعا	۲۷۵

Marfat.com

Marfat.com

کچھ مصنف کے بارے میں

شیخ محمد فتح اللہ گولن ۱۹۳۸ء میں صوبہ ارض روم کے شہر 'حسن قلعہ' کے ایک گاؤں 'کوروجک' میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ایک دیندار گھرانے میں پرورش پائی۔ آپ کے والد 'رامز آفندی' علمی، ادبی اور دینی لحاظ سے قابلِ احترام شخصیت سمجھے جاتے تھے۔ آپ کی والدہ 'رفیعہ خانم' دینداری اور قوتِ ایمانی کی وجہ سے مشہور تھیں۔ انہوں نے اپنے بیٹے محمد کو چار سال سے بھی کم عمر میں قرآن کی تعلیم دلانے کا خصوصی اہتمام کیا۔ وہ اسے آدھی رات کو بیدار کر کے قرآن کریم سکھایا کرتیں۔

مصنف نے عربی اور فارسی کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ آپ کے والد ماجد کے گھر اس علاقے کے معروف علماء اور صوفیائے کرام کا آنا جانا رہتا تھا جس کی وجہ سے محمد فتح اللہ کو ابتدائے عمر میں ہی بڑے بڑے حضرات کی مجالس سے استفادہ کرنے کا موقع ملا۔

ابتدائی تعلیم

آپ نے ابتدائی تعلیم ایک دینی مدرسہ میں حاصل کی۔ آپ نے دینی علوم کے ساتھ ساتھ روحانی تربیت پر بھی توجہ دی۔ چنانچہ اس سلسلے میں آپ خانقاہ جاتے رہتے تھے۔ آپ نے دینی علوم اپنے علاقے کے ممتاز ترین اساتذہ سے حاصل کئے۔ چنانچہ آپ نے عربی گرامر، بلاغت، فقہ، اصول فقہ اور عقائد کی تعلیم 'عثمان بکتاش' سے حاصل کی، آپ نے روایتی اور فلسفیانہ علوم کو بھی نظرانداز نہیں کیا۔ اپنی تعلیم کے دوران آپ نے 'رسالہ النور' کا مطالعہ کیا۔ اسی دوران طلبۂ نور کی تحریک سے بھی آپ کا تعارف ہوا جس سے آپ بہت متاثر ہوئے۔ یہ تجدید واحیاء کی ایک ہمہ گیر تحریک تھی جس کے بانی وقائد 'رسائل النور' کے مؤلف علامہ بدیع الزمان سعید

Marfat.com

نورسی تھے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے مطالعے میں وسعت اور آپ کی ثقافت میں تنوع پیدا ہوتا گیا۔آپ نے مغربی ومشرقی تہذیب، فکراور فلسفے کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور عصری علوم مثلاً فزکس، کیمیا، فلکیات اور حیاتیات وغیرہ سے بھی واقفیت حاصل کی۔

محمد فتح اللہ سے شیخ محمد فتح اللہ تک

بیس سال کی عمر میں محمد فتح اللہ کی 'ادرنہ' کی جامع مسجد 'اُچ شرفلی' میں بطور امام تقرری ہوئی، جہاں انہوں نے اڑھائی سال زہد اور مجاہدۂ نفس میں گزارے، آپ مسجد میں ہی رہتے اور بغیر ضرورت کے باہر نہ نکلتے۔

آپ نے اپنے دعوتی کام کا آغاز 'ازمیر' شہر کی جامع مسجد 'کستانہ بازاری' سے ملحق 'مدرسة تحفيظ القرآن' سے کیا۔اس کے بعد آپ نے چلتے پھرتے وعظ ونصیحت کا سلسلہ شروع کیا اور 'مغربی اناطولیہ' کے سارے گردونواح کا دورہ کیا، چونکہ دلوں میں پیاس موجود تھی اور روحوں کو ایسے مرشد کی تلاش تھی، جو انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا راستہ دکھائے، اس لیے آپ نے ۱۹۷۰ء میں نوجوانوں کے لیے تربیتی کیمپ لگانے کا سلسلہ شروع کیا، جن میں آپ اپنے خطبات کے ذریعے دلوں کی تربیت کرتے، انہیں گناہوں کی میل سے پاک کرتے اور انہیں اپنے خالق وپروردگار کی یاد دلاتے۔

۱۲ مارچ ۱۹۷۱ء کو اس وقت کی حکومت پر فوجی دباؤ کے نتیجے میں آپ کو اس الزام میں گرفتار کرلیا گیا کہ آپ ایک خفیہ تنظیم کے ذریعے موجودہ معاشرتی، سیاسی اور معاشی نظام تبدیل کرنے اور عوام کے دینی جذبات کو غلط مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔

آپ چھ ماہ قید میں رہے۔اس دوران آپ پر مقدمہ چلتا رہا، لیکن آخرکار آپ باعزت طور پر رہا ہوگئے۔آپ نے اپنے کام کا دوبارہ آغاز کیا۔حکومت نے آپ کو 'ادرمیت' نامی شہر بھیج دیا، جہاں سے آپ 'مانیسا' منتقل ہوگئے۔اس کے بعد آپ صوبہ 'ازمیر' کے شہر 'بورنوفا' چلے آئے، یہاں آپ نے ۱۹۸۰ء تک قیام کیا۔

Marfat.com

اس دوران آپ چلتے پھرتے واعظ کی حیثیت سے ایک ایک شہر کا دورہ کرتے اور مساجد میں لوگوں کو پند و نصیحت کرتے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ علمی، دینی، معاشرتی، فلسفیانہ اور فکری موضوعات پر لیکچر دیتے اور خصوصی سیمینار، مجالس اور اجتماعات کا انتظام کرتے، جن میں آپ لوگوں، خصوصاً نوجوانوں کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے ان سوالات کے جوابات دیتے جن کی وجہ سے وہ دین کے بارے میں شکوک وشبہات کا شکار ہو چکے ہوتے۔ آپ کے جوابات سے لوگوں کی تشفی ہو جاتی، اس لئے لوگ آپ کی طرف رجوع کرتے اور آپ سے راہنمائی لیتے۔

اس جماعت نے کسی مالی یا دنیوی مفاد کی پرواہ کئے بغیر ترکی کے قوانین کی حدود میں رہتے ہوئے مختلف قسم کے مدارس قائم کیے، کتابیں لکھیں اور ریڈیو اور ٹیلی ویژن اسٹیشن قائم کئے۔ سوویت یونین کی شکست وریخت کے بعد اِن اداروں کا دائرہ کار ساری دنیا خصوصاً وسطی ایشیا کی ان ریاستوں تک پھیل گیا، جو ستر سال سے روس کے ملحدانہ اور کمیونسٹ تسلط کا شکار تھیں۔

مکالمہ

شیخ فتح اللہ نے ۱۹۹۰ء کے بعد مختلف جماعتوں، صحافیوں، تعلیم یافتہ طبقوں اور مذاہب وافکار کے درمیان باہمی افہام وتفہیم اور مکالمے کی تحریک کا آغاز کیا۔ اس تحریک کی بنیادی خصوصیت نرمی اور ہر قسم کے تعصب اور کشیدگی سے دوری تھی۔ اس تحریک کے اثرات نہ صرف ترکی میں بلکہ ترکی سے باہر بھی محسوس کئے گئے۔ اس تحریک کے اثرات کا اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پوپ کی دعوت پر شیخ فتح اللہ نے ویٹی کین سٹی میں پوپ سے ملاقات کی، جس میں شیخ فتح اللہ نے اس بات پر زور دیا کہ چونکہ ذرائع ابلاغ کی ترقی کی بدولت ساری دنیا ایک گاؤں بن چکی ہے، اس لیے نزاع اور عداوت پر مبنی کوئی تحریک کسی مثبت نتیجے تک نہیں پہنچ سکتی، لہٰذا دنیا کے تمام دروازے انسان کے لیے کھلے ہونے چاہئیں۔ اسلام کو ایسے انداز سے نہیں پیش کرنا چاہیے، جس سے اس پر دہشت گردی کا لیبل لگے۔ صرف اسلام دشمن عناصر ہی اس طرح کی سوچ رکھ سکتے ہیں، ورنہ اسلام اور دیگر مذاہب کے درمیان تو باہمی تعاون کے وسیع

Marfat.com

امکانات موجود ہیں۔

خدمات

شیخ کی خدمات کا جائزہ درج ذیل نقاط کی صورت میں پیش کیا جاسکتا ہے:

الف: آپ کے خطبات، مواعظ، لیکچرز اور مجالس پر مشتمل ہزاروں کی تعداد میں کیسٹیں موجود ہیں۔

ب: آپ کی طبع شدہ کتب درج ذیل ہیں:

(۱) أسئلة العصر المحيّرة (چار جلدیں)

(۲) الموازين أو أضواء على الطريق

(۳) العصر و الجيل

(٤) الانسان فى تيار الأزمات

(٥) نحو الجنة المفقودة

(٦) صفحة الزمن الذهبية

(٧) أنفاس الربيع

(٨) عند ما نقيم معبد روحنا

(٩) النور الخالد: مفخرة الانسانية محمد ﷺ (دو جلدیں)

(١٠) فى ظلال الايمان

(١١) تلال القلب الزمردية (دو جلدیں)

(١٢) براعم الحقيقة فى جيل الألوان (دو جلدیں)

(١٣) تأملات فى سورة الفا تحة

(١٤) من فصل لفصل (چار جلدیں)

(١٥) المنشور (چار جلدیں)

(١٦) روح الجهاد و حقيقته فى الاسلام

(١٧) الحياة بعد الموت

Marfat.com

(۱۸) القدر فی ضوء الكتاب والسنة

(۱۹) طرق الار شادفی الفكروالحياة

(۲۰) البعد الميتا فيزيقي للوجود (دوجلدیں)

(۲۱) ریشة العازف المكسورة [مجموعہ اشعار] (دوجلدیں)

(۲۲) تربیۃالا طفال

آپ کی بہت سی کتابوں کا ترجمہ انگریزی، جرمن، بلغاری، البانوی، انڈونیشی، روسی اور کوریائی زبانوں میں ہو چکا ہے۔

اردو زبان میں درج ذیل کتابیں ترجمہ ہو چکی ہیں:

۱۔ تقدیر کتاب وسنت کی روشنی میں

۲۔ المیزان یا چراغِ راہ

۳۔ روح جہاد اور اس کی حقیقت

۴۔ اسالیب دعوت اور مبلّغ کے اوصاف

۵۔ اضواءِ قرآن در فلکِ وجدان

۶۔ النورالخالد محمد ﷺ مفخرۃ الانسانیۃ

۷۔ روح کے نغمے اور دل کے غم

۸۔ تخلیق کی حقیقت اور نظریہء ارتقاء

آپ کی بقیہ کتب کا اردو ترجمہ بھی ان شاء اللہ جلد شائع ہو جائے گا۔

چونکہ یہ کتاب مساجد میں دیئے گئے مواعظ اور طلبہ و مریدین کے لیے منعقد کی گئی خصوصی مجالس میں سوالات کے جوابات کا مجموعہ ہے جسے مصنف کے شاگردوں نے تحریر کیا اور مصنف کی رضامندی اور تصحیح کے بعد شائع کیا جا رہا ہے۔ اس لیے بعض مقامات پر اس کے اسلوب اور مضامین پر خطیبانہ انداز کی چھاپ بھی نظر آتی ہے۔

Marfat.com

مترجم کے بارے میں

کرنل (ریٹائرڈ) مسعود اختر شیخ ۱۹۲۸ میں راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔گارڈن کالج راولپنڈی سے بی۔اے (آنرز) کرنے کے بعد فوج میں کمیشن حاصل کی۔فوجی ملازمت کے دوران ہی ترکی زبان سیکھی۔وہ ۱۹۶۳ء سے لے کر اب تک ترکی زبان کے صفِ اوّل کے ترجمان چلے آرہے ہیں۔آپ نے ادب کے توسط سے پاکستان اور ترکی کے درمیان ثقافتی تعلقات کے فروغ کے لیے اپنی زندگی کے پینتالیس برس گزار دیئے ہیں۔آپ نے دوسو سے زیادہ افسانے، نظمیں، ناول اور ڈرامے ترکی زبان سے انگریزی، اردو اور پنجابی میں ترجمہ کرکے پاکستانی قارئین کو ۷۳ مشہور ترک ادیبوں سے متعارف کرایا ہے۔یہ تراجم گزشتہ چار عشروں میں پاکستان کے مؤثر اخبارات اور رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔تراجم پر مشتمل آپ کی پندرہ کتابیں اب تک شائع ہو چکی ہیں۔بدیع الزمان نورسی کی زندگی پر بالتفصیل روشنی ڈالنے والی یہ کتاب آپ کی سولھویں کاوش ہے۔آپ کی تین طبع زاد کتابوں میں سے بھی دو کتابیں ترکی کے بارے میں ہیں۔آپ کی پانچ مجوزہ کتابیں تکمیل کے مختلف مراحل میں ہیں۔مشہور اخبار نیوز انٹرنیشنل میں آپ کے ۵۵۰ سے زائد ہفتہ وار کالم شائع ہو چکے ہیں جن میں سے ساٹھ سے زائد ترکی، ترکی ادب اور ترکی مسائل کے متعلق ہیں۔

کرنل مسعود شیخ کی نمایاں ادبی خدمات کے اعتراف میں صدرِ پاکستان نے انھیں ۱۴ اگست ۲۰۰۶ کو تمغۂ امتیاز کا اعزاز عطا کیا ہے۔

Marfat.com

مقدمہ

بیلی (BAILEY) کے مطابق ''سب سے دراز عمر سب سے زیادہ سوچنے والا ہوتا ہے۔'' اِنہی معنوں کو جیمز ایلن (JAMES ALLEN) یوں بیان کرتا ہے: ''حرکت' سوچ کی کلی کے کھلنے کا نام ہے اور لذت یا رنج والم اِسی کے پھل ہیں۔ یوں انسان اپنے ہی افعال کے تلخ اور میٹھے پھلوں پر زندہ رہتا ہے۔'' ہمارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک گھنٹے کا تفکر سالہا سال کی نفلی عبادت سے بہتر ہے۔ سوچ کی اہمیت کے نقطۂ نظر سے اِس فرمان کی اہمیت بالکل ہی جداگانہ ہے۔

سوچ ایک مضطرب دماغ کی عزیز اولاد ہے۔ ڈیکارٹ (DESCARTES) کا یہ کہنا کہ ''میں سوچتا ہوں اس لیے میں ہوں'' ایک ایسا چٹکلا ہے جس کے مطابق زندگی کا ہدف ہی انسان کے زندہ رہنے کی حکمت اور سبب ہے۔ اگر کوئی خیال ہم سے پہلے کسی اور کے ذہن میں آچکا ہو تو وہ ہماری سوچ کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتا۔ بالکل اسی طرح ہماری سوچ بھی کسی اور کے ذہن میں آنے والی اِسی طرح کی سوچ کے داخلے کی راہ میں حائل نہیں ہوتی۔ لیکن ہم میں سے کوئی شخص بھی ایک ہی خیال کو ہُو بہو کسی دوسرے شخص کے اسلوب میں بیان نہیں کر سکتا۔ اسلوب ایک ایسا طرزِ بیان ہے جو ہر شخص کی اپنی ذات سے منسلک ہوتا ہے۔ یعنی ہر انسان کا اسلوب دوسروں کے اسلوب سے مختلف ہوتا ہے۔ اگر ایک اسلوب کسی دوسرے شخص کی سوچ کو بھی متاثر کرے اور دو افراد کے خیالات بظاہر ایک جیسے دکھائی دیتے ہوں' پھر بھی اُن میں اِس نقطۂ نظر سے کچھ نہ کچھ اختلاف ضرور پایا جائے گا۔

سوچنا ایک صلاحیت ہے جبکہ کسی خیال کو ایک خاص شکل دینا مہارت ہے۔ ''ہستی مختلف رازوں کو خود بخود ہمارے سامنے نہیں لا رکھتی۔ یہ راز اُس وقت ہمارے سامنے آتے ہیں جب ہم سوچ کی راہوں سے گزر چکے ہوتے ہیں۔'' انسان سوچ کے قوانین کو بھی سوچ ہی کے ذریعے

Marfat.com

منکشف کرتا ہے۔ ''علت ۔تاثیر'' کی عالمگیر موزونیت کی عمدہ ترین شکل بھی صرف سوچ ہی میں موجود ہے۔

اگر تفکّر کی خلوت گاہ میں خاموش لیکن نہایت مصروف کارکردگی کی پیدا کردہ تھکان کے بعد سوکھی ہوئی عقل اور منطق الہام کی راہ بند نہ کریں اور نہ ہی مُخیلہ کے پر نکلنے کا راستہ روکیں دوسری طرف اگر الہام اور مُخیلہ بھی حقیقت پسندانہ عقل اور منطق کی چھلنی میں سے گزرنے سے انکار نہ کریں تو سمجھ لیجیئے کہ بس اس مبارک چنگاری نے' جسے سوچ کہتے ہیں' آگ پکڑ لی ہے۔ اس قسم کے خیالات ساری انسانیت کے لیے ایک ایسا اثاثہ ہیں جو کبھی کم نہیں ہوتا۔

سوچ' اِدراک کا ایک سپرنگ کی طرح تیزی سے بلندی کی طرف جانا' شعور کا کلمہءطیّبہ کی حالت اپنانا' دل و دماغ کا باہمی تعاون'' ''مساجدِ کلیم'' کی برکت' رہنمائی اور ہدایت کی قندیل' تجربے کی اٹلس' خوشۂِ تبلیغ' بوسہءِ تلقین' گلدستہءالہام' رازوں کا حوض' مُو ثر علم' آئیڈیل کی ٹیک' انسانی مشن کی ابجد'۔۔۔ یہ ہے اُن پُرنور مندرجات کا خاکہ جو آپ کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی اس کتاب کے وسیلے سے آپ کو پیش کیا جا رہا ہے۔

ہمارا دارالاشاعت اپنے معزز قارئین کی خدمت میں ''المیزان یا چراغِ راہ'' نام کی یہ کتاب ان احساسات اور خیالات کے ساتھ پیش کرنے میں فخر محسوس کرتا ہے کہ وہ اسے سمجھنے کی جدوجہد کو اور اس کتاب کو اپنا ہم سفر بنائے رکھیں گے۔

نیل پبلشرز

Marfat.com

ہستی کے اُس پار کا سفر

اَے تمام ہستیوں سے عظیم تر اللہ!

تشہیر کے لیے نمائش میں تیری طرف سے ہماری راہ پر لگائی گئی اشیاء اور حوادث جن کا مشاہدہ کرنے کے لیے تو نے ہمیں دعوت دی ہے' اور جنہیں تو نے بالکل طبع زاد اور دلکش فن پاروں کی طرح بڑی احتیاط سے لپیٹ رکھا تھا' تیری فنکاری کے ان جمالیاتی فن پاروں کو ہم نے دیکھا ہے۔ اور پھر ہم نے ان آنکھیں چندھیا دینے والی' سر چکرا دینے والی تصاویر میں سے سب سے زیادہ روشن' موزوں ترین' اور آپس میں نہایت متناسب اشیاء اور حوادث کا مشاہدہ بھی کیا ہے۔ جو تیرے پوشیدہ جمال کی تجلیوں کے طور پر ہزاروں رنگوں کو جنبش میں لاتی ہیں اور جنہیں تو نے اپنے فن کاروں کے مجموعے یعنی قدرت کے سینے میں ایک مقام عطا کر رکھا ہے۔ ہم تیرے قلم سے نکلتی آواز میں' اور اُس قلم سے تیری تحریر کر کے ظاہر کی گئی کتاب کے آہنگ میں بھی تجھی کو دیکھ رہے ہیں' تجھی کو محسوس کر رہے ہیں۔ اسی کے وسیلے سے ہماری روحوں کو پر لگ گئے ہیں اور اُڑتے ہوئے ہماری نظریں تیرے اسمائے حُسنیٰ کی روشنی میں کھلنے والے سوراخوں میں سے دکھائی دینے والے تمام نظاموں اور آہنگوں کے زیرِ مشاہدہ تمام رنگوں اور صورتوں کی ہر طرف سنی جانے والی آوازوں اور نغموں میں' ان آوازوں سے پیدا ہونے والے اُس سرچشمے میں اٹک گئی ہیں جہاں سے تمام کورس اور سمفونیاں نکلتی ہیں۔ اور ہمارے دل اُن بلند و بالا عالموں کے اسرار میں گم ہو چکے ہیں جو ہر شے کا سرچشمہ ہیں۔۔۔

ہمارے دل اور ایمان کی آنکھ کے سامنے کھلنے والی اُن الگ الگ کھڑکیوں کے اُس پار کی دنیا میں غوطہ زن ہو کر ہم نے اس بات کی بھی جرأت کی ہے کہ طوبیٰء جنت' جس کا بیج ہمارے دلوں میں بویا جا چکا ہے' اسے درخت کی اصل شکل میں مشاہدہ کریں۔۔۔ اور پھر ہم ایک ایسی

Marfat.com

سیاحت پر نکلنے کے قصوروار ہوئے جو اگلے جہان' بلکہ اُس سے بھی بہت دور تک پھیلی ہوئی بے حد لمبی' بے حد دشوار' لیکن نہایت دلچسپ سیاحت تھی۔ اس سیاحت کے دوران بھی ہم تیرے مقدس بیان کو اپنا راہبر بناتے ہوئے' تیرے اسماءِ حسنیٰ اور صفات کی معلومات سے بھری روشنیوں تلے ابدیت کی طرف جانے والے تمام راستوں کو منور کرنے والے تیرے نور کے بال و پر سے مزیّن ہو کر اُنہی راہوں پر نکل کھڑے ہوئے۔

اُے خوبروؤں کے خوبرو خالقِ اعلیٰ! تو نے ہمیں وجود عطا کیا اور ہمارے دلوں کو وجودیت کی سطح پر پہنچنے کے بے انتہا ذوق سے نوازا۔ تو ہی ہے جس نے معظم کائناتوں کو ایک کتاب کی طرح ہمارے سامنے کھول کر پھیلا دیا ہے۔ تو ہی ہے جس نے اُن کے بھیدوں سے ہمارے وجدانوں کو آگاہ کر دیا ہے' اور تو ہی ہے جس نے ہمارے وجدانوں کو اُس ملک کا ساحل بنا دیا ہے جہاں لاہوتی بھید موجوں کی شکل میں آکر ٹکراتے ہیں! اگر تو ہمیں صفحۂ ہستی پر نہ لاتا تو ہم صفحۂ ہستی پر نہیں آسکتے تھے۔ اگر تو ان عظیم الشان کائناتوں کو ایک کتاب کی طرح ہمارے سامنے کھول کر نہ رکھ دیتا اور پھر اپنے عظیم رئیس المراسم اور مدّاحوں کے ذریعے اس کی تشریح نہ کر دیتا تو ہم تیری ہستی سے بے خبر' تیرے دل کی وسعتوں تک پہنچنے سے محروم جاہلوں کے گروہ کی طرح برباد ہو کر ختم ہو جاتے۔ اگر تو ہم پر کرم کرتے ہوئے ہمارے قد و قامت کے حساب سے اپنے آپ کو بیان نہ کرتا' بیرونی دنیاؤں اور ہمارے درمیان ارتباط قائم کر کے اپنی ذاتِ اُلوھیت کے نام پر ان اشیاء کو جنہیں ہم جانتے ہیں اور اُنہیں جنہیں ہم آئندہ جان لیں گے' گریبانوں سے پکڑ کر ایک شکل عطا کر کے اُنہیں صحیح استقامت میں ڈالنے والے' علم کو علم اور معرفت کو معرفت بنانے والے' اُس سب سے پہلے تصدیق کنندہ کو ہماری روحوں میں مقام عطا نہ کرتا تو پھر ہم کہاں سے تجھے اور اِنہیں جان سکتے تھے اور تیری راہوں کے بارے میں ہماری حیرت کہاں سے آسکتی تھی؟۔۔۔

ہم تیرے در کے غلام ہیں جن کی گردنوں میں تیری غلامی کے طوق پڑے ہوئے ہیں۔

٩٧٩٨٣

Marfat.com

ہمارے وجدانوں پر منعکس ہوتی رہنے والی چمک بھی تیری ہی ہستی کی ضیاء ہے۔ ہم جن اشیاء کے مالک ہیں وہ سب تیری ہی دین ہیں' تیری ہی عطا کی ہوئی ہیں ہم اس بات کا ایک مرتبہ پھر اعلان کرتے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ ہم تیرے در کے آزادی قبول نہ کرنے والے غلام ہیں اور اس سلسلے میں ہم اپنے عہد و پیان کو پھر سے تازہ کرنے کے خواہشمند ہیں۔

اے ذکر و فکر کرنے والی روحوں کو اطمینان بخشنے والے سلطان القلوب! تو نے جو باتیں ہمیں سکھائی ہیں اور جن کا احساس ہماری روحوں کو دلایا ہے' اُن باتوں کو' جن لوگوں کے دل ہمارے دلوں کی طرح مُردہ اور دربدر ہو چکے ہیں اُن تک پہنچانے کے لیے ہم تیری ہستی کے دیدار کی جانب کھلنے والی کھڑکیوں اور تیرے حضور کی بلندی تک پہنچانے والی راہوں کی تلاش اور تصدیق کی کوشش میں مصروف رہے ہیں۔ اس کام کے لیے ہم جا بجا اشیاء اور حوادث کی الماریوں میں داخل ہو کر اور بعض اوقات اپنی خودی کے پاس واپس جا کر وقوع پذیر ہونے والے واقعات اور اشیاء کی کھوج لگانے کا طریقہ استعمال کرتے رہے ہیں۔ ہماری خواہش تھی کہ تیرے ساتھ ہونے والی ہماری ملاقات کے مبارک دن کا حال محتاج دلوں کو سناتے لیکن ہم اُن بلند حقیقتوں سے منسلک نہ رہ سکے جن کی تصویر خالص ترین اور صاف ستھرے طرز بیان نے ہم پر نقش کر رکھی تھی۔ بنجر رہ جانے والی کچھ ناپختہ روحوں کو جو اس دنیا کی ظاہری خوبصورتیوں کے جال میں پھنس چکی تھیں' بعض باتیں بتانے کے خیال سے غیر مادی قدسی دیواروں کو ہلا ہلا کر مادی اور غیر مادی دونوں کی تعریفوں کے نعرے لگاتے رہے۔ شاید کہ ہم سب سے عیاں حقیقتوں کو اصل وفاداری کے ساتھ پیش نہ کرنے پر جرائم کے مرتکب ہو گئے ہوں' کہ یوں ہم نے اپنی ہی ہوا و حوس کی خدمت کر ڈالی ہو گی۔۔۔! اگر ہم نے غلطی کی ہے تو تیری طرف آنے کے دوران اور دوسروں کو تیری راہ دکھانے کی کوشش میں کی ہے۔ اگر ہم سے کوئی قصور سرزد ہوا ہے تو وہ بھی تیری راہ پر چلتے ہوئے ہوا ہے۔ خطا ہمیشہ خطا اور قصور بھی ہمیشہ قصور ہی ہوتا ہے۔ ہمارے دل کانپ رہے ہیں' ہماری روحیں جھک کر دوہری ہو رہی ہیں' ہماری گردنوں میں طوق پڑے ہوئے ہیں' ہم ہزار جان سے تیرے حکم کے منتظر ہیں۔ یہ کہتے ہوئے بھی ہمیں معلوم ہے کہ تیری لامتناہی رحمت ہمیشہ

Marfat.com

تیرا غضب نازل ہونے سے پہلے ہوتی ہے۔ تیرے در کے غلام جو تیری نوازشوں کو سمجھ چکے ہیں وہ یقیناً جانتے ہیں کہ سرزد ہونے والا قصور تیری شان کو زیب دیتا ہے یا نہیں، لیکن برائے کرم ہمیں یہ کہنے کی اجازت دے دو کہ تیری عفو تجھے بہت زیب دیتی ہے!

جی ہاں، میرے سلطان: ''سلطان کو سلطانی اُتنی ہی زیب دیتی ہے جتنی کہ گداگر کو گداگری''

اگر اب تُو ہمیں معاف کر دے تو ہم اپنی اگلے جہان کی سیاحت کی حقیقت کو سینوں کے مخصوص ترین مقام تک محفوظ کرتے ہوئے ایک بار پھر نئے سرے سے تیری اس کائنات کی کتاب کے صفحات کو اُلٹ پلٹ کر ایک نئی سیاحت کی غرض سے لمبے لمبے مطالعے میں کھو جائیں۔ ہم تیرا بیان کرنے والے دلالوں کو سننے اور تیرے متعلق نغمے سن سن کر آپے سے باہر ہو جانے کے خواہشمند ہیں۔ تیری محفل تک پہنچنے کے مشتاق، محتاج اور در بدر انسانوں کو بال و پر عطا کر کے اُنہیں اپنے وصال کے ذریعے دلشاد کر دے!۔۔۔

Marfat.com

سیّاح کے بارے میں

انسان ایک سیاح ہے جبکہ کائناتیں اُس کے مطالعے کے لیے پیش کی گئی رنگا رنگ نمائیشیں ہیں، بیش قیمت رنگین کتابیں ہیں۔ انسان اس جہان میں اِس مقصد کے لیے بھیجا گیا ہے کہ وہ ان کتابوں کو پڑھے، اپنے علم میں اضافہ کرے، اور انسانیت کی بلندی پر پہنچ جائے۔ یہ رنگین اور لطف انگیز سیاحت ہر انسان کو صرف ایک بار نصیب ہوتی ہے۔۔۔ اور میرا خیال ہے کہ جن لوگوں کے احساسات ہوشیار اور دل چوکنے ہوتے ہیں ان کے لیے یہ اکلوتی سیاحت باغاتِ اِرم جیسی جنّتیں بنانے کے لیے کافی سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور جو لوگ آنکھوں پر پٹی باندھ کر زندگی گزار دیتے ہیں وہ ہر شے کے باوجود ایسے ہوتے ہیں جیسے دنیا میں صرف ایک سانس لینے کی خاطر آئے ہوں، یعنی ان کا دنیا میں آنا اور واپس چلے جانا بیک وقت ہو جاتا ہے۔

جو لوگ قدرت اور حیات کے بارے میں زیادہ سے زیادہ گہری سوچ میں مصروف رہتے ہیں اور اِن کی قدر جاننے کی کوشش کرتے رہتے ہیں وہ پھولوں کے بھڑ کیلے رنگوں سے لے کر درختوں کی لہلہاتی ڈالیوں تک، آسمانی بجلیوں کی دہلا دینے والی گڑگڑاہٹ سے پرندوں اور ان کے بچوں کے پُر آہنگ نغموں تک ہر شے میں لامتناہی خوبصورتی کے جلووں کا نظارہ کرتے ہیں اور ہر آواز میں قدرتِ لامتناہی کے تقدّس کا ذکر سنتے ہیں، عشق، حرارت، جاذبیت، کیمیائی تعلق اور جانداروں کے نظم و نسق کے قوانین اور حوادث میں الٰہی تجلیوں کے نشان اور اشارے مشاہدہ کرتے ہیں۔ روح جب تک مادی عالم کے پُر شور اور ہنگامہ خیز ماحول سے دور نکل کر عالمِ وحدت کی گہرائیوں میں ڈوبی رہتی ہے تب تک خالقِ اعظم کی کائنات میں ظہور پزیر ہونے والی شاندار تجلیوں کا نظارہ کرتے کرتے آپے سے باہر ہوئی رہتی ہے۔ اپنے احساسات میں یوں وصالِ الٰہی تک پہنچ جانے، اور خود کو دائمی وجد اور استغراق کی لہروں کے مد و جزر کے حوالے کر دینے

Marfat.com

کی وجہ سے درج ذیل حقیقتیں اللہ تعالیٰ کی انسان کو مسحور کر دینے والی دائمی خوبصورتیوں کے عکس نہیں تو پھر کیا ہیں؟

سمندروں کا اپنی گہرائیوں سے بھی نیچے ابلنا اور اس کے ولولے' تنہا جنگلات کا خاموش منظر' بادلوں کے ساتھ قد کا مقابلہ کرنے وال معظم چوٹیاں اور اُن کا باوقار انداز' گہری سبز ڈھلانوں کے نچلے کناروں میں کھیلتے شام کے سائے' اور ساری زمین پر پھیلے ہوئے وہ جادو اثر ساخت والے باغات سے نکل کر اِرد گرد کے سارے ماحول کو مست کر دینے والی قسم قسم کی خوشبوئیں' گرمیوں کی شاموں کو چلنے والی ہواؤں سے کھیلنے والے ننھے ننھے پھول اور پھولوں کے لیے تخت بنا کر ماحول سے غمزے کرنے والی شبنم۔

ہمارا اللہ تعالیٰ کو جاننا یا نہ جاننا کیا معنی رکھتا ہے: جب ہر آواز اُس کا نغمہ اور ہر شے اُس کی طرف سے بھیجا گیا ایک مکتب ہے تو پھر۔۔۔؟ جرمن حکیم اور شاعر گوئٹے کہتا ہے: ''ہم اپنی روح میں بھی اور فطرت میں بھی اللہ کی ہستی کو پاتے ہیں۔ ہمارے اُس کی حقیقت کو نہ جاننے کی کیا اہمیت ہے؟ جی ہاں! ہم اللہ کی حقیقت کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟ اللہ کے بارے میں ہمارے محدود اور تنگ خیالات سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ اگر میں اُسے اُس کے سینکڑوں ناموں اور بے شمار صفات سے یاد کروں تو پھر بھی حقیقت سے بہت پیچھے ہوں گا۔ کیونکہ جسے ہم اُلوھیت کا نام دیتے ہیں وہ اعلیٰ ہستی صرف انسان میں نہیں' دنیا کے چھوٹے بڑے تمام حوادث میں' فطرت کے بیش قیمت اور طاقتور سینے میں ہر شکل میں بھی تجلی پذیر ہے۔ کیا ایک ایسی ذاتِ اکمل کے بارے میں بشری اوصاف کے ذریعے تعمیر کیا گیا تخیل کافی اور جامع ہو سکتا ہے؟'' یہ کہتے ہوئے گوئٹے اُس ''موجود و مجہول'' ذات کی طرف توجہ مبذول کراتا ہے جو اپنی نشانیوں کے ذریعے اپنے آپ کو ظاہر کرتی ہے مگر بذاتِ خود دنیاوی زندگی میں نظر نہیں آتی۔

وہ ذاتِ عالی جو ہماری آنکھوں سے پنہاں ہے اور اپنے آپ کو اپنی نشانیوں کے ذریعے ہم سے شناسا کرانا چاہتی ہے' اس کی تلاش میں ہم بھی سیاحوں اور سیاحتوں کے بارے

Marfat.com

میں سوچتے ہیں۔ ہمیشہ اُس کی راہ پر چلتے رہنے' اُس تک پہنچنے والے دروازوں کی دہلیزیں گھساتے گھساتے اُس کی کبھی ختم نہ ہونے والی راہ پر چلتے نظر آتے ہیں۔ سارا جہان چلتے چلتے رک جائے پھر بھی ہم اُس کے گیتوں سے اپنے اِرد گرد کے لوگوں میں جوش وخروش پیدا کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ جوش وخروش کیوں نہ پیدا کریں' کہ ہم سب اور ہر چیز کا وجود ہی اِس لیے ہے کہ اُسے پہچانیں اور اُسی کی شناخت کروائیں۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر کوئی اور بڑا فرض ہمارے ذمے نہیں ہے۔ ہم سب اُسی کی ہستی کے سائے ہیں۔ اور وہ ذات ہر چیز کا منبع ہے جس کی طرف ہر شے رجوع کرتی ہے۔

وہ جس کی رضا سے زمین سے پانی نکلتا ہے اور فیاضی سے چشمے پھوٹتے ہیں' جس نے سورج کے گرد روشنی کا کمر بند باندھا ہوا ہے اور زمین کو بیک وقت ہزاروں قسم کے لباسوں میں ملبوس کر رکھا ہے' یہ اسی کی ذات ہے۔ آسمانوں' زمین اور وسیع وعریض سمندروں کا وجود اسی کے دم سے ہے' بادل سمندروں کی نگاہوں سے اُسی کا دیدار کر رہے ہیں اور سمندر بھی بادلوں کی زبان میں اُسی کا ذکر کر رہے ہیں۔ زمین کے پیٹ کو ہزار ہا قسم کے دکھوں اور مصیبتوں سے اُسی نے بھر رکھا ہے۔ مرجانوں کے جگر کو سرخ خون میں رنگنے والا بھی وہی ہے۔ سورج اُسی کے در کے غلام ہیں' دنیائیں بھی اپنی گردنوں میں اُسی آقا کے طوق پہنے اُسی کی غلام ہیں۔

اے خالقِ اعظم! دنیا کے تمام ممالک اور سلطنتیں تیرے پرچم تلے تیرے آگے گردنیں جھکائے ہوئے ہیں اور سارے سلطان تیرے در پر تیری غلامی میں حاضر ہیں! ہر شے تیری طرف دوڑتی ہے' تجھی سے اپنی ہستی کا سوال کرتی ہے۔ اور تُو تو اپنی ہستی کا خود ہی خالق ہے! امانت کے طور پر آنے والی ہستیاں وجود میں آتی ہیں' ایک خاص شکل اختیار کرتی ہیں' اور پھر بجھ کر غائب ہو جاتی ہیں۔ مگر تُو! تُو ان سب مرحلوں سے بری ہے' آزاد ہے۔ تُو واحد ہے' تیرا کوئی ثانی نہیں ہے۔ تُو ضرورتمند نہیں ہے! تمام موجودات تیری وحدت سے مدد کی امید کرتی ہیں۔

تیری وحدت صحرا میں بھٹکتے لوگوں کے لیے کوثر ہے' جنت ہے۔ یہ جگہیں تیرے ہی حکم سے اپنے اپنے مقام پر کھڑی ہیں۔۔۔ قبہء فلک تیری ہی قدرت اور ارادے سے اپنے

Marfat.com

نظامِ حیات کی حفاظت کرتا ہے۔ اگر ان تمام چیزوں کا انحصار تجھ پر نہ ہوتا تو ستارے دھاگہ ٹوٹی ہوئی تسبیح کے دانوں کی طرح کائنات کے سینے میں بکھر کر غائب ہو جاتے اور کوئی اُنہیں روک نہ سکتا۔

ہم سب کا خوشیوں سے ہمکنار ہونا تیرے ہی دَم سے ہے۔ تجھے جان کر ہم حقیقی مسرت کے معنی جان گئے ہیں۔ وہ مسرت جو تجھ پر منحصر نہیں اور تیری طرف سے عطا نہیں کی جاتی ہم اس سے بچتے ہیں اور جس مسرت کے باعث ہم تجھے بھول جائیں اُس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ جی ہاں! ہر وہ شے جو تیرا ذکر نہیں کرتی ہمیں اس کے سامنے خاموش رہنا چاہیے اور ناراضگی اختیار کرنی چاہیے اور تجھے یاد نہ کرنے والوں کو بھول جانا چاہیے۔

اے رحمتِ لامتناہی والے خالقِ عظیم! ہم تیرے در کے غلام' اور اسی حیثیت سے دنیا اور عقبیٰ سے گزر جانے کا ارادہ کیئے ہوئے یہ صادق بندے' آج تک کسی کے آگے سربسجود ہو کر اس کے غلام نہیں بنے۔ آج تک ہم نے اپنا دکھ درد تیرے سوا کسی اور کے آگے نہیں کھولا۔ اگر کھولا بھی ہو تو ہزار بار توبہ کرتے ہوئے تیری درگاہ میں پناہ لی ہے۔ تُو اس در سے جدا نہ ہونے والوں کے پیمانے اپنی محبت سے بھر دے اور اُن لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹیں پیدا کر دے جن کے ہونٹ صدیوں سے تبسم سے ہمکنار نہیں ہوئے۔

اے مایوس بندوں کی امید و سکون! اے غریبوں کے مالک! اَے چارہ گرِ بے چارگان! اپنے لاچار بندوں کے لیے کوئی پردہ ہٹا دے' اُن کی بھوک رفع کر دے اور ان کے دردوں کا درماں بن جا!۔۔۔ہم نے چاہا تھا کہ تصویروں کے ذریعے' شکلوں کی مدد سے تجھے بیان کر کے دوسرے لوگوں سے تیری ان خوبصورتیوں کا ذکر بھی کرتے جو ہمارے وجدانوں نے محسوس کی ہیں۔ اگر یوں ہم ناقابلِ فہم علوی حقیقتوں کے ساتھ انصاف نہ کر سکے ہوں تو پھر تجھ سے معافی کے خواستگار ہیں اور چاہتے ہیں کہ تُو ہمیں بخش دے۔

Marfat.com

بابِ اوّل

حکمت کے زاویۂ نگاہ سے

Marfat.com

Marfat.com

علم کے بارے میں

اس ڈر سے کہ مثبت علوم الحاد کی طرف لے جائیں گے' ان علوم سے دور رہنا بچپنا ہے۔ ان علوم کو سوفی صد دین اور ایمان کی ضد کے طور پر دیکھتے ہوئے ان کی تعلیم سے انکار کا وسیلہ بنانا پیشگی فیصلہ صادر کرنے کے برابر ہے اور یہ رویہ جہالت ہے۔

* * * * *

علوم ہماری فلاح کی گارنٹی دے کر ہمیں جتنا انسانیت کی بلندی تک پہنچاتے ہیں۔ اُتنے ہی ہمارے لیے مفید ثابت ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس جو علم اور ٹیکنالوجی عمر بھر بنی آدم کو ڈراؤنے خواب دکھاتی رہتی ہے۔ وہ ایک جادو ہے۔ ایک شیطان ہے جو ہمارا راستہ روک دیتا ہے۔

* * * * *

موجودہ صدی کی ابتداء میں علم کو خدائی کا درجہ دے کر ہر شے کو اُس پر قربان کر دینے والے بعض تنگ نظر مادہ پرستوں کے مقابلے میں' اس دور کے بین الاقوامی علماء کا کہنا ہے کہ "بے دین علم اندھا ہوتا ہے اور بے علم دین لنگڑا ہوتا ہے" یوں ایک صدی پر محیط ہیبت ناک ہذیان کو نہایت لطیف طریقے سے نشانہ بنایا گیا ہے۔ نہ جانے اگر وہ لوگ آج ہمارے زمانے کے ان علماء کو دیکھتے جو اندھے بھی ہیں اور لنگڑے بھی تو اس سلسلے میں کیا کہتے! یعنی نہ تعلیم ہے نہ دین کا علم۔

* * * * *

یہ دعویٰ کرنا جہالت اور تعصب کی علامت ہے کہ مثبت علوم میں کچھ بھی نہیں ہے۔ ان علوم کے علاوہ دوسری ہر شے کو رد کر دینا بھی جاہلانہ تعصب ہے۔ ہر نئے حاصل کردہ علم کی روشنی میں اس بات کا احساس ہو جانا اور اسے قبول کر لینا کہ ابھی ڈھیروں چیزوں کے بارے میں ہم کچھ بھی نہیں جانتے' ایک صحیح علمی ذہنیت اور سوچ کی جہت ہے۔

Marfat.com

علم اور ٹیکنالوجی انسان کی خدمت میں حاضر ہیں۔ ان سے ڈرنے کا کوئی سنجیدہ سبب موجود نہیں ہے۔ علمیت اور علم کی رُو سے ایک نئی دنیا کی بنیاد رکھنے میں بھی کوئی خطرہ نہیں ہے۔ خطرہ صرف جہالت میں، لاعلمی میں اور اپنی ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے سے گریز کرنے میں ہے۔

* * * * *

علم سے متوقع مقاصد

انسان کی اولاد کے لیے اصل زندگی علم و عرفان سے ہی ممکن ہوتی ہے۔ چنانچہ جو لوگ پڑھنے پڑھانے کو نظر انداز کر دیتے ہیں وہ اگر زندہ بھی ہوں تو مُردہ گنے جاتے ہیں۔ کیونکہ انسان کی تخلیق کا اہم ترین مقصد مشاہدے کے ذریعے علم حاصل کرنے اور جو کچھ خود سیکھا ہے وہ دوسروں کو سکھانے پر مشتمل ہے۔

* * * * *

کسی شخص کے بنائے گئے منصوبے اور عین نشانے پر بیٹھنے والے فیصلوں کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ تیار کردہ منصوبے اور فیصلوں کا عقل اور منطق کے ساتھ کتنا گہرا رشتہ ہے۔ جہاں تک عقل اور منطق کا تعلق ہے تو وہ بھی علم و عرفان کے ساتھ اُسی نسبت سے پنپتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علم و عرفان کی غیر موجودگی میں عقل غلام ہوتی ہے اور منطق گمراہ کن۔ ایسے میں کیے گئے فیصلے کبھی بھی نشانے پر نہیں بیٹھتے۔

* * * * *

ایک انسان کی انسانیت اس بات سے عیاں ہو جاتی ہے کہ وہ خود سیکھ کر دوسروں کو کس حد تک سکھاتا اور اُن کے ذہنوں کو کس حد تک روشن کرتا ہے۔ جو شخص یہ نہیں سوچتا کہ وہ جو کچھ نہیں جانتا اُسے کوشش کر کے جان لے، اور وہ شخص جو سیکھے ہوئے علم سے اپنی تعمیرِ نو نہیں کرتا، اور دوسروں کے لیے خود کو مثال نہیں بناتا، وہ صورت سے انسان دکھائی دے تو دے سیرت کے نقطہ

Marfat.com

نظر سے ہمیں شک میں ڈال دیتا ہے!

* * * * *

جن چیزوں کے بارے میں ہم خود علم حاصل کریں اور پھر دوسروں کو سکھائیں وہ انسان کی ماہیت اور کائنات کے بھیدوں کے انکشاف کی طرف مائل ہونی چاہئیں۔ وہ علم علم نہیں ہوتا جو خودی کے بھیدوں پر اور تخلیق کے بارے میں ابھی تک تاریکی میں ڈوبے نکات پر روشنی نہیں ڈالتا اور جو گرہیں ابھی تک کھل نہیں سکیں اُنہیں کھول نہیں سکتا۔

* * * * *

علم و عرفان کے ذریعے حاصل شدہ عہدے اور حصے دوسرے طریقوں سے حاصل کردہ مقام کے مقابلے میں زیادہ بلند ہوتے ہیں اور زیادہ دیرپا بھی۔ کیونکہ علم، صاحبِ علم کو دنیا کی برائیوں سے دور رکھتا ہے اور اُسے صاحبِ فضیلت بناتا ہے۔ اُس کے دل میں اپنے لیے دوسری دنیا میں جس مقام کا تصور ہوتا ہے اُس مقام سے کہیں بلند مقام عطا کر کے اُسے خوش کر دیتا ہے۔ یہ سب کچھ علم و عرفان ہی کے بل بوتے پر ہوتا ہے۔

* * * * *

ہر ماں باپ کو چاہیے کہ پیشتر اس کے کہ ان کے بچوں کے دماغ غیر ضروری چیزوں سے بھر جائیں اُنہیں ہر حالت میں علم اور عرفان سے بھر دیں۔ کیونکہ خالی دل اور معرفت سے محروم روحیں واقعی ہر قسم کے برے خیالات کے بیج چھڑکنے اور ان کی پودوں کی طرح افزائش کے لیے نہایت موزوں کھیتوں کی طرح ہوتی ہیں۔ ان کھیتوں میں جو بیج پہلے ڈال دیا جائے گا کٹائی بھی اُسی بیج کی فصل کی ہوگی۔

* * * * *

علم سیکھنے کا مقصد یہ ہے کہ دائرہ علم ابنِ آدم کا مرشد اور رہبر بنے اور علم سے حاصل کردہ چیزوں کے ذریعے انسانی کمالات کی جانب لے جانے والی راہیں منور ہوں۔ چنانچہ وہ علوم جو روح کے حوالے نہیں کیے جاتے وہ اپنے مالک کی پیٹھ کا بوجھ ہوتے ہیں۔ اس طرح وہ معرفت جو

Marfat.com

انسان کا رخ علوی اہداف کی طرف نہیں موڑتی وہ محض دل اور سوچ کے حمال کا کام کرتی ہے۔

علم علم کو جاننے کا نام ہے۔

علم اپنے آپ کو جاننے کا نام ہے۔

اگر تو خود کو بھی نہیں جانتا

تو پھر یہ علم کس قسم کا ہے! (یونس ایمرے)

* * * * *

وہ علم جس کا ہدف اور مقصد معلوم ہو' اپنے مالک کے لیے ابدی برکت کا ایک وسیلہ اور ایک لازوال خزانہ ہے۔ اس خزانے کے مالک جب تک زندہ رہتے ہیں بلکہ اس کے بعد بھی' ایک میٹھے پانی کے چشمے کی طرح ہمیشہ زیارت' مرکز اور وسیلۂ خیر بنے رہتے ہیں۔ اس کے برعکس دلوں میں شبہات اور تردد پیدا کرنے والے' روحوں کے چہروں کو سیاہ کرنے والے' وہ جن کے خالی خولی مفروضوں کا ہدف بھی مجہول ہو' وہ سب لوگ یوں ہیں جیسے ناامید بھٹکتی روحوں کے گرد اُڑتے رہنے کے بعد رک جانے والا گندگی کا ڈھیر یا روحوں کو پھانسنے کا پھندا۔

* * * * *

علم اور سائنس کی کئی شاخیں ہیں۔ اور ہر شاخ جن مختلف مضامین پر مشتمل ہوتی ہے وہ اگرچہ تقریباً ہر انسان کے لیے مفید ہوتے ہیں لیکن انسان کی عمر اور اس کے وسائل محدود ہونے کے باعث ان سب مضامین کی تعلیم حاصل کر کے ان سے استفادہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس اعتبار سے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اُن مضامین کی قدر و قیمت کا حساب لگائے جو اُس کے اپنے لیے اور اُس کی قوم کے لیے ضروری ہیں' اور غیر ضروری مضامین پر اپنی عمر خواہ مخواہ ضائع نہ کرے۔

* * * * *

اگر ایک حقیقی صاحبِ علم اپنے کام اور تحقیقات کو اپنے تجربے کی بنا پر' سب سے درست خبروں اور سب سے کم گمراہ کن بیانوں کی روشنی میں تیار کر کے آگے بڑھاتا جائے تو اُس کا دل ہر

Marfat.com

وقت پرسکون اوراس کا کام آسان رہے گا۔ وہ بے چاری روحیں جو علم کے صحیح سرچشموں سے محروم ہوتی ہیں وہ لگاتار اپنی راہ اور سمت بدلتی رہیں گی، کسی طرح بھی خام خیالی سے چھٹکارا نہیں پا سکیں گی۔ اِس لئے ہر وقت آہ و بکا کرتے کرتے پریشانی اور بددلی میں ہی کراہتی رہیں گی۔

* * * * *

ہر شخص کی قدر و قیمت کا انحصار اس کی حاصل کردہ تعلیم پر اور اس بات پر ہوتا ہے کہ اس کی تعلیم میں کون کون سے مضامین شامل تھے اور ان مضامین میں وہ کتنے پانی میں ہے۔ جو شخص اپنے علم کو محض چرچے کے ایک عنصر کی طرح استعمال کرتا ہے اُس کی قدر و قیمت بھی اتنی ہی کم ہوتی ہے۔ اور وہ جو اپنے علم کو اشیاء اور حوادث کی پہچان کے لیے ایک منشورِ مثلثی (Prism) کے طور پر استعمال کر کے، مکان کے سب سے زیادہ اندھیرے گوشوں تک اُس کی روشنی پہنچاتے ہیں، اور جو اپنے علم و عرفان کی مدد سے پر لگا کر مابعدالطبیعات کی حقیقتوں سے روشناس ہو جاتے ہیں اُن کی قدر و قیمت بھی اس کے مطابق زیادہ ہوتی ہے۔

* * * * *

علم اور جہالت

علوم کی کتابوں میں نشان لگا کر اُنہیں کھنگالتے رہنا موجود اشیاء کے بیان کو دہراتے رہنے کے نقطۂ نظر سے تو مفید ہو سکتا ہے مگر جہاں تک الہام اور اُس سے نتائج اخذ کرنے کا تعلق ہے یہ سلسلہ بالکل مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔ اِس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ ایسا کرنے کے ہزاروں نقصان ہیں۔

* * * * *

علم ہدایت کے لیے ایک اہم رہبر ہے، بالخصوص وہ علم جو وحی پر منحصر ہو اور وحی سے ہی پھلا پھولا ہو۔ ایسا علم ارض و سما کو پھلانگنے کی حدود تک پہنچ جاتا ہے اور اسے خاص وقعت حاصل ہو

Marfat.com

جاتی ہے۔

* * * * *

موجودہ زمانے میں مُوجد اور محقق تربیت کے ذریعے نہیں تیار کیئے جاتے۔ اب ایسے لوگ نقل کے ذریعے تیار ہو جاتے ہیں۔ اب ایسی روحوں کی ضرورت ہے جو کسی حد تک ہر چیز کو بدلنے کے قابل ہوں' جو ہر شے سے بغاوت کر سکتی ہوں۔ اب ہر چیز بدل جانے کو ہے۔ کتاب' مکتب' دروازے' قطاریں سبھی کچھ۔ اب ہر شے کی ابتداء تنقید سے کی جانے کی بنیاد رکھی جا چکی ہے۔

* * * * *

جہالت بدترین دوست ہے۔ سب سے وفادار ہمراہی علم ہے۔

* * * * *

علم اور حلم اکٹھے ہو جائیں تو علم سر چکرا دینے والی گہرائیوں تک جا پہنچتا ہے۔

* * * * *

جاہل کو غصہ آئے تو وہ چیختا چلاتا ہے۔ عقلمند کو غصہ آجائے تو وہ اُن اشیاء کے بارے میں اپنا منصوبہ بناتا ہے جو اس کام کے لیے لازم ہوتی ہیں۔

* * * * *

فضیلت کا انحصار تین چیزوں پر ہے: علم' حلم' (نرم مزاجی) اور عبادت۔

* * * * *

اگر علم عمل کا منبع نہیں بن سکتا تو اس کے مقدر میں خشک ہو جانا ہی لکھا گیا ہے۔

* * * * *

علمی انکشافات کے لیے رہبری کرنے کے لیے ایک ضرورت نہایت خوردبین پیشرو ہے۔

* * * * *

Marfat.com

سمجھنا اور بات ہے اور جاننا کچھ اور۔ ہزار چیزوں کو جاننے سے ایک چیز کو سمجھنا بہتر ہے۔

* * * * *

اپنے آپ کو "میں نہیں جانتا" کہنے کی عادت ڈالو۔ تاکہ تمہیں کبھی بھی "میں نہیں جانتا" کہنے کی شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔۔۔!

* * * * *

مختلف قسم کے مقابلوں کی طرح اگر غربت کا بھی مقابلہ کرایا جا سکتا تو جہالت اس مقابلے میں ضرور بادشاہ بن جاتی۔

* * * * *

سوچ کا احترام

ہر شے پر تنقید کرنا، ہر بات پر اعتراض کرنا ایک تخریبی حملہ ہے۔ اگر انسان کوئی چیز پسند نہیں کرتا تو اُسے چاہیے کہ اُس چیز سے بہتر کوئی چیز بنانے کی کوشش کرے کیونکہ گرانے سے کھنڈرات بنتے ہیں اور بنانے سے آبادیاں وجود میں آتی ہیں۔

* * * * *

علی الاعلان غصے اور تندی کی نسبت خفیہ دشمنی اور چوری چوری کے غصے سے زیادہ ڈرنا چاہیے۔ دوست اگر منہ پر کوئی زیادتی کرتے بھی ہوں تو پیٹھ پیچھے ہمیشہ ایک محافظ فرشتے کا کردار ادا کرتے ہیں۔ جہاں تک دشمنوں کا تعلق ہے تو وہ نرمی سے جال بچھاتے ہیں اور بالکل ایک مکڑی کی طرح ہی جال میں پھنسے ہوئے شکار کو پیستے وقت اپنی سختی کا اظہار کرتے ہیں۔

* * * * *

کہاوت ہے کہ "فلاں شخص ہوا میں سے بھی نمی اڑا لیتا ہے!" میری جان قربان ہو

Marfat.com

ایسے شخص پر! اور آپ ان لوگوں کے بارے میں کیا کہیں گے جو بارش میں کھڑے ہو کر بھی اپنے آپ کو گیلا نہیں ہونے دیتے۔۔۔!

* * * * *

محفل میں کہی جانے والی ہر بات کی قدر کرو! یہاں تک کہ جن افکار سے آپ اتفاق نہیں کرتے ان کو بھی فوراً رد مت کرو۔ یہ سوچو کہ ممکن ہے وہ افکار کسی اور مناسبت سے کہے گئے ہوں۔ لہذا آخر تک صبر کر کے سنتے رہو!

* * * * *

تجربہ عقل کا استاد اور سوچ کا رہبر ہے۔

* * * * *

دین

اِبن آدم کو پیدائش سے اب تک حقیقی امن دین کی خوشگوار فضاء میں ہی ملا ہے اور وہ محض دین کے بل بوتے پر ہی خوش رہ سکا ہے۔ جہاں دین نہ ہو وہاں بلند اخلاق اور فضیلت کے متعلق بحث کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ اسی طرح خوشی کے بارے میں بات کرنا بھی خاصہ مشکل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اخلاق اور فضیلت کا سرچشمہ ضمیر ہے۔ اور ضمیر پر حکم چلانے والا واحد عنصر دین ہے جو اللہ اور انسان کے درمیان رابطے پر مشتمل ہے۔

* * * * *

دین ایک بے حد فیض پہنچانے والا نہایت بابرکت مکتب ہے جو عمدہ عادتوں اور خصلتوں کے نام پر کھولا گیا ہے۔ اِس بلند پایہ مکتب کے طلباء سات سے ستر سال کی عمر کے (یعنی تمام) انسانوں پر مشتمل ہیں۔ اس مکتب سے منسلک ہر شخص اِس انتساب کے باعث جلد یا بدیر امن، حفاظت اور اطمینان پا لیتا ہے۔ اس مکتب سے باہر رہنے والے لوگ وقت کے ساتھ ساتھ اپنی اصلیت سمیت ہر شے کھو بیٹھتے ہیں۔

Marfat.com

دین' الٰہی اصولوں کا ایک ایسا مجموعہ ہے جو انسانوں کو ان کی آزادانہ رضامندی سے نیکیوں کی طرف جانے کی رغبت دلاتا ہے۔ انسان ہر وقت دین کے اصولوں میں وہ سارے بنیادی عناصر پا سکتا ہے جو اُس کی مادی اور معنوی ترقی کے لیے اور اسی وسیلے سے اس کی دنیاوی اور اُخروی فلاح کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔

* * * * *

دین کا مطلب ہے اللہ کو اور اُس کی وحدت کو جاننا' اُس کی راہ میں حرکت کرتے کرتے اپنی روح کی پاکیزگی کی حد تک پہنچ جانا' دوسرے لوگوں کے ساتھ اپنے تعلقات اس طریقے سے سنوارنا کہ وہ اللہ کے نام پر اور اُسی کے احکام پر مبنی ہوں' یہاں تک کہ اُسی کے نام پر اپنے دل میں ساری مخلوقات کے لیے گہری دلچسپی اور محبت کا احساس پیدا کرنا۔

* * * * *

دین کو قبول نہ کرنے والے لوگ وقت کے ساتھ عزتِ نفس' وطن اور قوم جیسے بلند مفہوموں سے بھی نازیبا سلوک کرنے لگ جاتے ہیں۔

* * * * *

بداخلاقی ایک تاریک گندگی ہے جو تقریباً ساری کی ساری لادینی کے سرچشموں سے پھوٹ کر نکلتی ہے۔ ہر طرح کے جھگڑے فساد اور لاقانونیت بھی لادینی کی وادیوں میں اگنے والی ایک قسم کی مکروہ زقوم ہیں۔

* * * * *

اپنی زندگی کو دین کی دشمنی کے لیے وقف کر دینے والے ایک طرح کے منکر لوگوں کے لیے کیا یہ لازم نہ تھا کہ وہ لادینیت کے اگر کوئی میوے ہیں تو اُن کی مدد سے کم از کم یہ ثابت کر سکتے کہ لادینی کس کام آتی ہے؟

* * * * *

Marfat.com

دین اور سائنس ایک ہی حقیقت کے دو پہلوؤں کی طرح ہیں۔ دین انسان کو صحیح راہوں پر چلاتا ہے اور اُسے خوش کن نتیجوں سے ہمکنار کراتا ہے۔ اس کے مقابلے میں، اگر سائنس کا مقصد اور صحیح استعمال ٹھیک طرح سمجھ لیا جائے تو وہ ایک مشعل کی طرح انہی راہوں پر اور اپنے دائرہ عمل کے اندر انسان کے آگے آگے روشنی بکھیرتی ہے۔

* * * * *

تمام خوبصورت پھول دین ہی کے باغوں اور باغیچوں میں اُگتے ہیں۔ تو گویا دین کے اصولوں پر چلنے والے انبیاء، اولیاء اور صوفیائے کرام کی طرح چم چم چمکتے لوگ دین ہی کے پھل ہیں۔۔۔! منکر لوگ گرچہ جان بوجھ کر ان پھلوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں پھر بھی ان کے پاس اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ انہیں کتابوں کے صفحات سے اور انسانوں کے سینوں سے مٹا سکیں۔

* * * * *

انسانوں کے درمیان پیغمبروں کی حیثیت پہاڑوں جیسی ہوتی ہے۔ جس طرح پہاڑ زمین کے استقرار اور ہوا کی صفائی کو یقینی بنا کر حفظ و امان کے عنصر کا کام کرتے ہیں، پیغمبر بھی انسانوں کے درمیان یہی کام سرانجام دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان دونوں کا (یعنی پیغمبروں اور پہاڑوں کا) ذکر جگہ جگہ ایک ساتھ آیا ہے۔ مثلاً حضرت نوحؑ اور جودی، حضرت موسیٰ اور طور، حضرت محمدؐ اور حرا، اس معمے پر سے بھید کا پردہ اٹھانے کے لئے ایک اشارہ ہیں۔

* * * * *

دین چونکہ صحت مند خیالات، عقلِ سلیم اور سائینس پر مبنی ہے اس لحاظ سے بھی کسی دینی مسئلے پر تنقید کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ جو لوگ دین کو جان بوجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں یا تو ان کی سوچ کے سسٹم میں کوئی خرابی ہوتی ہے، یا سائینس کے بارے میں ان کا ادراک صحیح نہیں ہوتا، یا پھر اُن کا سارا حساب کتاب ہی ناکافی ہوتا ہے۔

* * * * *

Marfat.com

دین، مدنیت کے حقیقی اصولوں پر مشتمل ایک بابرکت سرچشمہ ہے۔ اس کی برکت سے انسان قلبی اور جذباتی دنیا میں بلند مقام حاصل کر لیتا ہے۔ اس کا دماغ مابعد الطبیعات عالموں میں پہنچ جاتا ہے، اور وہ ایک ایسے افق تک رسائی پا لیتا ہے جہاں سے وہ تمام نیکیوں، عمدگیوں اور فضیلتوں کے حقیقی چشمے سے جی بھر کر اپنی پیاس بجھا سکتا ہے۔

* * * * *

اگر فضیلت کی تلاش ہو تو اُسے دین میں ہی تلاش کرنا چاہیے۔ کسی لادین کا صاحبِ فضیلت ہونا اور کسی حقیقی صاحبِ دین کا بے فضیلت ہونا ایسے واقعات میں سے ہیں جو شاذ و نادر ہی سامنے آتے ہیں۔

* * * * *

دین کے ذریعے انسان، انسانیت کے صحیح معنوں کو سمجھتا ہے اور یوں دوسری جاندار چیزوں سے الگ نوعیت کی تخلیق شمار ہوتا ہے۔ کسی بے دین کی نظر میں انسانوں اور حیوانوں کے درمیان کوئی فرق ہی نہیں ہوتا۔

* * * * *

دین اللہ کی راہ ہے اور لادینیت شیطان کا راستہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین اور لادینی کی جنگ حضرت آدمؑ کے زمانے سے ہمارے موجودہ زمانے تک لڑی جا رہی ہے اور یہ جنگ اسی طرح قیامت تک جاری رہے گی۔

* * * * *

قرآن

قرآن مکمل ترین پیغامات اور قوانینِ الٰہی کا ایک ایسا مجموعہ ہے جو بنی آدم کی قدر و قیمت کے تناسب سے اس کے دل، روح، عقل اور جسمانیت کو زیرِ نظر رکھتے ہوئے اُس ذاتِ عالی

Marfat.com

مرتبہ نے اُفقِ انسانیت پر نازل فرمایا تھا۔

* * * * *

قرآن جس کے آج تقریباً ایک ہزار ملین پیروکار دنیا میں موجود ہیں' ایک ایسی بے نظیر' واحد کتاب ہے جو ابدی اور نا قابلِ تغیّر الٰہی اصولوں کے ذریعے پوری انسانیت کی رفاح اور اس رفاح تک رسائی کا نزدیک ترین اور روشن ترین راستہ دکھاتی ہے۔

* * * * *

قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو کرہ ءارض کی تقدیر کی حاکم نہایت عالیشان اور نورانی جماعتوں کے لیے ایک سر چشمہِ نور ہے۔ ان جماعتوں میں لاکھوں عالم' ہزار ہا فلسفی اور مفکر بھی شامل ہیں۔ اور اس لحاظ سے قرآن کی سلطنت جیسی اور کوئی سلطنت بھی موجود نہیں ہے۔

* * * * *

نزول سے آج تک قرآن کو کیسے کیسے اعتراضات اور تنقید کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ لیکن اس موضوع پر قائم کی گئی تمام عدالتوں نے بالآخر قرآن کو بَری قرار دیا ہے اور اس سلسلے کی تمام لڑائیاں قرآن کی فتح پر منتج ہوئی ہیں۔

* * * * *

قرآن دلوں میں بلّور کی طرح چمکنے والا ایک نور' روحوں کو روشنی مہیا کرنے والا روشنی کا سر چشمہ اور سراسر حقیقتوں کا مظہر ہے۔ اُسے اُس کی حقیقی شکل میں صرف وہی صاحبِ ایمان روحیں پہچان اور سمجھ سکتی ہیں جو ایک پھول میں کائنات کی تمام خوبصورتیوں کو محسوس کرنے اور ایک قطرے میں طوفان کو دیکھنے کی قابلیت رکھتی ہیں۔

* * * * *

قرآن کا اسلوب بیان ایسا ہے کہ اُس کی آیات کو سننے والے عربی اور عجمی اصحابِ بلاغت اُسے سجدہ کرتے رہے ہیں اور' اُس کے مضامین کی خوبصورتیوں کا ادراک کرنے والے حقیقت شناس ادیب اُس سلطان البیان کی حاضری میں ادب سے جھک کر دُہرے ہو جاتے رہے ہیں۔

Marfat.com

مسلمان ہمیشہ صرف قرآن کی تصدیق کر کے اور اس پر ایمان لا کر ہی آپس میں اتحاد پیدا کر سکے ہیں اور اسی طرح آئندہ بھی اِس کی تصدیق کرنے اور اس پر ایمان لانے سے ہی متحد ہو سکیں گے۔ جو لوگ قرآن کی تصدیق نہیں کرتے وہ جس طرح مسلمان نہیں ہو سکیں گے اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ اُن کے درمیان مستقبل میں کبھی اتحاد پیدا ہو سکے۔

* * * * *

جب ہم کہتے ہیں کہ ''ایمان ضمیر کا مسئلہ ہے'' تو اس سے یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ ''میں اللہ جل جلالہٗ کی' پیغمبر ﷺ کی' اور قرآن کی' محض زبان سے ہی نہیں اپنے ضمیر سے بھی تصدیق کرتا ہوں۔'' ان معنوں سے منسلک ہر قسم کی عبادت اِسی صحتمند تصدیق کا اظہار کرتی ہے۔

* * * * *

وہ دور جس میں جہالت اور کفر کی درندگی کے باعث انسانیت پریشان اور سرگرداں تھی اُس وقت اُس وحشیانہ ماحول میں ایک نور کا طوفان اٹھا تھا جس نے ایک ہی ہلّے میں ساری دنیا کو نور میں ڈبو دیا تھا۔ اس طرح کا سب سے بڑا انقلاب ایک ہی مرتبہ آیا تھا اور تاریخ اس کی کوئی اور مثال پیش نہیں کر سکتی۔ اور اس انقلاب نے قرآن کے وسیلے سے حقیقت کی شکل اختیار کی تھی۔ اس کی گواہی دینے کے لیے بس تاریخ ہی کافی ہے۔!

* * * * *

انسان کو حساس ترین موازنے کے ذریعے انسان کے معنی اور ماہیت' حق' حکمت' اللہ تعالیٰ کی ذات' اُس کی صفات اور اسمائے حسنیٰ کے بارے میں معلومات مہیا کرنے والی کتاب قرآن ہے۔ اس میدان میں قرآن کے مقابلے میں کوئی دوسری کتاب سامنے لانا بعید از امکان ہے۔ اگر تم صوفیائے کرام کی حکمتوں اور حق پرست فلسفیوں کے فلسفوں پر نظر دوڑاؤ تو تم بھی یہ بات سمجھ جاؤ گے!

* * * * *

Marfat.com

قرآن ایک واحد کتاب ہے جو حقیقی انصاف، حقیقی آزادی، متوازن مساوات، خیر ناموس، فضیلت، یہاں تک کہ حیوانوں سمیت ہر ہستی سے شفقت کا حکم دیتی ہے۔ ظلم، شرک، نا انصافی، جہالت، رشوت، سود، جھوٹ اور جھوٹی شہادت سے کھلم کھلا منع فرماتی ہے۔

* * * * *

یتیم، فقیر اور مظلوم کی حمایت کرنا، بادشاہ اور غلام کو، کمانڈر اور سپاہی کو، مدعی اور مدعا علیہ کو ایک ہی کرسی پر بٹھا کر باہمی معاملات پر غور کرنا سکھانے والی کتاب بھی محض اور محض قرآن ہی ہے۔

* * * * *

قرآن کو فرضی قصے کہانیوں اور خرافات کے سرچشمے کے طور پر دکھانا ایک طرح کے بودے ہذیان کے سوا کچھ بھی نہیں جو آج سے چودہ سو سال پہلے زمانہ جاہلیت کے عربوں کی طرف سے آج کل کے لادینوں کو ورثہ میں ملا تھا۔ حکمت اور حقیقی فلسفہ دونوں اس قسم کے ادراک کا مذاق اڑاتے ہیں۔

* * * * *

جو لوگ قرآن اور اس کے مندرجات پر باتیں بناتے ہیں کیا ان پر واجب نہیں تھا کہ وہ، انسان کے اندر جو نظام، ہم آہنگی، امن وامان اور حفاظت پائی جاتی ہے اُس کے بارے میں بھی، خواہ وقتی طور پر ہی سہی، کچھ تو کہتے؟ درحقیقت اگر قرآن سے ناواقف تہذیبوں میں پائے جانے والے انتشار اور بدنظمی کو، اور قرآن کی روشنی سے محروم دلوں کو اپنی مصیبتوں اور بحرانوں کے باعث شدید آہ وبکا کرتے دیکھا جائے تو ان کی ضد اور عناد کو سمجھنا خاصا مشکل ہو جاتا ہے۔

* * * * *

انسانیت کے لئے سب سے زیادہ منظم حیات کا آسان طریقہ وہ ہے جو قرآن نے بتا دیا ہے۔ چنانچہ ہم آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ آج متمدن اقوام نے دنیا کے چاروں کونوں میں پائی جانے والی جن خوبصورتیوں کو سراہا ہے اور جنہیں یاد کیا جاتا ہے اُن سب کو صدیوں پہلے قرآن نے

Marfat.com

پسند کر کے اُن کی سفارش کی تھی۔ اب بھلا اس میں قصور یا قباحت کس کی ہے!؟

* * * * *

ہمارے ہاں ایک زمانے سے ایسے لوگ موجود ہیں جو قرآن کے بارے میں خواہ مخواہ شیخی بگھارتے ہیں اور جنہوں نے قران کے ساتھ سر کھپانے کو اپنا پیشہ بنا رکھا ہے۔ عام طور پر یہ وہ جاہل لوگ ہیں جو یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ درحقیقت کچھ بھی نہیں جانتے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ یہ بیچارے جس کتاب کی مخالفت کرتے ہیں انہوں نے آج تک نہ اس کتاب کے بارے میں کوئی تحقیق کی ہے اور نہ ہی کچھ پڑھا پڑھایا ہے۔ دراصل ان کے دعووں میں اور اُن جاہلوں کے دعووں میں، جو مثبت علوم کے خلاف اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں کوئی خاص فرق بھی تو نہیں ہے۔ مگر حقیقتوں کو اچھی طرح جاننے کے لیے عوام کو ابھی کچھ عرصہ اور انتظار کرنا پڑے گا۔

* * * * *

یقین کیا جاتا ہے کہ جو لوگ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں وہ حضرت محمد ﷺ پر اور جو حضرت محمد ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں وہ اللہ جل جلالہ پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ چنانچہ قرآن پر ایمان نہ لانے والے لوگ حضرت محمد ﷺ پر بھی ایمان نہیں لاتے اور جو حضرت محمد ﷺ پر ایمان نہیں لاتے وہ اللہ جل جلالہ کو بھی نہیں مانتے۔ گویا یہ ہیں ایک سچا مسلمان ہونے کی حدود!

* * * * *

قرآن کے وسیلے سے انسان ایک ایسے بلند ترین مرتبے تک پہنچ چکا ہے جہاں وہ خدا سے خطاب کر سکتا ہے۔ جس شخص کو اپنے اس قدر بلند رتبے پر پہنچ جانے کا شعور ہے وہ قرآن کو اپنی زبان میں سنتے ہوئے درحقیقت اپنے رب کو سن رہا ہوتا ہے، اپنے رب سے کلام کر رہا ہوتا ہے۔ اور اگر وہ قسم کھائے کہ اُس نے اپنے رب کے ساتھ کلام کیا ہے تو اُس کی قسم جھوٹی نہیں سمجھی جاتی۔

* * * * *

قرآن کے منور ماحول میں انسان اپنی دنیاوی زندگی میں ہی قبر اور برزخ سے گزر کر محشر اور پل صراط کو دیکھ لیتا ہے، جہنم کی دہشت سے کانپ اٹھتا ہے اور اُسے یوں محسوس ہوتا ہے

Marfat.com

جیسے وہ جنّتوں کی خوشگوار ڈھلانوں پر چل پھر رہا ہے۔

جو لوگ مسلمانوں کو قرآن پڑھنے سے اور اُس کی گہرائیوں میں جانے سے روکتے ہیں وہ اس طرح اِن لوگوں کو دین کی روح اور اسلام کے نچوڑ سے دور کر رہے ہوتے ہیں۔

* * * * *

مجھے یوں لگتا ہے جیسے مستقبل قریب میں ہی انسان کی تعریف اور حیرت سے بھری آنکھوں کے دیکھتے ہی دیکھتے جب اوقیانوسِ قرآن کی جانب بہنے والے مختلف علوم' تکنیک' فنونِ لطیفہ اور صنعتوں کے دھارے اپنے سرچشمہِ حقیقی سے جا ملیں گے اور یوں اس کے ساتھ یکجان ہو جائیں گے تو تمام علماء' محقق' فنکار اور صنعتکار بھی ایک بار پھر اپنے آپ کو اُسی اوقیانوس میں پائیں گے۔

* * * * *

مستقبل کے دور کے قرآن کا دور ہونے کو کوئی بڑی بات نہیں سمجھنی چاہیے! کیونکہ قرآن اُس ذاتِ عالی کا کلام ہے جو ماضی کو حال سے اور حال کو مستقبل سے ملا کر اکٹھا کر کے دیکھتی ہے۔

* * * * *

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

انسانیت نے حقیقی تمدن کو حضرت محمدؐ کے وسیلے سے پہچانا اور اپنایا تھا۔ بعد ازاں اس جہت میں کی جانے والی کوئی کوشش' اُنہیں کی بتائی ہوئی بنیادوں کی تقلید اور اُن میں کئے جانے والے معمولی ردوبدل سے آگے نہیں جاسکی۔ اس اعتبار سے بھی اُنہیں حقیقی تمدن کا بانی کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔

* * * * *

وہ جو سستی اور سست انسانوں کو منہ نہیں لگاتے تھے' جو محنت کرنے کو عبادت سمجھتے تھے' جو محنتی لوگوں کی تعریف کرتے تھے' اپنے پیچھے آنے والوں کو مابعد الحیات کی جھلک دکھاتے تھے اور پوری انسانیت کو ایسے نکات دکھاتے تھے جن سے وہ موازنے کا عنصر بن سکتے' وہ حضرت محمدؐ ہی تو تھے۔

Marfat.com

حضرت محمدؐ کی ذات وہ ذات تھی جو کفر اور وحشی پن کے خلاف شجاعت اور بلاغت کی تلوار بن کر میدان میں نکل آنے میں‘ چاروں طرف بلند بانگ اعلانِ حقیقت کرنے میں اور انسانیت کو حقیقی زندگی کے راستے دکھانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی۔

* * * * *

کرہء ارض پر اگر کوئی جہالت‘ کفر‘ اور وحشی پن کی ناپسندیدہ ہستی گزری ہے تو وہ حضرت محمدؐ ہی تھے۔ خواہ کچھ بھی ہو‘ حقیقت کے متلاشی اور علم و عرفان کے پیاسے دل‘ تلاش کرتے کرتے جلدی یا بدیر اُنہیں پالیں گے اور پھر کبھی اُن کے نقشِ قدم سے الگ نہیں ہوں گے۔

* * * * *

دین‘ ناموس‘ وطن اور قوم کا دفاع کرنے اور ان پر نظر رکھنے والے‘ اِن کی خاطر لڑی جانے والی جنگ کو جہاد کا درجہ دینے والے اور ایک غیر معمولی توازن قائم رکھتے ہوئے تبلیغ کے ذریعے انسانوں میں یہ پیغام پہنچانے والے بھی حضرت محمدؐ ہی ہیں کہ غلامانِ دین کے لیے جہاد ایک ایسا فرض ہے جسے ادا کرنا آسان کام نہیں ہے۔

* * * * *

انسانوں کے لیے حقیقی آزادی کا پہلی بار اعلان کرنے والے‘ لوگوں کے ضمیر کو یہ بتانے والے کہ انسانی حقوق اور انصاف کے معاملے میں سب انسان برابر ہیں‘ اخلاق‘ فضیلت اور تقوے میں برتری تلاش کرنے والے‘ ظالم اور ظالمانہ خیالات کے خلاف بآوازِ بلند حقیقت کا اعلان کرنے کو عبادت کا درجہ دینے والے حضرت محمدؐ تھے۔

* * * * *

موت اور انسان کے فانی ہونے کے چہرے پر پڑے پردے ہٹانے والے‘ قبر کو ابدی عالمِ سعادت کے انتظار گاہ کے طور پر پیش کرنے والے‘ ہر عمر اور ذہن میں خوشیوں کے متلاشی دلوں کو چشمہءِ خضر تک پہنچا کر اُنہیں اکسیرِ لایموت پلانے والے حضرت محمدؐ ہیں۔

* * * * *

Marfat.com

تصوّف

تصوف وہ مسلک ہے جس کے ذریعے انسانی ضمیر کو اسلام کی حقیقت کا احساس دلا کر حقیقت کے ادراک میں اُس کی مدد کی جاتی ہے۔ اس اعتبار سے جو لوگ اپنی موجودہ زندگی کا شعور نہیں رکھتے وہ اسلام کا ادراک نہیں کر سکیں گے۔ اسی طرح وہ لوگ جن کی دوسروں کے قصّے کہانیوں سے ہی تسلی ہو جاتی ہے وہ بھی اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکیں گے۔

* * * * *

نتیجے کے اعتبار سے انسان کے' عجز' فقر اور اُس کی بے قدری کا ادراک کرتے ہوئے اس کی ہستی کی بنیاد تشکیل دینے والے حق تعالیٰ کے وجود سے نکلتی شعاعوں اور اس کی صفات کی تجلیوں کے سامنے انسان کے مکمل طور پر پگھل کر نابود ہو جانے کا دوسرا نام تصوّف ہے۔

* * * * *

تصوّف' انسان کی روح کی وہ کیفیت ہے جس میں وہ پاک صاف ہو جانے کے بعد اس کی ذات سے مل کر یک جان ہو جاتی ہے اور زمان و مکان کی تمام حدود کو پار کر کے ایک نامعلوم بُعد تک جا پہنچتی ہے۔ چنانچہ تصوّف کے وسیلے سے ہر فرد معراجِ نبوی کے دوران کھولے جانے والے دروازے سے گزر کر آگے جاتا ہے' پھر اپنے رب سے ملاقات کرتا ہے' اور یوں ایک طرح معراج کا مظہر بن جاتا ہے۔ بے شک یہ معراج متعلقہ شخص کی قابلیت اور استعداد کے مطابق ہوتا ہے۔

* * * * *

فلسفہ اور حکمت انسان کی سوچ کے افق کو وسیع کرتے ہیں اور اُسے اشیاء اور حوادث کو پہچاننے میں مدد دیتے ہیں۔ جہاں تک تصوف کا تعلق ہے تو یہ ایک ناقابلِ ادراک بُعد میں خالقِ اشیاء و حوادث سے انسان کے ملاپ کا انتظام کرتا ہے اور اُسے اللہ کا دوست اور ساتھی ہونے کے مرتبے تک پہنچاتا ہے۔

* * * * *

Marfat.com

جیسا کہ اہلِ طریقت کے ہاں بھی دیکھا گیا ہے' تصوف ذکر وفکر کے ذریعے لا متناہی ''کمالاتِ الہیٰہ'' سے فیض یاب ہو کر انسانی روح کو منوّر کرنے پر مشتمل ہے۔ یہ انسان کی خودی کو پیمانہ بنا کر ابدیت پر ایک طرح کا فرضی خط کھینچ لینے سے شروع ہوتا ہے اور خودی اور اسرارِ خودی سے ہاتھ کھینچ کر ہر شے کے بارے میں جاننے کے لیے اُس ذات سے درخواست کرنے پر ختم ہوتا ہے۔

* * * * *

اُلوُھیت کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے جہاں فلسفے کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا وہاں تصوّف اس موضوع پر دل کے لیے ہاتھ پاؤں اور آنکھ سے تحقیق کرنے کا ایک راستہ مہیا کرتا ہے۔ یہ وہ راستہ ہے جس سے عقل ننگے سر اور ننگے پاؤں' اپنے خیالات سمیت مایوسی سے لوٹ آئی تھی۔ اس راہ پر دل کو ایک فاختہ کی طرح پر لگ جاتے ہیں اور وہ اپنے قدر شناس اصولوں کی بنا پر ''موجود'' و ''مجہول'' کو پہچاننے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے بعد حاصل کردہ عرفان کے متعلق یہ کہہ کر اعلان کر دیتا ہے کہ ماعارفنک حقا معر فتک یعنی'' تجھے ہم حقیقی طور پر پہچان نہ سکے۔''

* * * * *

تصوّف اسلام کی روح ہے۔ اس کے بغیر اسلام کے متعلق سوچنا بھی محال ہے۔ جہاں تک مختلف طریقتوں کا تعلق ہے تو انہوں نے اسے اور زیادہ منظم بنا دیا ہے۔

* * * * *

ثقافت

ثقافت ایک ایسا سرچشمہ ہے جس کی طرف ہر قوم اپنے مخصوص خطوط پر تعمیر و ترقی کرنے اور بلندیوں کی طرف بڑھنے کے سلسلے میں بار بار رجوع کرتی ہے۔ قوم کی زندگی میں پائے جانے والے آہنگ اور قوم کی منتخب کردہ سمت کے ساتھ ثقافت کے مصدقہ سرچشموں کے

Marfat.com

گہرے تعلقات ہمیشہ موجود رہے ہیں۔

* * * * *

ثقافت ایک معاشرے کی زبان، تربیت، روایات، صنعت اور فن جیسے جذبات سے معرضِ وجود میں آتی ہے۔ اور پھر جوں جوں یہ زیرِ عمل آتی ہے توں توں اُس معاشرے کی طرزِ حیات کی صورت اختیار کرتی جاتی ہے۔ اِس کے تقریباً ہر حصّے میں ایک طرح کے بنیادی عناصر کا مجموعہ موجود ہوتا ہے۔ اِن بنیادی عناصر کو جان بوجھ کر نظر انداز کرنا نابینا پن ہوگا۔ معاشرے کو ان عناصر سے دور رکھنے کی کوشش کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ معاشرے کو گمراہ کر کے اُسے غیر منظّم کیا جا رہا ہے اور یوں اُسے ذہنی اُلجھاؤ میں مبتلا کیا جا رہا ہے۔

* * * * *

قوموں کے ایک دوسرے کے ساتھ تھوڑا بہت میل جول رکھنے کی وجہ سے ثقافت، کسی حد تک تمدن کی طرح ایک معاشرے سے دوسرے معاشرے تک پہنچ سکتی ہے۔ لیکن اگر بیرونی ثقافت کی درآمد کے وقت قومی روح کا آلہءِ تقطیر صحیح طور پر کام نہیں کرتا، جس کے باعث ثقافت میں ضروری کاٹ چھانٹ اور صفائی نہیں ہوتی، تو پھر ثقافت اور تمدن کے بحران سے کسی صورت بچا نہیں جا سکتا۔

حقیقی ثقافت، حقیقی دین، بلند اخلاق، فضیلت اور حاصل کردہ علوم کی کُٹھالی میں اُبل اُبل کر پختہ ہوتی ہے۔ جس ماحول پر بے دینی، بداخلاقی اور جہالت حکمران ہوں وہاں نہ حقیقی ثقافت کے متعلق بحث کرنے کا کوئی امکان ہوتا ہے اور نہ ہی اُس ماحول میں پرورش پانے والے انسانوں کے لیے اس سرچشمے سے استفادہ کرنا ممکن ہوتا ہے۔

* * * * *

وہ معاشرے جو دوسری قوموں کی ثقافت اور تمدن کے ساتھ ایک طرح کے ازدواج میں آ کر اپنی ہستی اور بقا کے دوام کی کوشش کرتے ہیں وہ ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے وہ درخت جن کی

Marfat.com

شاخوں پر دوسروں کی ملکیت کے پھل لگا دیئے جائیں۔ یہ لوگ اپنے آپ کو دھوکا بھی دیتے ہیں اور دوسروں کے مذاق کا نشانہ بھی بنتے ہیں۔

* * * * *

ثقافت قوم اور جمیعت کی فطرت سے معرضِ وجود میں آتی اور پروان چڑھتی ہے۔ ایک قوم کی ثقافت ایسے ہی ہوتی ہے جیسے ایک درخت کے پھل اور پھول۔ جو قومیں اپنی ثقافت کو پختگی کی منزل تک نہیں پہنچا سکتیں یا اُسے کھو دیتی ہیں وہ اُس درخت کی طرح ہوتی ہیں جسے پھل لگتا ہی نہ ہو، یا لگ کر جھڑ گیا ہو۔ ایسے درختوں کے مقدر میں یہی لکھا ہوتا ہے کہ آج نہیں تو کل اُنہیں کاٹ کر ایندھن بنا لیا جائے گا۔

* * * * *

ہر قوم کی زندگی میں ثقافت کا ایک نہایت اہم مقام ہوتا ہے۔ کسی قوم کے ماضی سے اچھی طرح گندھی ہوئی اور اُس کی روح کی جڑوں سے خوب اچھی طرح بندھی ہوئی ثقافت اُس قوم کے زندہ رہنے اور ترقی کرنے کی راہیں کھول دیتی ہے اور اُنہیں روشن کر دیتی ہے۔ اس کے برعکس ہر روز ثقافت کے بارے میں سوچ اور ادراک کے مختلف اور مسلسل پیچ وخم قوم کو کھاتے رہتے ہیں اور پھر اُسے دھڑام سے گرا دیتے ہیں۔

* * * * *

حریّت (آزادی)

حریت کا مطلب ہے روح کے بلند احساسات اور خیالات کے علاوہ کسی قسم کی بندش یا پابندی قبول نہ کرنا' خیر اور فضیلت کے علاوہ اور کسی قسم کے اصول کا مقید نہ ہونا۔

* * * * *

بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑے ہونے کے باوجود

Marfat.com

ہمیشہ اپنے ضمیر کی آزاد فضاؤں میں اڑتے پھرتے ہیں اور خواہ ایک پل کے لیے ہی کیوں نہ ہو اپنے آپ کو قید یا اسیری میں محسوس نہیں کرتے۔ اور کئی دوسرے لوگ بھی ہیں جو محلوں اور کاشانوں کے دماغ کو چکرا دینے والے اور آنکھیں چندھیا دینے والے جاہ و جلال اور دبدبے کے باوجود حریّت کو اس کی ساری گہرائیوں کے ساتھ کسی طرح محسوس نہیں کرتے اور نہ اس کا ذائقہ چکھ سکتے ہیں۔

* * * * *

جو لوگ حریّت کو مکمل آزادی سمجھتے ہیں وہ جان بوجھ کر یا نادانستگی میں انسانی آزادی اور حیوانی آزادی کو ایک دوسرے سے خلط ملط کر دیتے ہیں۔ حالانکہ گھٹیا قسم کی نفسانی اور جسمانی خواہشات پورا کرنے کو مادر پدر آزاد دلوں کی طرف سے حریّت کے زمرے میں شامل کرنا کُلّی طور پر ایک حیوانی خاصیت ہے۔ اس کے مقابلے میں وہ آزادی جو روح کی راہ سے رکاوٹیں ہٹا کر ضمیر کے جرائت مند بننے کے امکانات پیدا کرتی ہے وہ مکمل طور پر ایک انسانی خاصیت ہے۔

* * * * *

حریّت کی تعریف یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ یہ غیر مشروطیت اور لاابالی پن کے پاتال تک گرے بغیر' انسان کے دماغ کا اپنی مادّی اور معنوی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بننے والے بندھنوں سے آزاد ہونے کا نام ہے۔

* * * * *

حریّت انسان کو کہتی ہے: "تم حق کے متعلق خیالات سے مربوط رہتے ہوئے دوسروں کو نقصان پہنچائے بغیر اپنی مرضی کے مطابق جو چاہو کر سکتے ہو۔"

* * * * *

مقبول حریّت تمدنی حریّت ہوتی ہے۔ اور یہ وہ حریّت ہے جو دین اور اخلاق کی جواہرات سے جڑی ہوئی زنجیروں سے اور صحیح و سالم خیالات کی سونے کی پٹی سے بندھی ہوتی ہے۔

Marfat.com

وہ حریّت جو دینی احساسات اور دینی سوچ کو نہیں مانتی' جو اخلاق کی قدر نہیں کرتی' جو فضیلت کا گہوارا نہیں ہوتی' وہ ایسی خارش جیسی بیماری ہے جس سے ہر قوم نفرت کرتی اور دور بھاگتی ہے۔ اس بیماری میں مبتلا ہونے والے معاشرے جلد یا بدیر' اپنا تمام آرام و آسائش کھو بیٹھیں گے۔ اسی طرح وقت کے ساتھ یہ ناممکن ہو جائے گا کہ اردگرد کے معاشرے اس سے قطع تعلق نہ کر لیں۔

* * * * *

تمدن (تہذیب)

تمدن' امیری' ظاہری شرافت' جسمانی خواہشوں کے پورا کرنے اور مادّی عیاشیوں کے سمندر میں تیرتے پھرنے کا نام نہیں ہے۔ تمدن' دل کی امیری' روح کی شائستگی' نظر کی گہرائی' اور دوسروں کے زندہ رہنے کے حق کو ماننے اور اُنہیں قبول کرنے کا نام ہے۔

حقیقی تمدن ہمیشہ ان ممالک میں پروان چڑھ سکا ہے جہاں سائینس اور اخلاق کو ایک ساتھ آگے بڑھایا جاتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی تمدن جو ہر چیز کو محض سائینس سے شروع کرتا ہے ہمیشہ مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے' جب کہ مشرقی تمدن (جو ایمان اور اخلاقی فلسفے کا گہوارہ تو ہیں مگر) خود کو سائینس سے بچا کر اپنی ذات کے اندر محدود ہو چکے ہیں' وہ حال حاضر کے مطابق جزوی طور پر ہی سہی' وحشت کا شکار ہو چکے ہیں۔ مستقبل کا تمدن وہ ہو گا جو مغرب کی سائینس اور فنون اور مشرق کے ایمان اور اخلاقی فلسفے کی نرسری میں بڑا ہو کر پھلے پھولے گا۔

* * * * *

وہ تمدن جس کا انحصار اخلاق اور فضیلت پر نہیں ہو گا' اور جو عقل اور ضمیر کے تالابوں سے سیراب نہیں ہو گا وہ انسانیت کی فلاح کے لیے نہیں بلکہ محض گنے چنے امیروں کی' اور چند ہوس پرستوں کی ہوس کی خدمت کے لیے وقتی طور پر منایا جانے والا چراغاں ہو گا۔ حیف ہے ان لوگوں پر جو اس چراغاں کی جلتی بجھتی روشنیوں کے دھوکے میں آ جاتے ہیں!

Marfat.com

یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ تمدن طبعی سائنس اور مختلف فنون سے بہت آگے نکل جانے پر، سمندری اور ہوائی جہازوں، اور ریل گاڑیوں جیسے جدید وسائل کے مالک ہونے پر، یا بڑے بڑے شہروں، کھلی کھلی سڑکوں اور بلند عمارتوں میں زندگی گزارنے پر مشتمل ہے۔ صاحبِ ایمان اور دیانتدار لوگوں کی نظر میں ان سب اشیاء کو جن میں سے ہر ایک تمدن کا وسیلہ گردانی جاتی ہے، تمدن کے طور پر قبول کر لینا محض سراب ہے، اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔

* * * * *

لوگوں کا مہذب اور متمدن ہونا اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُنہوں نے اپنی ذات میں پائی جانے والی اعلیٰ خوبیوں کی اصلاح کرتے کرتے اُنہیں کس حد تک اپنی دوسری فطرت بنالیا ہے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا متمدن ہونا اُن کے لباس سے اور ہر طرح کے مادی ذوق سے استفادہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے، تو وہ ایک طرح سے اُن لوگوں میں شمار ہوں گے جو صحیح تخمینہ لگانا نہیں جانتے۔ ایسے لوگ درجنوں جسمانی زندگیوں کے بوجھ تلے پسے جانے والے بدبخت ہیں۔

* * * * *

اس میں کوئی شک نہیں کہ وحشی اور بدوی قومیں خونخوار، ظالم اور لٹیری ہوتی ہیں۔ البتہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ چونکہ ان قوموں کے اس رجحانِ طبع سے ہر کوئی بڑی اچھی طرح واقف ہے اس لیے یہ لوگ اوروں کے لیے زیادہ ضرر رساں نہیں ہوتے۔ یہ تو ٹھیک ہے مگر آپ اُن ''مہذب بدوؤں'' کے بارے میں کیا کہیں گے جو جدید ہتھیاروں سے لیس ہوتے ہیں اور ہر وقت خون پینے کے مواقع کی تلاش میں رہتے ہیں!

* * * * *

اگر کسی قوم کو اپنے تشخص کے بارے میں لیکچر دینا پڑ جائے تو تہذیب و تمدن سے متعلقہ اس مجوزہ لیکچر کا ضروری مواد اس قوم کی علمی، اخلاقی اور تکنیکی تصانیف پر مشتمل ہونا چاہیے۔ کیونکہ اجتماعی تربیت، مختلف قسم کے ہنر، اور صنعتیں اور آرٹس ہی تمدن کو ایک پیکر عطا کرتے ہیں۔ جہاں تک اخلاق کا تعلق ہے تو یہ ایک بلیغ زبان کی حیثیت سے کسی قوم کے تمدن کو مشتہر کرتا ہے۔

Marfat.com

ترقی

کسی قوم کی نشو ونما اور ترقی کا انحصار اُس قوم کے لوگوں کی فکری اور حسیاتی میدان میں تربیت پر ہوتا ہے۔ جن قوموں کے افراد کی سوچ اور روشن خیالی کی نشو ونما نہیں ہوتی اُن قوموں کی ترقی کی امید نہیں کی جا سکتی۔

قوموں کی ترقی کے لیے قوم کے افراد کا قومی مقصد اور ہدف کے بارے میں متفق ہونا لازمی ہے۔ ایک ایسے معاشرے میں جہاں کوئی شخص ایک چیز کو سفید کہے اور دوسرا اُسی کو سیاہ کہے، اور جہاں کبھی بائیں بازو سے ٹکراؤ ہو جائے اور کبھی دائیں بازو سے، تو وہاں کسی حالت میں بھی ترقی اور نشو ونما نہیں ہو سکتی۔

* * * * *

جن نسلوں نے مشترک تربیت نہ پائی ہو وہ انفرادی طور پر سیکھی ہوئی ثقافت کے مطابق ہمیشہ الگ الگ گروہوں میں تقسیم رہتے ہیں اور ایک دوسرے کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ ایک ایسا معاشرہ جو اندرونی طور پر ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا ہو اُس سے ترقی کی امید رکھنا اگر خلافِ عقل نہ بھی ہو تو کم از کم اتنا مشکل ضرور ہوتا ہے کہ اُسے ناممکن کہا جا سکے۔

* * * * *

ترقی کا ہر کام پہلے تصور اور سوچ کی شکل میں سامنے آتا ہے، پھر عوام سے قبولیت حاصل کی جاتی ہے، اور اُس کے بعد اُن لوگوں کی ہمت سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا جاتا ہے جو ہاتھ سے ہاتھ اور دل سے دل ملا کر کام کرتے ہیں۔ اس کے برعکس ترقی کی ہر کوشش اگر سوچ کے مرحلے میں علم کا ٹھپہ نہ لگوائے یا اتنی بدقسمت ہو کہ اُسے عوام کے سامنے تفصیلاً بیان نہ کیا جا سکا ہو تو اس کی قسمت میں اُس کا انجام صفر ہی لکھا ہو گا۔

* * * * *

Marfat.com

کوئی چیز زیادہ صاف ستھری، زیادہ چمکدار، زیادہ منظم اور زیادہ دلکش اُس وقت ہوتی ہے جب اُس کی ترقی پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے۔ اس اصول کے تحت مروّج معیار پر اکتفا کرنا کم ہمتی ہے، جبکہ مروّجہ معیار سے بڑھ کر اور زیادہ منظّم ہونا، اور زیادہ بلند پایہ چیزیں سامنے لانا ترقی ہے۔

* * * * *

سبزہ زاروں اور لشکر گاہوں کو ویرانوں میں تبدیل کر دینا، باغوں اور باغیچوں کو گندگی کے ڈھیروں میں بدل دینا ایک تنزّل ہے، زوال ہے۔ ویرانوں میں بہتری لانا، گندگیوں کے ڈھیروں کو باغوں اور باغیچوں کی شکل دینا ترقی ہے۔ ترقی یافتہ قوموں کے ملک جنت، اُن کے پہاڑ باغ، اُن کی عبادت گاہیں شاندار محل ہوتی ہیں۔ ان کے مقابلے میں پسماندہ ممالک کے شہر ویرانے، ان کی گلیاں گندگی کے ڈھیر اور عبادت گاہیں پھپھوندی سے بھرے حجرے ہوتی ہیں۔

* * * * *

اگرچہ معاشروں کی پیشرفت اور ترقی میں لکھائی پڑھائی کا کردار اتنا زیادہ ہے کہ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن چونکہ تمام نسلوں کو قومی ثقافت کے مطابق ایک مخصوص سمت میں تربیت نہیں دی جاتی اس لیے متوقع نتائج حاصل کرنا کبھی ممکن نہیں رہا اور نہ ہی آئندہ کبھی ممکن ہوگا۔۔۔۔۔

* * * * *

ترقی کی ہر مہم اسی حد تک نتیجہ خیز ہو سکتی ہے جس حد تک اس پر عمل درآمد کے دوران دورِ حاضر کی صورتحال کا تجزیہ کیا گیا ہو اور گزشتہ نسلوں کے تجربات سے فائدہ اٹھایا گیا ہو۔ اس کے برعکس اگر ہر نئی نسل اپنے آباواجداد کے تجربات سے استفادہ کرنے کو ذہن میں لائے ہی نہ اور ہر فرد اپنی ہی ایک الگ راہ پکڑ کر اُس پر چلنا شروع کر دے تو ایسی حالت میں اس قوم کے لوگ اپنی بچگانہ روش اور طریقِ کار کے باعث ہر وقت آپس میں لڑتے جھگڑتے ہی رہیں گے اور ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکیں گے۔

* * * * *

Marfat.com

صنعت وفن

صنعت ترقی کی روح ہے اور یہ راہ اُن راہوں میں سب سے اہم راہ ہے جو جذبات و احساسات کا انکشاف کرواتی ہیں۔ وہ بدقسمت ذکی لوگ جو اس راہ پر چلنے کا موقع گنوا دیتے ہیں وہ زندگی بھر بالکل مفلوج لوگوں کی طرح اپنے ایک پہلو کے بغیر ہی گزارہ کرتے ہیں۔

* * * * *

صنعت، خفیہ خزانوں کا پتہ چلا کر اُنہیں کھولنے والی ایک جادو کی چابی کی طرح ہے۔ اس سے کھلنے والے دروازوں کی دوسری طرف سوچیں اپنا مخصوص لباس پہنتی ہیں اور خیالات عموماً اجسام کی صورت اختیار کرتے ہیں۔

* * * * *

اگر انسان کو سمندروں کی بے پایاں وسعتوں اور گہرائیوں میں، آسمانوں کی بلندیوں اور نیلگوں فضاؤں میں گھما پھرا کر سیر کرانے والی کوئی خیالی فاختہ ہو سکتی ہے تو وہ بھی صنعت ہے۔ صنعت کی بدولت انسان زمینوں اور آسمانوں کی وسعتوں میں بادبان کھول کر وہاں جا پہنچتا ہے جہاں سے اُسے زمان اور مکان کی قید سے آزاد فضاؤں کے تاثرات اور احساسات حاصل ہوتے ہیں۔

* * * * *

صنعت وفنون ان عوامل میں سرفہرست آتے ہیں جو انسانی احساسات کی حفاظت کر کے ہر لحہ ان احساسات کو بلند ترین ہدف دکھا کر حساس روحوں کو ایک گہرائی سے دوسری گہرائی تک پہنچاتے ہیں۔ اگر صنعت وفنون نہ ہوتے تو ہم انسان کی مداخلت اور اختراعات کی وساطت سے معرضِ وجود میں آنے والی دورِ حاضر کی دلکش اشیاء میں سے ایک بھی نہ دیکھ سکتے۔ اور وہ متعلقہ آتشیں فنکار روحیں بھی اپنی تمام تجاویز، منصوبوں اور تصورات سمیت زمین دوز ہو کر دنیا سے جا چکی ہوتیں۔

* * * * *

بنی آدم کی باطنی گہرائیوں کی منظرکشی کرنے والی سب سے پہلی تصویر فن ہے۔ جی ہاں!

Marfat.com

فن ہی کی بدولت سب سے گہرے انسانی جذبات اور خیالات، سب سے دلکش علامات، سب سے جذباتی آرزوئیں یوں قلمبند کردی گئی ہیں جیسے وہ سب ایک ہی ریکارڈ میں محفوظ کر کے ابدی بنادی گئی ہوں۔

* * * * *

ایمان کے ساتھ فن کی رفاقت ہی کی بدولت یہ پُرشکوہ دنیا تتلیوں کے پروں جیسے خوبصورت نقوش پر مشتمل دلکش اشیاء کی ایک ایسی گیلری بن چکی ہے جس میں بچھرے ہوئے گھوڑوں کی طرح عبادت گاہیں، شہادت کی انگلیوں کی طرح اگلے جہان کی طرف اشارہ کرتے محراب، سنگِ مرمر کے ماتھے پر وہ مبارک ڈیزائن اور امتیازی نشان جن میں سے ہر ایک کسی نہ کسی پیغام کا حامل ہے، قسم قسم کی خطاطی کے فن پارے، چم چم کرتے سونے کے جڑاؤ زیورات، اور کبھی ماند نہ پڑنے والی مینا کاری جیسی وہ اشیاء ہیں جنہیں دیکھ دیکھ کر کبھی جی نہیں بھرتا۔

* * * * *

حقیقی علم خود کو فن کی رفاقت میں ہی ظاہر کرتا ہے۔ جب تک کوئی شخص اپنی بنائی ہوئی فن کے نام کی کوئی شے بھی سامنے نہیں لاسکتا اُس کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ بہت کچھ جانتا ہے۔

* * * * *

انسان کی مہارتوں کے جاندار ہونے کا اُن کی فنی روح سے بڑا قریبی تعلق ہے۔ فن سے عاری ایک شخص اگر مردہ نہیں تو زندوں میں بھی شمار نہیں ہوسکتا۔

* * * * *

اگر ماہر فنکار کسی کے بڑی کوشش سے بنائے گئے تمام فن پاروں کو مروّجہ فیشن کے خلاف، ناقابلِ اعتبار یا ناپسندیدہ قرار دیتے ہیں تو اِس کی یہی وجہ ہوسکتی ہے کہ متعلقہ شخص ان فن پاروں کی شکل اور روح میں تمیز نہ کرسکا ہو۔

* * * * *

Marfat.com

لوہے کو سونے سے اور تانبے کو کانسی سے زیادہ قیمتی بنانے والی چیز فن ہے۔ جی ہاں! فن کی بدولت نہایت کم قیمت دھاتیں سونے، چاندی اور الماس سے بھی زیادہ قیمتی ہو جاتی ہیں۔

* * * * *

جس طرح ہماری سوچ کی حدود میں آنے والے تمام فنونِ لطیفہ انسان کو فنکاروں کی مبارک روحوں کی طرف سے پیش کردہ ابدی تحائف ہیں، اسی طرح ہمیں وقت بتانے والی گھڑیوں سے لے کر ان عینکوں تک جو ہماری کمزور نظر کو طاقت حاصل کرنے میں مدد دیتی ہیں، دور دراز فاصلوں کو قریب لانے والے وائرلیس اور ٹیلیفون سے لے کر دنیا بھر کے چاروں گوشوں سے آوازوں اور صورتوں کو کھینچ کر ہمارے رہائشی کمروں میں منعکس کرنے والے ٹیلی وژن تک، ہمیں ایک جگہ سے دوسری جگہ تک اٹھا کر لے جانے والی ریل گاڑیوں، بسوں اور طیاروں سے لے کر خلائی شٹل اور ہوائی جہازوں تک انسانیت کے لیے امن اور خوشحالی کا وسیلہ سمجھے جانے والے تمام ذرائع بھی اِن لطیف روحوں کے ہی کارنامے ہیں جن کے دروازے فن کے لیے کھلے ہیں۔

* * * * *

وہ تمام روحیں جن کے دروازے فن کے لیے بند ہیں اور جن کا ہونا یا نہ ہونا ایک برابر ہے، اُن کا نہ خود اُنہیں، نہ اُن کے خاندان کو اور نہ ہی اُن کی قوم کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ بلکہ وہ ایک طرح کے ایسے ناکارہ اژدھام پر مشتمل ہوتے ہیں جو فائدہ مند ہونے کی بجائے ضرر رساں بھی ہو سکتا ہے۔

* * * * *

ادبیات

ادبیات کسی قوم کی روحانی ساخت، سوچ اور عرفان کی دنیا کی ایک فصیح و بلیغ زبان ہوتی ہے۔ جن افراد کی روحانی ساخت، سوچ کا نظام، اور عرفان کی زندگی مشترک نہیں ہوتی وہ خواہ ایک ہی قوم کے افراد کیوں نہ ہوں اُن کے لیے ایک دوسرے کو سمجھنا ممکن نہیں ہوتا۔

Marfat.com

الفاظ ایک دماغ سے دوسرے دماغ تک' ایک روح سے دوسری روح تک خیالات منتقل کرنے کے اہم ترین وسیلوں میں سے ایک وسیلہ ہیں۔ جو اربابِ فکر اس وسیلے کو کامیابی سے استعمال کر سکتے ہیں اُنہیں تھوڑے ہی عرصے میں اپنی روح میں جوش کھاتے خیالات کی نمائندگی کے لیے بے شمار انسان مل جاتے ہیں اور وہ اپنے خیالات کی بنا پر زندہء جاوید ہو جاتے ہیں۔ جن لوگوں کے لیے یہ بات ممکن نہیں ہوتی وہ عمر بھر خیالات کی ٹیسیں برداشت کرتے رہنے کے باوجود اپنا کوئی نقشِ قدم پیچھے چھوڑے بغیر مرمٹ جاتے ہیں۔

* * * * *

ادبیات کی ہر نوع اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ' کہ جن میں اُس کا اپنا منفرد ساز و سامان اور ادا کا مقصد بھی شامل ہیں' بذاتِ خود بیان کی ایک راہ اور متعلقہ نوع کی مخصوص زبان ہوتی ہے۔ ہر شخص کسی حد تک سمجھتا ہو تو بھی اِس زبان کو حقیقی معنوں میں استعمال کرنے اور اُس میں کلام کرنے والے محض شاعر اور ادیب ہی ہوتے ہیں۔

* * * * *

جس طرح سونے اور چاندی کی پہچان صرف زرگر کو ہوتی ہے اِسی طرح الفاظ کے جواہرات کو بھی الفاظ کے جوہری ہی سمجھتے ہیں۔ حیوان زمین پر گرے پھول کو منہ میں لے کر چبانا شروع کر دیتے ہیں۔ یا پھر پھول کی قدر نہ جانتے ہوئے اُسے پاؤں تلے روند کر آگے نکل جاتے ہیں لیکن انسان اُسی پھول کو سونگھ کر اپنے سینے پر ٹکا لیتے ہیں۔

* * * * *

بلند خیالات اور مفہوم ہر صورت میں ذہن پر اثر انداز ہوں گے' دلوں میں ہیجان پیدا کریں گے' اور روح کی طرف سے اُنہیں خوش آمدید کہا جائے گا۔ انہیں خوش اسلوبی سے بیان کرنا چاہیے ورنہ ایک طرح کے لفظ پرست لوگ معنوں کی کمر پر پھٹے پرانے اڑتے بکھرتے لباس دیکھ کر ان کے اندر چھپے ہوئے جواہرات کی قدر و قیمت نہیں پہچان سکیں گے۔

Marfat.com

ادبیات کی غیر موجودگی میں نہ حکمت کو اس کا موجودہ پُرشکوہ مقام ملتا' نہ فلسفہ دورِ حاضر تک پہنچ سکتا' اور نہ ہی خطابت ہمارا متوقع کردار ادا کر سکتی۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ حکمت' فلسفے اور خطابت نے ادبیات کے سامنے ایک لازوال سرمائے کی طرح اپنے خزانوں کی نمائش کر کے اُسے حیاتِ ابدی حاصل کرنے میں مدد دی ہے۔

* * * * *

ادباء اور شعراء باطنی اور مادی دنیا کی خوبصورتیوں کو مشاہدے کے وسیلے سے محسوس کر کے اُنہیں بلانے میں ایک نئے نواز کی طرح ہوتے ہیں۔ اُن کی وساطت سے انسان اُس گیت کی بلند ہونے والی آوازوں کے معنی اور ماہیت کو سمجھتا ہے جو کئی گویّے مل کر گاتے ہیں۔ وگرنہ جذبات کے ذریعے اُن کی روحوں کو اپنی لپیٹ میں لینے والے شعلوں سے بے خبر کوئی شخص یہ سمجھ ہی نہیں سکتا کہ نَے کیا ہے اور نَے سے نکلنے والی فریاد کیا معنی رکھتی ہے۔

* * * * *

اگر اُس کا ماخذ پاک صاف ہو تو فن کی ہر شاخ اور فن کا ہر ٹکڑا' آب و ہوا کے مختلف طبقات کی الگ الگ خوبصورتیوں' اُن کے مخصوص پھولوں اور پھلوں' اور اُن کے ذائقوں اور خوشبوؤں کا اظہار کرنے کے لحاظ سے کم و بیش ایک ہی جیسا خوبصورت' دلکش اور نفیس ہوتا ہے۔

* * * * *

ادب کا ماجرا بھی بالکل فن کی دیگر اصناف کی طرح ہے۔ یہ بھی چھٹی حِس' اشیاء کے ساتھ یک جان ہونے' بالائے ہدف اور فوق الزمان ہونے کی کیفیت' اور اِس کیفیت (یا ابعادِ ثلاثہ) کے ذریعے ابدیت تک جا پہنچتا ہے۔ اِس لیے فنکار کے لیے یہ بات نہایت اہم ہے کہ وہ مشاہدے میں آنے اور محسوس کی جانے والی ہر شے کو پھلانگ کر عالمِ بالا سے آنے والے جھونکوں کی آمد کے لیے اپنے آپ کو کشادہ دل رکھے۔

* * * * *

Marfat.com

نظم ہو یا نثر مقاصد کے اظہار کے لیے استعمال کیا جانے والا ہر لفظ ایسا ہونا چاہیے کہ وہ جواہرات کی صندوقچی کی طرح تفکّر کے گوہر پاروں کی حفاظت کر سکے۔ الفاظ ایسے ہونے چاہئیں جو نہ سوچ کی جگہ اپنا لیں اور نہ ہی اُسے گہنا دیں۔ الفاظ کی یہ صندوقچی خواہ زمُردہی کی کیوں نہ ہو، اپنے اندر رکھی ہوئی چیز (یعنی سوچ یا مقصد) کو جتنا گہنائے گی اُتنا ہی متعلقہ الفاظ کی تاثیر اور معنی بیان کرنے کی قوت کو کم کر دے گی۔ ایسے (غیر ضروری طور پر بھڑکیلے) الفاظ کا دیرپا ہونا بھی بعید از امکان ہے۔

* * * * *

زبان، سوچ کے اظہار اور ادراک کا ایک ذریعہ ہونے کے علاوہ، فن، حسن اور ادب کے موضوعات سے بھی گہرا تعلق رکھتی ہے۔ لفظ ''ادبیات'' یقیناً زبان کے اِسی پہلو کو ظاہر کرتا ہے۔

* * * * *

ادبیات میں بنیادی عنصر معنی ہیں۔ اس لحاظ سے بھی یہ بات اہم ہے کہ جو الفاظ بھی کہے جائیں چھوٹے ہوں مگر متموّل اور بھرپور ہوں۔ بعض لوگوں نے تشبیہ، استعارہ، کنایہ، تلمیح، تکرار اور ذومعنویت (PUN) جیسے الفاظ اور اصطلاحات استعمال کی ہیں جو پرانے لوگ علم اُلبیان اور علمِ نحو سے متعلقہ موضوعات میں اِستعمال کرتے تھے۔ مگر میرے خیال میں عمیق ترین معنوں والے الفاظ کو اُن صاحبِ یقین اور ترکیب ساز دماغوں کے پاس تلاش کرنا چاہیے جو دنیا اور عقبیٰ کا یوں مطالعہ کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں جیسے یہ دونوں عالم ایک ہی حقیقت کے دو رخ ہوں۔ اور ایسے الفاظ کو اُن پُرہیجان روحوں میں ڈھونڈنا چاہیے جو الہام کے وسیلے سے جوش میں آجاتی ہیں۔

* * * * *

جس طرح کرہِ ارض پر علیحدٰہ علیحدٰہ معاشرے اور ثقافتیں موجود ہیں اِسی طرح ادبیات کی الگ الگ قسموں کا موجود ہونا بھی ایک قدرتی امر ہے۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ اپنی روح میں پوشیدہ ادب، حُسن کی محبت، اور فطرت کی کتاب سے متعلق خاکے اور نغمات کے وسیلے سے ادبیات کے اِس تنوّع ہی میں وحدت بھی پائی جاتی ہے اور ہمہ گیری کی خاصیت بھی۔

Marfat.com

دیوان ادبیات، جو مختلف ثقافتوں اور تہذیبوں کے گہوارے میں پل کر پختگی کی سطح تک پہنچتی ہے، یہ بعض لوگوں کو مشکل، بیجا آرائش میں ڈوبی ہوئی اور لایعنی دکھائی دیتی ہے۔ مگر اس نقطہِ نظر کے اسباب، ہمیں خود اپنے محدود اُفق میں ڈھونڈنے چاہئیں۔ میں یہ کہتے ہوئے معذرت خواہ ہوں کہ وہ ادب جس کا خمیر اُن بہادروں کے پُر ہیجان سینوں میں اٹھایا گیا ہو جو کتاب و سنّت کے سماوی ماحول میں عالمِ بالا سے اترنے والے نور کو ابد تک اپنے دلوں میں سنبھال کر رکھنے کا مُصمّم ارادہ کر چکے ہوں اور جن کی بلند قامت روحیں سارے عالموں کو ایک نئی شکل دینے کے اِرادے سے جوش و خروش میں رہتی ہوں، کیا اس بات کا کوئی امکان ہو سکتا ہے کہ ایسے ادب کو وہ لوگ سمجھ سکیں جو ایک مردہ دَور کے بے جان جنازے ہیں۔۔۔۔؟!

* * * * *

ہر حقیقت پہلے انسان کی روح میں ایک خصوصی حیثیت سے ظاہر ہوتی ہے اور پھر محسوس کی جاتی ہے، اور اس کے بعد اس میں الفاظ سے، قلم سے اور ہتھوڑے سے جان ڈالی جاتی ہے، اُسے بلوری شکل دی جاتی ہے، اور اُسے نقطہ نقطہ، لکیر لکیر جوڑ کر فنی اثر کے چہرے پر یا کسی فنی اثر کی شکل میں ظاہر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایسے فنی اثر کے فوق الزمان اور فوق اُلمکان حدود تک پہنچنے کا تعلق مکمل طور پر یقین اور اُس یقین کے عشق کی سطح سے ہے۔

* * * * *

ایک ہی ماحول اور ایک ہی ملک کے انسانوں کے درمیان بھی بعض اوقات ادبی بیگانگی اور کشیدگی پائی جا سکتی ہے۔ یہ محض ظاہری تفاوت ہے جس کا سبب مختلف اشیاء اور حوادث کے بارے میں لوگوں کے نقطۂ نظر کا باہمی فرق ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ تفاوت لوگوں کے اعتقاد اور دیگر اقدار کو قبول کرنے یا نہ کرنے کے باعث بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ جس طرح پہاڑ کی چوٹی پر رہنے والوں کے نزدیک گہری وادی کے رہائشیوں کے نغمے بے معنی بڑبڑاہٹ ہوتے ہیں اِسی طرح گہری وادی کے باشندوں کے نزدیک پہاڑ کی چوٹی پر رہنے والوں کے الفاظ بھی بڑبڑاہٹ سمجھے جا سکتے ہیں۔

Marfat.com

ایک اچھے فن پارے کا' اُسے معرضِ وجود میں لانے والے عناصر کی کاملیّت سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ اِن عناصر کی کاملیّت کا تعلق اُن افراد کی کاملیّت سے ہوتا ہے جو اُن عناصر کا جزو ہوتے ہیں۔ جہاں گودا (جوہر) ہی صحیح سالم نہ ہو وہاں پاک صاف حِس کی موجودگی بعید از امکان ہوتی ہے۔ اور جہاں پاک صاف حِس موجود نہ ہو وہاں شعلوں اور دہکتے رہنے والے انگاروں سے فن پارے تخلیق کرنا بھی ناممکن ہوتا ہے۔

* * * * *

ہر فنکار کی طرح ادیب بھی کائنات کی حقیقتوں میں رنگ بھرتے' اُنہیں ظاہری شکل دیتے' اور اُن کی نوک پلک سنوارتے ہوئے ہمیشہ اپنی ذات سے متعلقہ مواد کی تلاش میں رہتا ہے۔ جس روز اُسے اپنا مطلوبہ مواد مل جاتا ہے اور وہ اس کا اظہار کر لیتا ہے اُس روز وہ اپنا قلم توڑ دیتا ہے' برش پھینک دیتا ہے' اور خود محوِ حیرت و تحسین ہو کر آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ اِسی لیے سب سے بڑے فنکاروں کی تلاش حق تعالیٰ کے اُن بندوں میں کی جانی چاہیے جو اُس کے وفادار مفکّر ہوں اور ایک حساس زندگی بسر کرتے ہوں۔

* * * * *

شعر و شاعری

شعر' کائنات کی روح میں پوشیدہ حُسن اور تناسب' ہستی کے چہرے کے تبسم اور دل خوش کن کیفیت کے شاعرانہ روحوں کی طرف سے اظہار کے سوا کوئی شے نہیں۔ اِن بلند روح انسانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کے دل ایک دوات اور روح اُلامین کے سانس اُن کی روشنائی بن چکے ہیں۔

* * * * *

Marfat.com

شعر اگلی دنیا کی تلاش کی راہ میں سنی جانے والی ہاؤ ہُو یا اس مقصد کے لیے منتخب شدہ استقامت کے کراہنے کی آواز ہے۔ شعر کی صدا اور نغمے بعض اوقات محض غرغرانے کی طرح اور بعض اوقات لطیف سے لطیف شکل میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اِس کا انحصا انسان کی اپنی باطنی گہرائی پر اور روح کی اُس حالت پر ہے جس میں انسان جی رہا ہوتا ہے۔ اِس اعتبار سے بھی شعر سے متعلق ہر آواز کو اچھی طرح سمجھنے کا انحصار اِس بات پر ہوتا ہے کہ جب وہ شعر زبان پر آتا ہے تو اُس وقت روح کی کیا حالت ہوتی ہے۔ صرف زبان پر آتے وقت روح کی جو حالت ہوتی ہے اُسے ہی پوری طرح سمجھا جاسکتا ہے۔

شعر، شاعر کی بصیرت اور تاثرات پر اثر انداز ہونے والے عقیدے، ثقافت اور طرزِ خیال کے مطابق معرضِ وجود میں آتا ہے اور اُسی کے مطابق ساخت اختیار کرتا ہے۔ اِن کے علاوہ اُسے گہرائی بہم پہنچا کر فوق اِلادراک سطح تک پہنچانے والا واحد سرچشمہ الہام ہے۔ الہام کے باعث جوش میں آنے والے دل میں ذرّہ سورج بن جاتا ہے اور قطرہ دریا۔

* * * * *

شعر میں عقل اور تخیل کا کردار کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو، اُس کا ایک گہرا پہلو وہ بھی ہوتا ہے جو اسے انسان کا دل اپنی ہی طرف سے دیتا ہے۔ فُضولی کے الفاظ میں: ''میرا سخن ہی لشکرِ شعراء کا علمبردار ہے''۔ دل میں پھوٹنے والی سوچوں کو جب خیالات کے پر لگ جاتے ہیں تو وہ ابدیت کے دروازوں پر زور آزمائی شروع کر دیتی ہیں۔

* * * * *

شعر حالِ حاضر کو روشن کرنے والا ایک شعلہ، مستقبل کی طرف روشنی ڈالنے والا ایک پروجیکٹر، اور اگلی دنیا کے سرچشمے سے نکلنے والی عشق اور ہیجان کی موسیقی کی ایک دُھن ہے۔ حقیقی شعروں کے ماحول میں آنکھیں روشنی کے پاس جا پہنچتی ہیں، دوری نزدیکی میں بدل جاتی ہے، اور روح کی رسائی ایسے عزم و شوق تک ہو جاتی ہے جو کبھی نہیں بُجھتا۔

Marfat.com

شعر بھی بالکل مناجات کی طرح انسان کی باطنی دنیا میں آنے والے جوار بھاٹوں اور شوق وحُزن کی کیفیتوں کو زبان پر لاتے ہیں اور شاعر کی اُس ''عظیم حقیقت'' کے ساتھ اِرتکاز کے لحاظ سے لاہوتی سانسوں کی طرح آتے رہتے ہیں۔ دراصل ہر مناجات ایک شعر اور ہر شعر ایک مناجات ہے۔ چنانچہ مناسب ہوگا اگر شعر ابدیت کی طرف پر تول کر اُڑنا جانتا ہو۔

* * * * *

جو شعر ابدیت کی سوچ میں پروان چڑھا ہو اور دل کے پروں اور روح کی قوت کے زور سے سوچ کی فضاؤں میں اُڑتا ہو وہ علوم کی طرح مثبت سوچ پر زیادہ اعتبار نہیں کرتا۔ متعلقہ موضوع کے ساتھ اُس کا تعلق ایک وسیلے کے طور پر ہوتا ہے۔ اُس کا ایک ہی ہدف ہوتا ہے اور وہ ہے غیر مادی شے رہستی کی تلاش کر کے اُس کا شکار کرنا۔ اگر شعر میں ہر اُس شے کا تصور کیا جا سکتا ہو جو محسوس کی جا سکتی ہے اور جس کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے' اور اگر تصورات تنقید کے عمل سے بغیر کاٹ چھانٹ کے گزر سکتے ہیں' اور پھر اگر شاعر کی اندرونی دنیا میں ہوا کے ایک جھونکے کی طرح ظاہر ہو جانے والے یہ خفیہ عناصر الفاظ اور جملوں کی شکل میں سانس لینا شروع کرنے تک اپنے وجود اور زیست کی حفاظت کر سکتے ہیں تو ان شعروں کے ہمیشہ تازہ دَم اور زندۂ جاوید رہنے میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے۔ بصورتِ دیگر زبرجد جڑی ہوئی تانبے کی ایک انگوٹھی' یا کوئلہ جڑے ہیروں کے ایک ہار میں اور شعر کے نام سے پیش کیئے جانے والے مواد میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔

* * * * *

چونکہ شعر کا ہدف اُس ''گمنام ہستی'' کی تلاش ہے' اس لیے شعر ایک ایسی آواز کی طرح ہوتا ہے جو مشکل سے سمجھی جا سکتی ہے اور جو کثیرالبعود ہوتی ہے' جس کی سوچ دھندلے دھندلے اسرار پر مشتمل ہوتی ہے' وہ جن راہوں سے گزرتا ہے وہ بے حد تاریک ہوتی ہیں اور جو ایسی اقلیم سے آتی ہیں جس کی متعدد اطراف بند ہوتی ہیں۔ اِسی وجہ سے حقیقی شعر کے ہر لفظ اور ہر جملے میں' ایک ایسے سیاح کے مشاہدات اور تاثرات کو محسوس کیا جا سکتا ہے جو کسی پراسرار محل میں ہر

Marfat.com

آواز اور ہر تاثر پر ورطۂ حیرت میں چلا جاتا ہے۔

* * * * *

شعر ایک دل کی دھڑکن' ایک روح کا ہیجان اور آنکھوں کا ایک آنسو ہے۔ اور آنسو بھی تو دراصل وہ حقیقی شعر ہی ہوتے ہیں جو بغاوت میں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

* * * * *

شعر' شعراء کے کبھی نہ مُرجھانے والے ایک طرح کے پھول ہیں اور ان پھولوں کی ہر سُو پھیلنے والی خوشبو ہیں۔ جن پھولوں کی مٹی پاک صاف ہو' پانی صاف شفاف ہو' اور بیج بھی مستند ہوں تو پھر اُن پھولوں کے رنگوں اور خوشبو سے کبھی جی نہیں بھرتا۔

* * * * *

بغیر سمجھے بوجھے کچھ کہنے والوں کی نسبت اُن شاعروں کی تعداد بھی کوئی کم نہیں ہے جو بغیر کچھ کہے سب کچھ سمجھ جاتے ہیں۔ پہلی قسم کے شاعروں کی لاف و گذاف کا بدل' دوسری قسم کے شاعروں کی شاعرانہ نگاہیں اور خیالات' الفاظ اور جملوں کی ضرورت کے بغیر ہی انسان کو بہت سی چیزیں بتا سکتے ہیں۔

* * * * *

شعروں کو محض اُن کے الفاظ کی موزونیت کی بناء پر پرکھنا غلط ہے۔ کیونکہ نثر کے بے شمار کلمات ایسے ہیں جو روح کے لیے پرکشش ہوتے ہیں' اور جن کا مضمون اور بیان دلوں میں حیرت اور تحیّر جگا دیتا ہے۔ اِن میں سے ہر لفظ بذاتِ خود ایک ایک شعر کی یادگار ہوتا ہے۔

* * * * *

فن کی ہر شاخ کی طرح شعر بھی اگر نتیجے کے اعتبار سے لامتناہیت کے ساتھ اچھی طرح بغل گیر نہ ہو تو وہ بانجھ ہوگا' بجھا بجھا ہوگا۔ انسانی روح جو لامتناہیت کے حُسن و جمال کی شیدائی ہوتی ہے' انسان کا دل جو لامتناہیت سے محبت کرتا ہے' انسان کا ضمیر جس کی تسلی ہی ابد اور ابدیت کے بغیر نہیں ہوتی' یہ سب ہر وقت فنکار کے کانوں میں سرگوشیاں کر کے اُسے اگلی دنیا کو

Marfat.com

کریدنے پر اکساتے رہتے ہیں۔ جو فنکار دل، روح، اور ضمیر سے بلند ہونے والی اِس کراہتی آواز اور اشتیاق کے اظہار کو محسوس نہیں کرتے وہ ساری زندگی اُس جھالر والے پردے کے دوسری طرف دیکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

* * * * *

جس شعر میں معنی پر شکل کو اور شکل پر معنی کو قربان نہ کیا جائے، اِس کے برعکس دونوں محاذوں پر جسم اور روح کے تعلق کو قائم رکھتے ہوئے شعر ترتیب دیا جا سکے تو اُس حالت میں شعر ہر ضمیر کا پسندیدہ اور طبعی آہنگ حاصل کر لیتا ہے۔ ایسے شعر کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ شاعر کا تخیّل اِس شعر کے لیے کوئی اور امتیازی خصوصیت پیش کر سکتا تھا۔

* * * * *

شعر کا ایک ظاہری چہرہ بھی ہوتا ہے کہ جس میں زیادہ تر کلمات، جملے، میزان، ادا جیسی خصوصیات حاکم ہوتی ہیں۔ جہاں تک شعر کے باطنی چہرے کا تعلق ہے اُس میں روح، شاعر کے عالمِ باطنی میں مائع لگے ہوئے خیالات کے اظہار کے لیے کہیں پھولوں کے چہروں اور تتلیوں کے پروں جیسے نہایت آرائشی اور ظریف جملے ڈھونڈتی ہے، کہیں شعلوں کی طرح ہر گرنے والی جگہ کو جلا دینے والے آتشیں کلمات، اور کہیں نَے کی فریادوں کی متوازن آہیں پیدا کرنے والے الفاظ تلاش کرتی ہے۔ انھیں پا لینے کے بعد ان سب کو مناسب مقامات پر جوڑ دیتی ہے۔ اسے ہم شعر کا موسیقی میں بدل جانا بھی کہہ سکتے ہیں۔

* * * * *

شعر کے سرچشموں میں سب سے بڑا سرچشمہ راز اور اشارے کنائے ہوتے ہیں۔ یہ شعر میں وسعت اور احاطے کا ایسا احساس پیدا کرتے ہیں جو حقیقت میں اُس میں ہوتا ہی نہیں ہے۔ مگر یہ احاطہ پھر بھی شعر کے تقدس کے اندر اندر، اُس کی دیواروں کے درمیان محدود رہتا ہے۔ شعر میل ملاپ کے بازوؤں میں ابعاد حاصل کر کے معنوں کی رنگ برنگی اقلیموں کی سمت میں پھیلتے پھیلتے وسیع سے وسیع تر ہوتے چلے جاتے ہیں مگر پھر بھی شعر ہی رہتے ہیں۔

Marfat.com

شعر پر ایک ایسا رنگ غالب ہوتا ہے جو بنیادی طور پر تخیّل اور تاثر کے باہمی امتزاج سے پیدا ہوتا ہے۔لیکن انسان کی ساخت میں موجود ایک دماغی غدّے کی طرح تخیّل اور احساس کے پیچھے ان پر حکم چلانے والے اور ہر نقطے پر اپنے آپ کو محسوس کروانے والے نیت اور بینائی جیسے دو اہم عناصر بھی موجود ہوتے ہیں۔ یہ عناصر تمام شعروں اور مصرعوں میں اپنا رنگ منعکس کرتے ہیں جہاں بھی تخیّل کا پاؤں لڑکھڑاتا ہے یہ عناصر اُسے ہاتھ سے پکڑ کر احساس کے آگے آگے ایک جادوئی چراغ کی طرح راہوں پر روشنی بکھیرتے جاتے ہیں۔

* * * * *

شعر جس معاشرے میں اپنے کینے' نفرت' ہیجان' اضطراب' امیدوں اور انکسار سمیت بیج سے نکل کر پھلتے پھولتے ہیں اُسی معاشرے کے سانس کی مانند ہوتے ہیں۔ جبکہ شاعر کبھی اُسی معاشرے کی سانس کی نالی اور پھیپھڑوں کی طرح' اور کبھی اُس کی زبان اور ہونٹوں کی طرح ہوتا ہے۔اِس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ہر شعر کے بارے میں کچھ کہنے سے پیشتر اُس معاشرے کی خصوصیات کا مطالعہ کرنا ضروری ہے جس میں وہ شعر اپنے بیج سے نکل کر پھلا پھولا ہو اور جس نے شعر کی تشکیل کا مواد مہیا کیا ہو۔ ورنہ اگر اُس معاشرے کی خصوصیات کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا جائے جو شعر کی دایہ کا کردار ادا کرتا رہا ہے تو پھر اس شعر کے بارے میں کچھ سمجھ سکنا خاصا مشکل کام ہوگا۔

* * * * *

حیات اور روح

حیات ایک خدائی بھید ہے۔ اِس کی ماہیت صرف وہی جانتے ہیں جو حق تعالیٰ کے بھیدوں سے آشنا ہیں۔

* * * * *

حیاتِ مطلق ایک جسمانی زندگی ہے۔جسم کی حرارت اور دَم خَم سب فطری ہیں اور یہ

Marfat.com

پیٹ میں جانے والی غذا کے خون اور انرجی میں تبدیل ہونے کے عمل سے حاصل ہوتے ہیں۔

* * * * *

مادی حیات کا مقصد، حرکت اور طاقت جیسے بعض جسمانی فرائض انجام دینا ہے۔ اس قسم کی زندگی کے لحاظ سے انسان اور حیوان میں بالکل کوئی فرق نہیں ہے۔ لیکن حقیقی انسانی زندگی وہ زندگی ہے جس میں شعور، اِدراک، اور مابعد الحیات کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ اور اصلی حیات بھی یہی ہے۔

* * * * *

حیات کا مطلب روح نہیں ہے۔ یہ تو ایک جسمانی زندگی ہے۔ جہاں تک روح کا تعلق ہے تو وہ ایک ایسی لطیف ہستی ہے جس کی نہ تحلیل ممکن ہے نہ تقسیم۔ جو مادی خصوصیات سے مختلف ہے، جو باشعور ''قانونِ امری'' ہے۔

* * * * *

روح کا جسم کے ساتھ تعلق زندگی کے ساتھ ہی قائم رہتا ہے۔ زندگی کے جسم سے جدا ہوتے ہی روح بھی جدا ہو کر چلی جاتی ہے۔ زندگی محو ہو کر بجھ جاتی ہے، مگر روح اللہ جلِ جلالہٗ کے زندہ رکھنے سے ابد تک زندہ رہتی ہے۔

* * * * *

حیات کا سرچشمہ فطرت ہے اور اس کے اسباب قدرت مہیا کرتی ہے جبکہ روح ایک خدائی تحفہ ہے جو فطرت اور قدرت سے مبرّا اپنی ذاتی پہچان کی مالک ہے۔ حیات فانی ہے، موت کی طابع ہے، مگر روح غیر فانی ہے اور اس میں ابدیت کی ادا پائی جاتی ہے۔

* * * * *

روح، ذہنی نظام سے بالاتر ہو کر بذاتِ خود اِدراک کرنے والا، محسوس کرنے والا اور اپنی مرضی کی خواہش یا آرزو کرنے والا ایک وجود ہے۔ اس کا جسم سے تعلق وقتی طور پر رہائش پذیر ایک ہمسایہ ہونے اور ایک ہی تقدیر کے تابع ہونے پر مشتمل ہے۔

Marfat.com

روح ایک لایموت ہستی ہے جو موت سے متاثر ہوئے بغیر' با آسانی قبر کے گڑھے کو عبور کر جاتی ہے' جو برزخ اور محشر کی اونچ نیچ میں پھنسے بغیر جہنم اور جنت کی ابدیت تک پہنچ جاتی ہے۔

روح بعض اوقات انسانی شکل میں' بعض اوقات ایک ہلکی سی دھند کی شکل میں' اور بعض اوقات کسی دوسری قسم کی خصوصیت کے ساتھ خود کو دھندلے آئینوں میں' خوابوں میں' یا خیالی پیکروں میں منعکس کرتی ہے اور فرشتوں کی طرح خیر اور فلاح کی برکتوں کے ساتھ' یا شیطانوں کی طرح شرّ کے ساتھ' بدیوں کے ہمراہ گڈمڈ ہوتی دکھائی دیتی ہے۔

* * * * *

حقیقی حیات وہ ہے جس میں روحانی اور جسمانی حیات ایک دوسری کے شانہ بشانہ اور معمولی سے فرق کے ساتھ برابر برابر چل رہی ہوں۔ اس قسم کی زندگی بیک وقت اس دنیا میں حقیقی انسانی حیات کے لیے سنبل کے بیج کا کام کرتی ہے اور اگلی دنیا میں ایسی جنتی زندگی بن جاتی ہے جس میں یہ گچھوں کے گچھے پھل دینے والے پودوں کی طرح نشو ونما پاتی ہے۔

* * * * *

شعور اور پاکیزگی قلبی حیات کا نتیجہ ہوتی ہیں۔

* * * * *

جو لوگ اپنی زندگی کو سنجیدگی سے نہیں گزارتے اُن کی قلبی حیات نہیں ہو سکتی۔۔۔ اُن کا پریشانی کے آنسو بہانا ایک الگ جھوٹ ہوتا ہے۔

* * * * *

ہر انسان کے اس دنیا میں آنے کی گھڑی کے ساتھ ہی اُسے حقیقی حیات اور حیوانی حیات امانت کے طور پر ایک دوسری سے لپٹی ہوئی شکل میں اس مقصد کے لئے ملتی ہیں کہ وہ ان کے مختلف پہلوؤں کا انکشاف کرے۔ جب تک روح اور بدن کا تعلق بگڑ نہیں جاتا یہ کام ہر انسان کی ذمہ داری رہتا ہے۔

* * * * *

Marfat.com

انسان حیوانی حیات کے اعتبار سے حیوانوں کے ساتھ اور روحانی حیات کے لحاظ سے ملائکہ کے ساتھ یک جان اور دکھ درد کا ساتھی ہوتا ہے۔ جو لوگ اپنی ذاتی استعداد اور قوتِ متحرکہ کا جائزہ لے سکتے ہیں' ان کی قسمت میں لکھا ہوتا ہے کہ وہ وقت گزرنے کے ساتھ فرشتہ بن جائیں گے۔ اسی طرح جو لوگ اپنی ان خصلتوں کو کند کر دیتے ہیں یہاں تک کہ بدی کے کثرتِ استعمال سے اُسے ایک تخریبی عنصر بنا ڈالتے ہیں اُن کا جلدی یا بدیر حیوانوں سے بھی زیادہ گہری پستی میں گر جانا' بلکہ شیاطین میں تبدیل ہو جانا بھی ناگزیر ہے۔

* * * * *

معجزہ اور کرامت

جو شخص معجزوں پر یقین نہیں رکھتا وہ گویا ابھی تک اللہ تعالیٰ اور اُس کی قدرت کی قدر نہیں کر سکا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ''معجزے سے چاند کے ٹکڑے نہیں کیئے جا سکتے'' وہ اس سے یہ معنی لیتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ چاند کو ٹکڑے ٹکڑے نہیں کر سکتا''۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ''مردے زندہ نہیں کیئے جا سکتے'' ان کا دعویٰ یہی ہوتا ہے کہ اللہ یہ کام نہیں کر سکتا۔

* * * * *

کرامت ایک فوق العادت قوت ہے جو ولیوں میں ظہور پذیر ہوتی ہے اور جو پیغمبروں کے معجزوں اور اُن کی پیغمبری کی تائید کا وسیلہ بنتی ہے۔

* * * * *

کرامت ایک خدائی تحفہ ہے جو وہ دوستانِ حق پیش کرتے ہیں جو پیغمبر ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے اور جسے صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو انسان کو سمجھ سکتے ہیں۔

* * * * *

ولایت' اللہ سے محبت کرنے اور اللہ کی طرف سے محبت کئے جانے کا مقام ہے۔ اللہ اپنے در کے ان بندگانِ صادق کو ایسے ایسے لطف و احسانات سے نوازتا ہے جو کسی کی عقل یا خیال

Marfat.com

میں بھی نہیں سما سکتے۔ان احسانات کو اللہ جس طرح چاہے عوام کے سامنے ظاہر کر دے اور جس طرح چاہے صدف کے اندر پوشیدہ موتیوں کی طرح آخری منزل کے اختتام تک پوشیدہ رکھے' خود اُن سے بھی اور دوسروں سے بھی۔

* * * * *

عام انسانوں کی حِس' اِدراک' اور سمجھ کی سطح سے بہت بلند سطح کے تحائف کے مستحق بلند قامت لوگ ایک لحاظ سے پیغمبری کی حقیقت کے سائے کی نمائندگی کرتے ہیں۔ان کے اور عام انسانوں کے مابین فاصلے بھی اسی لحاظ سے کم یا زیادہ ہوتے ہیں۔

* * * * *

ولی کے معنی ہیں صاحبِ حکمت۔حکمت فلسفے سے جتنی بلند تر ہوتی ہے ولی بھی فلسفیوں سے اتنا ہی بلند تر ہوتا ہے۔یہاں تک کہ ان کی اس بلندی کا تخمینہ بھی نہیں لگایا جا سکتا۔

* * * * *

خواب

خواب اُن مشاہدات پر مشتمل ہوتے ہیں جو عالمِ حقیقت کی جانب کھلنے والی کھڑکیوں میں سے نظر آنے والے واقعات (جو ماضی میں پیش آ چکے ہیں یا مستقبل میں پیش آئیں گے) کے ہو بہو یا بعض حالات میں مختلف اشارات کے ذریعے سامنے آتے ہیں۔انسان کا ذہن' مختلف قسم کے دباؤ اور پیش بینی سے جس قدر دور ہوتا ہے اُتنا ہی اُس کا ہر خواب ماورا الحیات سے آنے والی ایک روشنی' ایک اشارے کی طرح اُس کے آگے پھیلے ہوئے اندھیروں کو روشن کر کے اُسے راہ دکھا سکتا ہے۔

* * * * *

Marfat.com

خوابوں میں آنکھوں، مادے اور روشنی کی ضرورت محسوس کئے بغیر، دکھائی دینے والی اشیاء بصیرت اور روح کے ادراک کے ذریعے محسوس کی جاسکتی ہیں۔ لہٰذا اکثر اوقات خواب انسان کو ایسی خوبصورت اور وسیع پیمانے کی اشیاء دکھا سکتے ہیں جنہیں وہ ہوش کی حالت میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ اس طرح کی مثالوں کی کوئی کمی نہیں جن میں صرف ایک ہی خواب کل، آج اور مستقبل کے متعلق اس قدر وسیع معلومات فراہم کردیتا ہے کہ ان کا بیان کئی کتابوں میں بھی نہیں سما سکتا۔

* * * * *

وہ لوگ جنہوں نے کبھی خواب نہ دیکھا ہو ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس اعتبار سے بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ خواب روح کا طبعی مشاہدہ ہے۔ اس مشاہدے کے ذریعے انسان عموماً جسمانی حدود سے باہر رہتے ہوئے ایک مکمل طور پر علیحدہ بُعد میں زندہ رہتا ہے جہاں اُس کی رسائی خدا جانے قدرت کے کتنے رازوں تک ہوسکتی ہے۔

* * * * *

ایک ہی قسم کے خواب نظر آنا اس قدر عام ہے کہ اگر ہر شخص اپنے دیکھے ہوئے خوابوں کی محض تعبیر بتانے والوں کی توثیق کرسکتا تو اسی سے کتابوں کی جلدوں کی جلدیں معرضِ وجود میں آجاتیں۔

* * * * *

ہر پاک و صاف دل کی استعداد کے مطابق عالمِ ماورا سے سرک کر انسان کے مشاہدے کے اُفق پر اتر آنے والے کس قدر خواب ہیں کہ جن میں داخل ہوکر دل سیاحت کرتا ہے، اور ایک گلاب کے باغ جیسے ان خوابوں کے باغوں میں بہتے کوثر کے چشموں تک پہنچ کر جی بھر کر اپنی پیاس بجھاتا ہے، ابدیت میں کھلنے والے اس مخفی راستے میں ایسے ایسے مناظر کا مشاہدہ کرکے آپے سے باہر ہوجاتا ہے جنہیں نہ کبھی کسی کی آنکھوں نے دیکھا اور نہ کسی کے کانوں نے سنا، اور جن کا تصور کرنے سے بھی روح عاجز ہوجاتی ہے۔

* * * * *

Marfat.com

خوابوں ہی کی بدولت ہم قلب اور بصیرت جیسی اپنی دو الگ الگ صلاحیتوں کی موجودگی کا اِدراک کرتے ہیں اور جسمانی بعودِ ثلاثہ کی قید اور جیل خانے سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ دراصل وہ بلند روحیں جو حقیقت کے ساتھ یک جان ہو چکی ہوں' اُنہیں ماورا الحیات کے مشاہدے کے لیئے خوابوں کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ ایسے لوگ ہر وقت اُس دنیا اور اِس عالم کو ایک ساتھ دیکھتے ہیں اور ابدیت کی خوبصورتیوں کے ہمراہ مست و مخمور زندگی بسر کرتے ہیں۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ یہ در ہر ایک کے لیے کھلا نہیں ہوتا اور جن کے لیے کھلا ہوتا ہے اُن کے لیے بھی نہایت سنجیدہ جہاد اور روحانی تجربات کے بعد کھلتا ہے۔

* * * * *

بعض لوگ انسانی ذہن کو گندگی کے ایک ایسے ڈھیر کی طرح سمجھتے ہیں جس میں حقیر ترین اشیاء ایک دوسری میں گھل مل کر مغلوبہ بن چکی ہوں یا اس موضوع پر اپنی تحقیقات کو حیوانی احساسات کی مُبہم دنیاؤں میں ڈھونڈتے پھرتے ہیں' اور خوابوں کو محض تحت الشعور میں رنگ رلیاں منانے والے جن بھوتوں کے ایک کاروان کی شکل میں دیکھتے اور دوسروں کو دکھاتے ہیں۔ حالانکہ خواب ہزاروں الہاموں کا واضح سرچشمہ بنتے چلے آ رہے ہیں۔ ہزاروں موجد اور یارانِ حق ایسے ہیں جنہیں اُن کا پہلا الہام خوابوں ہی میں ملا تھا۔ یہ موخر الذِکر لوگ ہمیشہ عالمِ رویاء کے اس فیاض اور بابرکت ماحول کے شکرگزار رہیں گے۔

* * * * *

جس روحِ معظم نے دنیا کو روشنی میں ڈبویا ہوا ہے' وہ معرفت کے سمندروں میں خوابوں کے بادبان کھولے گھومتے پھرتے ہوئے بھی جگہ جگہ اس پہلی مبارک سیڑھی کی طرف لَوٹ کر اس مبارک نرسری (یعنی خوابوں کی دنیا) کی سیاحت کو جاتے رہے' جو پیغمبری کے چالیس سے زائد شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے۔

* * * * *

Marfat.com

عشق

عشق، رحمتِ ابدی کی طرف سے اولادِ آدم کو عطا کی جانے والی سب سے خفیہ نوازشوں میں سے ایک ہے۔ یہ تقریباً ہر فرد میں ایک مرکز، ایک تخم کی صورت میں موجود ہوتا ہے۔ مساعدِ شرائط کی حد تک یہ تُخم درختوں کی طرح شاخیں اور ٹہنیاں نکالتا ہے، پھولوں کی طرح کھلتا ہے اور پھلوں کی طرح ابتدا اور انتہا کو ایک نقطے پر لا کر حلقۂ تکمیل کو مکمل کرتا ہے۔

* * * * *

عشق، آنکھوں، کانوں اور قلب کے راستے ایک احساس کی طرح بہتا ہوا انسان کی باطنی دنیا میں پہنچ جاتا ہے اور وصال ہونے تک ایک دریائی بند کے پانی کی طرح چڑھتا رہتا ہے، ایک گلیشیئر کی طرح بڑا ہوتا رہتا ہے، اور ایک شعلے کی طرح انسان کے ہر پہلو کو اپنی لپیٹ میں لیتا جاتا ہے۔ جب عشق وصال کے نقطے تک پہنچ جاتا ہے تو ہر شے ساکن اور مدھم ہونا شروع ہو جاتی ہے، آگ بجھ جاتی ہے، ڈیم خالی ہو جاتا ہے، اور گلیشیئر بھی پگھل پگھل کر نا پید ہو جاتا ہے۔

* * * * *

عشق جو پیدائش کے وقت سے ہی ایک مرکز اور معنی کی شکل میں تقریباً ہر انسان کی روح کا ایک اہم پہلو ہوتا ہے، اُسے اپنا حقیقی لہجہ اور رنگ اُس وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ اپنے آپ کو حقیقی عشق (یعنی عشقِ اِلٰہی) میں تبدیل کر لیتا ہے۔ یہ لہجہ اور رنگ ملنے کے بعد وہ ابدیت حاصل کر لیتا ہے اور وصال کی دہلیز پر پہنچ کر خود کو ایک پاک وصاف لذت میں تبدیل کر لیتا ہے۔

* * * * *

اولادِ آدم کے لیے تجلیاتِ حق کے لیے کھلی رہنے والی طور کی چوٹی دل ہے۔ دلوں کا اِن تجلیات اور اِن کے وسیلے سے اللہ جلِّ جلالہٗ کے عشق کا مظہر ہونے کی سب سے آشکار علامت خالقِ اعظم کے لیے انسان کا وہ عشق اور اشتیاق ہے جو اس کے سینے میں پنہاں ہوتا ہے۔

* * * * *

Marfat.com

انسان کو اُفقِ کامل تک پہنچانے کی راہوں میں سے سب سے یقینی، نزدیک ترین اور سب سے صحتمند راہ، راہِ عشق ہے۔ جو راہیں عشق اور اشتیاق کے لیے کھلی نہ ہوں اُن کے ذریعے اُس اُفق کامل تک پہنچنا خاصہ مشکل کام ہے۔ چناچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ حقیقت تک رسائی کے لیے ''عجز و فقر، شوق و شُکر'' کی راہ کے علاوہ راہِ عشق جیسی دوسری کوئی اور راہ نہیں ہے۔

* * * * *

عشق وہ بُراق ہے جو جنابِ حق تعالیٰ نے ہمیں جنتِ گم گشتہ کو تلاش کرنے کا راستہ طے کرنے کے لیے عطا کی ہے۔ اور یہ وہ بُراق ہے جس کے سواروں میں سے آج تک کوئی بھی ایسا نہیں ہوا جو راستے ہی میں رہ گیا ہو۔ البتہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اِس سماوی بُراق کی پیٹھ پر سوار لوگوں کو ''سڑک کے کنارے کنارے'' پیدل چلتے عیاشی اور نشے میں مدہوش لوگوں کا دکھائی دینا بھی بعید از قیاس نہیں ہے۔ لیکن اس معاملے کا تعلق تمام تر اُن کے اور حق تعالیٰ کے باہمی تعلقات کے معیار سے ہے۔

* * * * *

عشق چونکہ انسان کو مکمل طور پر جلا کر راکھ کر دیتا ہے اس لیے آئندہ اُسے نہ اس دنیا کی آگ کے شعلے جلا سکیں گے اور نہ ہی عقبیٰ کی نارِ جہنم۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ دو سلامتیاں اور دو خوف، دو اشتیاق اور دو اضطراب ایک ہی وقت میں ایک ہی انسان میں نہیں پائے جا سکتے۔ اِس بنیادی اصول کے مطابق، ساری زندگی میں اپنا سینہ عشق کی آگ کے سامنے کُھلا رکھنے والے، اپنی باطنی دنیا میں جہنم کی آگ سے مقابلہ کرنے والے لوگوں کا اُسی اضطراب اور اُسی الم میں دوبارہ زندگی گزارنا بعید از عقل ہے۔۔۔

* * * * *

عشق، انسان کو اپنی ہستی بھلا کر اپنے محبوب کی ہستی سے یک جان کر دیتا ہے۔ انسان کے دل کو کسی غرض اور بدلے کے بغیر محض معشوق کا طالب بنا دینا، اُسی کی آرزو اور خواہش میں پگھل کر ختم ہو جانا ہی عشق کا عنوان ہے۔ اور میرے خیال میں انسان ہونے کا مقصد بھی تو یہی ہے۔

Marfat.com

مسلکِ عشق کے مطابق عاشق کی آنکھوں میں دوسرے خیالات کا درآنا حرام ہے اور اِس حرام پر عمل درآمد کرنا عشق کی موت ہے۔ عشق کی زندگی اُس وقت اور حد تک باقی رہتی ہے جب تک عاشق کو اپنے اِرد گرد سُنی جانے والی باتوں میں محبوب کا نام اور اُس کے عنوان، اُس کے حسن کی خوبیاں، اور اُس کے کمالات کی داستانیں سُنائی دیتی رہتی ہیں۔ بصورتِ دیگر عشق بجھ کرنا پید ہوجاتا ہے۔۔۔

* * * * *

عاشق کسی بھی معاملے میں معشوق کی مخالفت کے بارے میں نہ سوچتا ہے اور نہ سوچ سکتا ہے۔ وہ خاص طور پر یہ تو کسی حال میں نہیں چاہتا کہ کوئی شے اُس کے محبوب پر سائے کی طرح چھا جائے یا خود سامنے آکر اُس کی یاد بھلانے کی کوشش کرے۔ یہاں تک کہ وہ تمام ایسے الفاظ کو بے فائدہ اور عبس قرار دیتا ہے جن میں اُس کے محبوب کا ذکر نہ ہو۔ وہ اپنے محبوب سے غیر متعلقہ ہر کام کو محبوب کے خلاف حرام خوری اور بے وفائی سمجھتا ہے۔

* * * * *

عشق ایک ایسی حالت ہے جس میں دل کا رشتہ، ارادے کی رغبت، احساسات کی اغیار سے تطہیر، اور انسان کے احساسات کا تعلق معشوق کے خوابوں اور تصورات کے علاوہ کسی دوسری چیز سے نہیں ہوتا۔ اِس حالت میں عاشق کی ہر حرکت میں معشوق کے بارے میں ایک معنی چمک اُٹھتا ہے، اُس کا دل معشوق کے اشتیاق کے ساتھ دھڑکتا ہے، اُس کی زبان ہر وقت محبوب ہی کا نام گُنگناتی رہتی ہے، اور اُس کی آنکھیں اُسی کے خیال میں کھلتی اور بند ہوتی ہیں۔

* * * * *

عاشق، چلتی آندھی میں، برستی بارش میں، آبشاریں بناتے دریاؤں میں، چیختے چلاتے جنگل میں، روشن ہوتی صبح اور سیاہی کی طرف مائل رات میں ہمیشہ اپنے دوست کی خوشبو سونگھ کر نئی زندگی پاتا ہے، اپنے ماحول میں منعکس ہوتے محبوب کے حسن کو دیکھ کر جوش میں آتا ہے، ہوا کے ہر جھونکے میں دوست کی سانسوں کو محسوس کر کے لطف اندوز ہوتا ہے، اور قدم قدم پر محبوب کے مظالم

Marfat.com

کو محسوس کر کے آہیں بھرتا ہے۔۔۔

* * * * *

شفق پر اپنے معشوق کے آثار دیکھ کر نیند سے جاگنے والے عاشق اپنے لبوں پر گہرا سرخ خون اور اپنے سینوں میں آگ کے شعلوں کا ایک طوفان دیکھتے ہیں اور اپنے آپ کو آگ کے ایک دائرے میں گھرا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ایک مرتبہ بھی اس پُر لذت جہنم سے باہر نہیں نکلنا چاہتے۔

* * * * *

یہ خیال کرنا کہ سچا عشق فاسق لوگوں کی شہوانی محبت پر مشتمل ہوتا ہے ایک غلطی اور نادانستگی کی علامت ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ بعض اوقات مجازی عشق بھی حقیقی عشق میں تبدیل ہو جاتے ہیں لیکن اس کا کسی حال میں بھی یہ مطلب نہیں نکلتا کہ مجازی عشق کی بھی کوئی قدر و قیمت ہوتی ہے۔ اِس کے برعکس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس قسم کے عشق میں خامیاں بھی ہیں اور قصور بھی' اور یہ ابدیت کا اظہار نہیں کرتا۔

* * * * *

سچے عاشق جس عشق میں مبتلا ہوتے ہیں اُس کی تپش کے باعث اِن کی باطنی دنیا ہمیشہ ایک آتش فشاں پہاڑ کی طرح دھوئیں میں اٹی رہتی ہے اور بُری طرح کراہتی رہتی ہے۔ جو لوگ اِنہیں کراہتا سن کر نتیجہ نکال سکتے ہیں اُن کے مطابق اِن عشاق کی ہر آہ اُن کے سینوں سے پھوٹ کر نکلنے والا ایک ایسا لاوا ہوتی ہے جو ہر جگہ کو آگ لگا کر تباہ کرتا ہے اور جدھر جدھر جاتا ہے اُدھر ہی توڑ پھوڑ کرتا اور آگ لگاتا جاتا ہے۔

* * * * *

عشق کو الفاظ میں بیان کرنا خاصا مشکل بلکہ ناممکن کام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عشق کے نام پر بیان کی گئی باتوں کے ایک بڑے حصے میں اس کے سطحی اثرات کو بیان کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ عشق ایک حالت کا نام ہے اور اِسے بیان کرنے والی زبان خود عاشق ہے۔

Marfat.com

عاشق ایک ایسا سرمست انسان ہے جو حق تعالیٰ کی محبت کو اپنا دین بنا کر اپنی زندگی کو حیرت' استعجاب اور اپنے محبوب کی تعریفوں کے احساسات سے سجا رکھتا ہے اور جو قیامت کا صور پھونکے جانے پر شاید ہی ہوش میں آ سکے۔

* * * * *

عاشق ایک فوارے کی طرح ہے جو ہمیشہ اپنے ہی اندر سے پھوٹتا رہتا ہے۔

* * * * *

فانی ہونے کے دکھ کو کم کرنے والی' دکھ درد میں اٹھنے بیٹھنے والی روحوں کے اضطرار کی آگ کو ٹھنڈا کرنے والی صرف ایک ہی شے ہے اور وہ ہے حقیقی عشق ۔ جی ہاں! سالہا سال سے ہمارے دردوں کا اور اُن بیماریوں کا جنہیں ہم لاعلاج سمجھتے ہیں' ہمارے خوف اور اندیشوں کا' ہماری الجھنوں اور بحرانوں کا واحد درمان اور یکتا علاج محض عشق ہے۔

* * * * *

علم و عرفان اور ہماری مروّجہ ثقافت کے ذریعے نسلِ انسانی کے احیاء کی کوششیں تو کی جا رہی ہیں مگر جب تک ہم لوگوں کے دلوں پر خواہ کم ہی سہی' عشق (الٰہی) کی چنگاریاں نہیں چھڑکتے تب تک یہ کوششیں ناکافی اور ناقص ہی رہیں گی اور کسی صورت میں بھی اُن کی مادیت کو زیر نہیں کر سکیں گی۔

* * * * *

عورت

بچوں کی تعلیم و تربیت' گھر کے نظام' امن اور آہنگ کے زاویۂ نگاہ سے عورت مکتبِ انسانیت کی سب سے پہلی استاد ہے۔ آج کل جب کہ عورت کے لیے نئے نئے مقام تلاش کیئے جا رہے ہیں' ہمارا خیال ہے کہ اگر ہم ایک بار پھر دستِ قدرت کے عورت کو عطا کردہ اس مستثنےٰ مقام کی یاد تازہ کرا دیں تو شاید ایسی تلاشِ بے جا کو روک سکیں۔

Marfat.com

جس گھر میں غیرت مند، مہذب اور اپنے گھر میں گہری دلچسپی لینے والی عورت موجود ہو وہ جنت کے گوشوں میں سے ایک گوشہ ہوتا ہے۔ اُس گھر سے سنی جانے والی آوازیں اور سانس حوروں اور غلمانوں کے نغموں اور کوثر کے بہتے پانی کی آواز کی طرح ہوتی ہیں۔ اِن سب میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

* * * * *

بعض اوقات انسان ظاہری زینت تلے پسی ہوئی کسی عورت کو دیکھ کر اپنے دل میں سوچتا ہے: ''نہ جانے یہ عورت ناموس، عفت اور فضیلت جیسی اندرونی زینت کو بھی کوئی اہمیت دیتی ہوگی یا نہیں؟''

* * * * *

عورت کو فرشتوں سے زیادہ علوی اور نادر الماس کی طرح بنانے والی خوبیاں اس کی اندرونی گہرائی، عفت اور وقار ہیں۔ جس عورت کی عفت کے بارے میں باتیں کی جاتی ہوں وہ ایک جعلی سکے کی مانند ہوتی ہے۔ اگر وہ بے وقار ہوگی تو مذاق کا موضوع بننے والی ایک پتلی کی طرح ہوگی۔ اس قماش کی عورتوں کے جان لیوا ماحول میں نہ تو صحتمند گھرانے کی اور نہ ہی صحتمند نسلوں کی بات کرنا ممکن ہے۔

* * * * *

ایک عورت جسے اپنے باطن کے ذریعے فضیلت کا احساس ہوا ہو وہ اپنے گھر میں ایک بلور کے فانوس کی طرح ہوتی ہے۔ اس کی ہر حرکت سے گھر کے چاروں گوشوں میں روشنیاں بکھرنے لگتی ہیں۔ جہاں تک عورت کے لباس میں ملبوس اُس بدنصیب عورت کا تعلق ہے جو اپنے آپ کو اپنی روح کی دنیا میں اندھیرے خیالات کے سپرد کر چکی ہو، تو وہ دھند اور دھوئیں کا ایک ایسا سرچشمہ ہوتی ہے جو جس جگہ سے گزرتا ہے اُسے گندا کر جاتا ہے۔

* * * * *

Marfat.com

اجتماعی تربیت کی کتاب وہ واحد کتاب ہے جسے عورت کو چاہیے کہ ہاتھ سے چھوڑے بغیر ہر وقت پڑھتی رہے۔ اِس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کتاب پوری کی پوری تحریر کی جا چکی ہے۔

* * * * *

اپنے آپ کو نفسانی ہوس کے سپرد کرنے والی عورتوں کو دیکھ کر بعض لوگ کہتے ہیں کہ ''عورت کی عقل چھوٹی ہوتی ہے''۔ میں ایسے لوگوں کو عقل کے اندھے سمجھتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اگر یہ بات کہنے والے لوگ آج کی عورت کو اشتہارات کا موضوع بنتا دیکھ لیتے تو اُنہیں کچھ کہنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی۔

* * * * *

پرانے زمانے کے لوگ کہا کرتے تھے کہ ''عورت کے ہاتھ میں سوئی ایسے ہوتی ہے جیسے مجاہد کے ہاتھ میں نیزہ''۔ سچ پوچھیں تو مجھے ان الفاظ میں ذرہ بھر بھی مبالغہ دکھائی نہیں دیتا۔

* * * * *

ماضی میں ایسے ادوار کی کسی طور پر کمی نہیں رہی جن میں عورتوں کو دوسروں کے لیے متاعِ ذوق، موضوعِ عیاشی اور اشتہاری مواد بنایا جاتا رہا ہے۔ شکر ہے خدا کا کہ ان تمام بدنصیب ادوار میں آج تک ہمیشہ اس بات کی ابتداء ہی کی جاتی رہی ہے کہ عورت کو دوبارہ زندہ کر کے اسے ایک نئی شکل دی جائے اور اُس کی حقیقت معلوم کی جائے۔

* * * * *

کبھی بیٹے کو ''مخدوم'' اور بیٹی کو ''کریمہ'' کہا جاتا تھا کیونکہ یہ الفاظ ''آنکھ کی پُتلی'' یعنی چہیتی یا چہیتا کے ہم معنی ہیں۔ اِن معنوں میں یہ الفاظ ایک نہایت قیمتی انسانی عضو کو اُس کی پوری اہمیت کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اور یہ عضو جتنا قیمتی ہے اُتنا ہی لازم بھی ہے، اور جتنا لازم ہے اُتنا ہی نازک ترین بھی ہے۔

* * * * *

Marfat.com

ہم کہتے ہیں ''اپنے لہنگے کو گرد اور کیچڑ سے بچاؤ''۔ نہ معلوم ہم اس کہاوت سے یہ اندازہ کر سکتے ہیں یا نہیں کہ ایک چہیتی عورت کو کتنی حفاظت کی ضرورت ہے اور اُسے کس حد تک کنٹرول میں رکھا جانا ضروری ہوتا ہے۔

* * * * *

جس طرح ایک بافضیلت عورت کی زینت اور سنگھار اُس کی عفت اور ناموس ہوتے ہیں اُسی طرح اُس کا سب سے زیادہ قابلِ ستائش اور حیران کن پہلو اجتماعی تربیت اور اپنے خاوند سے صداقت ہے۔

* * * * *

اچھی عورت وہ ہے جس کے منہ میں حکمت ہو' روح میں نفاست اور لطافت ہو' اور طرزِ عمل میں ہر شخص کی عزت اور حرمت کی تلقین کرنا دکھائی دے۔ ایسی عورت کہ آشنا نگاہیں بھی اُس کے اِن مقدس پہلوؤں کا احساس کرتے ہوئے اپنے اندر بشری کمزوریوں کے باعث پیدا شدہ گدلے پن کو اپنی ملامت اور مراقبے میں تبدیل کرلیں۔

* * * * *

اپنی جسمانی زندگی کے ساتھ نشوونما پاتی ہوئی ایک عورت پر اگر اپنے دل اور روح کی کونپلوں کا انکشاف نہیں ہوتا' تو باوجود اس کے کہ اُس کے ذہن میں ایک مخصوص عرصے کے لیے پھول گھومتے پھرتے رہے ہوں وہ کچھ ہی عرصے کے بعد مرجھا کر پتی پتی ہو جانے' اور پھر پاؤں تلے روندے جانے سے ہرگز نہیں بچ سکتی۔ ابدیت کی راہ نہ پا سکنے والے لوگوں کی یہ عاقبت کس قدر حزین ہے!

* * * * *

عورت ایک ایسا قیمتی ہیرا ہے جس کے ساتھ تغافل برتتے ہوئے اُسے گندی نالی میں نہیں پھینکا جا سکتا۔ ہم نے فی الحال اِس امید کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا کہ آنے والی خوش قسمت نسلیں جو علم و عرفان اور حقیقت کی اہمیت سمجھ کر بیدار ہو چکی ہیں' وہ عورت کو اپنی آنکھ کی پتلی کی

Marfat.com

طرح عزیز جانیں گی۔

* * * * *

ہماری عورت ہمارے قومی شرف اور ہماری نجات کا بھی ایک بے عیب بنیادی پتھر ہے۔ ہماری بے حد لمبی اور شاندار ماضی کی ساخت میں اس کا حصہ کسی طور بھی ان مجاہدوں سے کم نہیں ہے جو دشمنوں سے نبرد آزما رہتے ہیں۔

* * * * *

نسوانی دنیا کے حقوق اور حریت کے داعیوں کی اکثریت عورتوں کو ان کی جسمانی لذتوں کے نام پر جوش دلانے اور ان کی روحوں میں خنجر گھونپنے کے سوا کچھ نہیں کر رہی۔

* * * * *

جو عورت روح کی پختگی کی حد تک پہنچ چکی ہو اُس کی پال پوس کر پیچھے چھوڑی ہوئی نیک اولاد کے وسیلے سے اُس کا گھر ایک ہمیشہ جلنے والے بخوردان کی طرح دھواں چھوڑتا ہے جو ہر طرف دلوں کو ہشاش بشاش کرنے والی خوشبو بکھیرتا ہے۔ تو یہ اُخروی مکان جس میں خوشبوئیں اُڑتی رہتی ہیں ہر قسم کی تعریف و توصیف سے بالاتر، مکمل طور پر جنت کا ایک باغیچہ ہے۔

* * * * *

ایک عورت جو اپنے دل کو ایمان کے نور سے، اور اپنے دماغ کو علم اور اجتماعی تربیت کے ذریعے منوّر کر چکی ہے وہ اپنے گھر میں خوبصورتی کی نئی نئی ابعاد کا اضافہ کرتی رہتی ہے، یوں جیسے وہ ہر روز نئے سرے سے اپنا مکان بنا رہی ہو۔ جہاں تک بدچلن اور خود ناشناس لوگوں کا تعلق ہے تو وہ اپنے موجودہ گھروں کو بھی توڑ پھوڑ کر کھنڈروں میں اور مایوس کن ماحول سے قبروں میں تبدیل کرتے رہتے ہیں۔

* * * * *

جس طرح عورت ایک گندے برتن یا کسی مفت کی دھات کے ٹکڑے کی طرح نہیں ہوتی اُسی طرح اُس کا مقام بھی وہ نہیں ہے جو گندے برتنوں یا دھات کے ٹکڑوں کا ہوتا ہے۔ وہ

Marfat.com

ایک بے مثال چمکدار ہیرا ہے جسے ہر حالت میں صدف جڑے ڈبوں میں حفاظت سے رکھنا چاہیئے۔

* * * * *

نفاست، لطافت، اور حسّاسیت کے لحاظ سے عورت کا ایک مستثنیٰ مقام ہے۔ اِن خصوصیات کے ساتھ وہ جب تک اپنی فطرت اور اپنے مزاج کی حدود کے اندر رہتی ہے صرف اُس وقت تک اپنے گھر کے لیے اور یوں اپنے معاشرے کے لیے بھی فائدہ مند ہوسکتی ہے

* * * * *

آج تک حقوقِ نسواں کے داعیوں کی طرف سے عورت کے نام پر پیش کی گئی ہر تجویز ایسی رہی ہے جس میں اُسے اجڈ گنوار بنایا گیا، حقیر کیا گیا، اور اُس کی ہیت کو بگاڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ حالانکہ عورت ہستی کی زنجیر کا ایک نہایت اہم حلقہ ہے اور اُس کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ اُس کی فطرت اور مزاج کی حدود کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہے۔

* * * * *

فطرت

عام معنوں میں فطرت سے مراد ہے تمام موجودات (کائنات)، اُن کی خصوصیات، اور تخلیق سے اب تک اُن میں پائی جانے والی اِمتیازی صفات۔ انسان کے معاملے میں فطرت کے معنی اُس کی عادات، مزاج، اور چال چلن ہے۔ فطرت کو جن معنوں میں بھی لیا جائے یہ قدرتِ لامنتہیٰ کے اپنے ہاتھوں سے بُنی ہوئی ایک جھالر ہے۔ یہ خالقِ قوی کے ہاتھوں میں ایک قانون، اور اُس کی حکمتوں کے گُن گاتی ایک کتاب ہے۔ فطرت بھی بالکل مادّے کی طرح بے حس، بے شعور اور ادراک سے عاری ہے۔ اس اعتبار سے وہ اپنی گود میں ہر روز پیدا ہونے والی اَن گنت تخلیقات، اور شعور، ارادے اور علمی پلانوں کی ضرورت مند تمام موجودات کی زبان سے چلّا چلّا کر اپنی عاجزی اور تہی دامنی کا اظہار کر رہی ہے۔ یعنی وہ اپنی کمر کے بوجھ علمی ماحول، محتشم قدرت،

Marfat.com

اور عقل کو شل کر دینے والے اِرادے کا باآوازِ بلند اعلان کر رہی ہے۔

* * * * *

چونکہ فطرت مادے کی تمام خصوصیات اور تخلیق سے لے کر آج تک تمام موجودات میں پائی جانے والی صفات کے مترادف ہے' لٰہذا اِسے مادّے پر اوّلیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ہستی اور حوادث کو فطرت پر منحصر دکھانا فطرت کے وسیلے سے اُن کی وضاحت کرنا دھوکہ بازی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

* * * * *

موجودہ زمانے میں طبعی علوم سے کم سے کم تعلق رکھنے والے لوگ بھی بڑی اچھی طرح جانتے ہیں کہ فطرت ایک اندھی اور بہری قوت پر مشتمل ہے اور وہ کسی قسم کی کوئی بھی چیز پیدا نہیں کر سکتی۔ جب معاملہ یوں ہو تو پھر فطرت کو تخلیقی قوت کا مقام دینے کی کوشش کرنا کفرانہ تعصب کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔

* * * * *

جب فطرت کی ماہیت کا بالکل واضح طور پر پتہ چل چکا ہے تو اُسے اُس کی حقیقت سے مختلف شکل میں دکھا کر انسانی نسلوں کے آگے ایک تخلیقی قوت کے طور پر پیش کرنا' علوم کے ساتھ جھگڑا کرنے کے مترادف ہے۔ اور یہ اُن تمام آثارِ قدیمہ کی حقارت سمجھا جاتا ہے جو ساری دنیا میں نمائشوں میں رکھے گئے ہیں' اور جن میں سے ہر ایک بذاتِ خود فن کا ایک نمونہ ہے۔

* * * * *

فرض کریں فطرت (یعنی قدرت) بذاتِ خود ہستی ہی پر مشتمل ہوتی تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ''قدرت نے پیدا کیا'' نہ جانے اُنہیں اس بات کا احساس ہے یا نہیں کہ وہ ان الفاظ میں یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ ''قدرت نے خود اپنے آپ کو پیدا کیا ہے''۔ لیکن اگر لفظ ''فطرت'' یا ''قدرت'' سے اُن کا مقصد عادت' مزاج' کردار' قانون' نظم و ضبط جیسی چیزیں ہوتی ہیں تو پھر

Marfat.com

کیا اُن کے لیے اس بات کی وضاحت کرنا ضروری نہیں ہے کہ بھلا فطرت اُن اشیاء اور حوادث کو کیسے پیدا کر کے نظم و ضبط کے تحت لا سکتی ہے جو خود اُسی کے گہوارے اور کارگاہ کا کردار ادا کرتے ہیں؟

* * * * *

بصیرت

علم، تجربے اور نورِ فراست کی مدد سے مشاہدہ کر کے محسوس کرنے اور کسی چیز کو سمجھ لینے کے بعد اس کی قدر و قیمت کا تخمینہ لگانے کے بنیادی عناصر کا جامع اور مفصل ادراک بصیرت کہلاتا ہے۔ اِس لحاظ سے سمجھ لیں کہ صاحبِ بصیرت انسان اگر عالمِ بالا کے بارے میں بھی کشادہ دل ہو، تو وہ ایک ایسا بندۂ حقیقت، قہرمانِ معنویات ثابت ہو سکتا ہے جس نے انسانِ کامل بننے کا مصمم ارادہ کر رکھا ہے۔

* * * * *

عقل علم کا ایک اہم منبع ہے جبکہ بصیرت ثقافت کا ایک حقیقی سرچشمہ ہے۔ جس شخص میں عقل تو ہو مگر بصیرت نہ ہو اور وہ بہت کچھ جانتا اور بہت کچھ سمجھتا ہو پھر بھی اُس کے لیے اس علم کے بل بوتے پر کسی مقام پر پہنچنا نہایت دشوار بلکہ ناممکن ہوتا ہے۔

* * * * *

اگر بصیرت کسی چیز کو اُس کی اصلیت کے مطابق (یا اصلیت کے قریب قریب) سمجھنے کا نام ہے تو بھی ہر صاحبِ عقل انسان کا صاحبِ بصیرت ہونا ضروری نہیں ہو سکتا

* * * * *

جس عقل کے ساتھ بصیرت نہ ہو اُس میں اکثر شبہات، تردد اور تذبذب دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں بصیرت کی دنیا ہمیشہ اعتدال، گرمجوشی، نرمی، ارادے کی پختگی اور احساسِ حفظ و امان میں ڈوبی رہتی ہے۔

Marfat.com

عقل وفکر ذہن کی سب سے آخری حدِ فہم ہے جبکہ بصیرت روح کی اولین منزلِ ادراک ہے۔ بصیرت کی چوٹی حکمت ہے کہ جس کے بارے میں قرآن کریم یہ کہہ کر اِس حقیقت کو نظروں کے سامنے لے آیا ہے کہ ''جسے حکمت عطا کی گئی ہو سمجھ لو کے بے شک وہ بہت سی نیکیوں تک پہنچا دیا گیا ہے''

* * * * *

وہ لوگ جو ہستی کو محض اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں ہستی کے بارے میں اُن کی فہم بھی صرف اُن کی نظر کی حد تک ہی محدود رہتی ہے۔ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو بصیرت کے ذریعے ہر چیز کا معائنہ کرتے ہوئے انتہائی باریکی سے بال کی کھال اتار لیتے ہیں۔ جیسے شہد کی مکھی پھولوں سے شہد کے ذرّات اکٹھے کرتی ہے اُسی طرح یہ لوگ بھی تقریباً ہر چیز سے میٹھے میٹھے معنی نکال لیتے ہیں۔

* * * * *

آنکھ جن لوگوں کو دیکھتی ہے اُسے اُن کی شکل، وضع قطع، اور قد وقامت نظر آتے ہیں، مگر بصیرت اِن چیزوں سے بھی آگے متعلقہ لوگوں کے اخلاق، فضیلت اور روح کی قدر و قیمت کا بھی اندازہ لگاتی ہے۔

* * * * *

آنکھیں، اشیاء اور حوادث کو اُن کے ظاہری اور مادی پہلو دیکھ کر، جبکہ بصیرت اُن کے مندرجات، فوائد، غایت اور حکمت جیسے اندرونی پہلو دیکھ کر پہچانتی اور سمجھتی ہے۔

* * * * *

جس طرح بصیرت سے مراد عقل نہیں ہے اسی طرح بصیرت کا مطلب سوچ بھی نہیں ہوتا۔ جس طرح سوچنا عقل اور عقل کے ماحصل سے بلند ہے اسی طرح بصیرت بھی سوچ سے بہت پرے ایک ربّانی صلاحیت ہے۔

* * * * *

Marfat.com

انسان کو حیوانوں سے ممتاز کرنے والی شے اُس کا شعور، بصیرت اور پھر الہام اور حکمت پر عبور ہے۔ ان خواص سے محروم لوگوں کی شکل وصورت کیسی ہی کیوں نہ ہو، انہیں جس نقطے پر پہنچنا چاہیے وہاں نہ پہنچ سکنے والوں میں شمار ہوتے ہیں۔

* * * * *

حس وشعور

انسان کے دائرہِ احساس میں داخل ہونے والی اشیاء کو اُن کے ظاہری اور باطنی خواص کے ساتھ، یعنی بیرونی اور اندرونی معنوں کے ساتھ سمجھنے کو حس کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے اس موضوع پر ایک یا چند اشیاء کو بیک وقت سمجھ جانے والے شخص کو حساس کہا جاتا ہے۔

* * * * *

دماغ کے کسی چیز کو محسوس کر کے سمجھنے کو عقل کہتے ہیں جبکہ روح کے کسی چیز کو سمجھنے کو وجدان یا ضمیر کہا جاتا ہے۔ ان میں سے اول الذکر کی "جاننا" کہہ کر تعریف کی جائے تو آخر الذکر کو "حس" کہنا مناسب ہوگا۔ اسی اعتبار سے وہ لوگ جو عقلِ کامل کے مالک ہیں اور جن کا ضمیر مر چکا ہے اُن کے بارے میں یہ بات کسی حال میں بھی سوچی نہیں جاسکتی کہ انہیں ہستی کا کوئی احساس ہوگا یا انہیں ہستی میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات اور حالات کا کچھ علم ہوگا۔

* * * * *

حکمت کے نقطۂ نظر سے حس وہ وجدان یا ضمیر ہے جو بذاتِ خود روح کے ادراک کا ایک نظام ہے۔ اِس لحاظ سے اِس کے یہ معنی ہوئے کہ بے حس انسان ایک طرح سے بے ضمیر انسان ہوتا ہے اور بے ضمیر انسان بے حس ہوتا ہے۔

* * * * *

Marfat.com

زیادہ واضح الفاظ میں حِس' اپنے اندرونی شعور کے ذریعے اچھے اور خوبصورت کو برے اور بدصورت سے ممیّز کرنے کا نام ہے کہ اس طریقے سے بہت سے انسانی اوصاف کا انکشاف کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً ''جب ہم اپنے دشمن کو قید کر لیتے ہیں تو کیا اُسے مار دینا چاہیے یا معاف کر دینا چاہیے؟'' یا پھر ''اگر کوئی ہماری عفت پر دھبہ لگائے تو کیا ہمیں بھی اُس کی عفت پر دھبہ لگانا چاہیئے یا اُس کے ساتھ انسانیت کے ساتھ پیش آنا چاہیے؟'' ہم ان صورتوں میں سے کسی ایک کو ترجیح دیتے ہوئے ہمیشہ اِن معنوں میں استعمال کی جانے والی حِس کی مدد لیتے ہیں۔

* * * * *

حِس کی تربیت اور نشوونما حکمت کے ذریعے ہوتی ہے۔ جہاں تک مادّی فلسفے کا تعلق ہے' وہ حس کو بجھاتا اور کُند کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مسئلے کو لے جا کر عقل سے وابستہ کرنے والے لوگ حِس کی روشن دنیا کو کبھی بھی پہچان نہیں سکتے۔

* * * * *

صحیح حِس کے لیے بے غرض اور بے لوث ادراک کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور حقیقی اور مکمل ادراک حقیقی اور مکمل حِس سے معرضِ وجود میں آتا ہے۔

* * * * *

بے حس اور بے ضمیر لوگوں کی تمام فتوحات مکمل طور پر حیوانی فتوحات ہوتی ہیں۔ اِن فتوحات میں سے ہر فتح ذلت اور رسوائی کے ایک سلسلے پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ سلسلہ بالآخر جسمانیت کے ایک خونخوار حد تک پہنچنے' نفسانیت کے دوزخ کے سب سے گہرے گڑھے میں تبدیل ہوجانے' روح کے ہاتھ پاؤں کے ٹوٹ جانے اور ضمیر کے نظام کے مفلوج ہوجانے پر ختم ہوتا ہے۔

* * * * *

وہ لوگ جن کے ضمیر دین' وطن اور قوم پر نازل ہونے والی مصیبتوں کے اضطراب اور درد کو محسوس کرتے ہیں' وہ ایک طرح کی ایسی بلند پایہ روحیں ہوتی ہیں جو اپنے عالمِ حساسیت کے

Marfat.com

باعث خواب سے بیدار ہو چکی ہوتی ہیں۔ یہ لوگ ان علوی اقدار کی خاطر جنہیں وہ دل و جان سے چاہتے ہیں، خوشی خوشی اپنی جان تک قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ جہاں تک بے حس اور بے شعور لوگوں کا تعلق ہے تو وہ قربانی کے بارے میں زبانی خواہ جو کچھ کہتے رہیں، ان میں اتنی ہمت نہیں ہوتی کہ اپنے منہ سے نکلنے والی باتوں میں سے چھوٹی سے چھوٹی بات پر ہی عمل بھی کر سکیں۔

* * * * *

خواہ اپنا نقصان ہی موضوعِ بحث کیوں نہ ہو، اگر ایک انسان دوسروں کا خیال رکھنے، اُن کے لیے اپنی زندگی وقف کر دینے، اُن کے دکھوں اور خوشیوں میں شریک ہونے جیسی خصلتوں (جن میں سے ہر خصلت بذاتِ خود ایک قدر کا درجہ رکھتی ہے) کا مالک ہے تو اُس شخص کی اِن خصلتوں کا سبب اُس کی روحانی حس کی مضبوطی ہے۔ جو لوگ ایسی حس سے مکمل طور پر محروم ہوتے ہیں اُن میں یہ ساری خصلتیں تو ایک طرف، ایسی ایک آدھ خصلت کی موجودگی کا دِکھائی دینا بھی ناممکن ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں میں فضیلت اور جوانمردی کے نام سے پائی جانے والی خصوصیات کی بات کریں تو اِن لوگوں کی اکثریت ایسی ہوتی ہے جو دوسرے موسیقاروں کے بنائے ہوئے نغموں کی نغمہ سرائی کے دوران اپنی آواز میں منمنا کر کسی حصے میں شریک ہو جاتے ہیں تا کہ اُنہیں بھی موسیقار سمجھا جائے۔

* * * * *

حِس کا بلند ترین درجہ یہ ہے کہ اگر دینی اور قومی اقدار سے زیادتی کی جا رہی ہو تو انسان پر ایک ایسا اعصابی بخار طاری ہو جائے جو حسّاس روحوں کو ملیریے کے بخار کی طرح ہلا کر رکھ دے، اور نتیجے کے طور پر وہ اُن لوگوں سے سختی کا برتاؤ کرے جو یہ زیادتی کر رہے ہوں۔ اس رویہ کو ہم ''حمیت'' بھی کہہ سکتے ہیں۔

* * * * *

جہاں اقدار تہس نہس ہو جائیں، اعلیٰ اور ارفع اقدار زمین بوس ہو جائیں، وہاں روح جو خفقان اور اضطراب محسوس کرتی ہے اُسے ''حمیت'' کہتے ہیں۔ یہ ایک ایسی واضح خاصیت ہے جو

Marfat.com

حقیقی انسان اور انسان کی شکل کی دیگر مخلوقات کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہے۔ بلندی پر موجود اُس بلند ترین روح سے لے کر موجودہ زمانے کے مضطرب انسانوں تک وہ تمام درد بھرے ذہن جو بخورات کی دھونی دینے والے برتن کی طرح مسلسل سلگتے رہتے ہیں' اپنے اس جلتے ہوئے بخار کے ساتھ کبھی پہاڑوں کی چوٹیوں پر' کبھی غاروں میں اور کبھی مزاروں پر اٹھتے بیٹھتے' گھومتے پھرتے' سوچ میں گم' تڑپ تڑپ کر کراہتے اور بے حال ہوتے رہتے ہیں۔ اور میرے خیال میں تاریخ کے نہایت شاندار ادوار کے معمار بھی یہی حساس اور صاحبِ حمیت قہرمان ہیں۔

*****

حکمت کی شعاعیں رفلسفے کے مطابق

عوام کی مخالفت غلطی ہے۔ لیکن یہ مقولہ اُسی وقت لاگو ہوتا ہے جب عوام واقعی عوام ہوں۔ اگر حالت اس کے برعکس ہو تو عوام سے موافقت کا اظہار کرنا غلطی ہے۔ ایک بیمار کے بارے میں انجینیر وں کی رائے سے مخالفت غلطی تصور نہیں کی جائے گی۔ اسی طرح تعمیراتی حساب کتاب میں ڈاکٹروں کی رائے نہ لینا بھی غلطی شمار نہیں ہوگی۔

*****

عجز محض طاقت یا اقتدار کی عدمِ موجودگی کے معنوں میں نہیں لیا جانا چاہیے۔ کتنے ہی طاقتور اور صاحبِ اِستعداد لوگ ہیں جو اِس وجہ سے عجز کے مقام پر پڑے ہیں کہ اُن کی استعداد کی تشخیص نہ کی جانے کے باعث اُن سے استفادہ ہی نہیں کیا گیا۔

*****

جن کی روشنی کا سرچشمہ اُن کی اپنی ذات ہو اُن کی ضیاء اندھیروں سے نہیں بجھائی جا سکتی۔ اِسی طرح ایسی ضیاء کو کسی اور روشنی سے بھی مغلوب نہیں کیا جا سکتا۔ روشنی کا ایسا سرچشمہ اپنی

Marfat.com

طبعی عمر کے دوران ہر شے کے باوجود نہایت چمکیلی روشنی دیتا اور اپنے ماحول کو منور کرتا رہتا ہے۔

* * * * *

جو لوگ اپنے آپ کو ایمان کے زیور سے نہیں سجا سکتے اُن کے لیے عقل ایک پریشان کن آلہ ہے۔

* * * * *

محض دوسروں کو دیکھ کر اُن کی طرح کام کرنے والے لوگ اتنے کامیاب نہیں ہوتے جتنے اُسی کام کو سمجھ کر کرنے والے ہوتے ہیں۔ اِسی طرح جو شخص کسی کام کو سمجھ کر کرتا ہے وہ اتنا کامیاب نہیں ہوتا جتنا وہ شخص جو وہی کام اپنے ضمیر کی آواز سن کر کرتا ہے۔

* * * * *

صرف پیسے کا نہ ہونا ہی غربت نہیں ہوتی بلکہ علم، سوچ، اور ہنر کی عدم موجودگی بھی غربت ہی کے جدا جدا رنگ ہیں۔ اِس اعتبار سے بے علم، بے ہنر اور سوچ سے محروم امیر لوگ بھی ایک طرح سے فقیر ہی سمجھے جاتے ہیں۔

* * * * *

عینک بعض اوقات آنکھ کے لیے، آنکھ ہمیشہ عقل کے لیے، عقل بصیرت کے لیے، بصیرت ضمیر کے لیے اور ضمیر روح کے لیے مشاہدے اور بینائی کا کام کرنے والے ایک روزن کی طرح ہے۔

* * * * *

پاگل خانے میں سب سے قابلِ رحم شخص وہ ہے جو صاحبِ عقل ہو۔ اگر کوئی پاگل ہم لوگوں میں آ شامل ہو تو قابلِ رحم وہ خود بن جاتا ہے۔ تمام لوگ پاگل تو ہیں مگر اُن میں صرف پاگل پن کی شدت کا فرق ہوتا ہے۔

* * * * *

انسانیت ایک درخت ہے۔ قومیں اس درخت کی شاخیں ہیں۔ حوادث تند و تیز ہواؤں کی طرح ہیں۔ اپنی شدت کے مطابق یہ ہوائیں ان درختوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراتی

Marfat.com

ہیں۔قدرتی بات ہے نقصان تو درخت ہی اٹھاتا ہے۔"ہر شخص جو کچھ کرتا ہے خود اپنے ساتھ ہی کرتا ہے"۔اس محاورے کا مطلب بھی ضرور یہی ہوگا۔

* * * * *

راتیں اُن میدانوں کی طرح ہیں جن میں انسان کا انکشاف اور اُس کی نشوونما ہوتی ہے اور جہاں انسانیت کی خوشی اور سعادت تیار کی جاتی ہے۔بلند سوچ اور بلند پایہ اثرات ہمیشہ انہی راتوں کے اندھیرے کے رحم میں پھلتے پھولتے رہے ہیں اور پھر انسان کے استفادے کے لیے پیش کر دیئے گئے ہیں۔

* * * * *

جن لوگوں کو آسمان کے اُس طرف سے سفر کا بلاوا آتا ہے وہ تقریباً ہمیشہ اُن لوگوں میں سے چُنے جاتے ہیں جو سحر ہوتے ہی اپنے راستے پر چل نکلتے ہیں۔

* * * * *

معدہ اُن غذاؤں کو باہر پھینک دیتا ہے جو ہضم نہیں ہوتیں اور جو جسم کے لیے مُضر ہوتی ہیں' اور پھر اُن کے اوپر تھوک دیتا ہے۔وقت اور تاریخ بے فائدہ انسانوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کرتے ہیں۔

* * * * *

زنگ لوہے کا دشمن ہے' سکہ الماس کا' اور اشیاء کو خوامخواہ ضائع کرنا روح کا زیاں ہے۔اشیاء کا ناجائز زیاں اگر آج نہیں تو کل یقیناً گل سڑ کر برباد ہو جانے کا سبب بن جائے گا۔

* * * * *

ہر پیلی چیز سونا' ہر چمکدار شے روشنی' ہر بہتی چیز پانی نہیں ہوتی۔۔۔۔

* * * * *

ہر سیلاب ان ننھے ننھے قطروں سے معرضِ وجود میں آتا ہے جنہیں کوئی اہمیت نہیں دی جاتی اور جو بالآخر ایک ایسی سطح پر پہنچ جاتے ہیں جہاں ان سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔معاشروں کی

Marfat.com

بنیادیں بھی ہر لمحہ اس قسم کے سیلابوں کے لیے کھلی رہتی ہیں۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ یہ سیلاب اُن لوگوں کو بھی اپنے ساتھ بہا کر لے جاتے ہیں جو اُن بنیادوں کے سامنے مقیم ہونے کے خواہشمند ہوتے ہیں۔

* * * * *

ان پڑھوں کو علم اور حقیقت کے بارے میں سمجھانا پاگلوں کے ساتھ مغز کھپانے کی طرح مشکل تو ہوتا ہے مگر غلامانِ ارشاد کو چاہیئے کہ یہ فرض خوشی خوشی سرانجام دیا کریں۔

* * * * *

سب سے خطرناک بلا وہ ہے جو چہرے کی طرف دیکھ کر ہنستے ہنستے آتی ہے۔

* * * * *

برملا حقیقتوں کو ہر شخص ایک ہی سطح پر دیکھنے سے قاصر ہوتا ہے۔ اس لیے انفرادی راہ کو ترک کر کے تشخیص اور تمثیل کی راہ کا انتخاب کیا گیا ہے۔

* * * * *

شکایت ہمیشہ زمان و مکان سے کی جاتی ہے، حالانکہ اصل مجرم جہالت ہے۔ زمان اور فلک دونوں بے گناہ ہیں مگر انسان نمک حرام بھی ہے اور جاہل بھی۔

* * * * *

وطن جنگل نہیں بلکہ ایک باغیچہ ہے۔ اس کو ترتیب دیتے ہوئے پھلدار پودوں اور پھولوں کی تعداد کو بڑھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

* * * * *

نہ جانے اُس شخص کو کیا کہا جائے جو اپنے باغیچے کو جنگلی بوٹیوں کے تسلط میں جانے دیتا ہے اور بعد میں ''آہ فلک!'' کہہ کہہ کر شکایت کرتا رہتا ہے۔

* * * * *

Marfat.com

بے شمار صاف ستھری، سورج کی دھوپ سے روشن، گھاس اور پھولوں سے لدی سڑکیں ایسی ہیں جو چلتے چلتے جان لیوا صحراؤں سے جا ملتی ہیں۔ اور بے شمار ایسی خاردار پگڈنڈیاں بھی ہیں جو کھڑی چٹانوں کے ساتھ ساتھ چلتی ہوئی پل صراط کے جنت والے کنارے سے جا ملتی ہیں۔

* * * * *

سب سے بڑی دانائیوں میں سے ایک دانائی یہ ضرب المثل ہو سکتی ہے: ''انسان اپنی زبان تلے پوشیدہ ہے۔'' میرے خیال میں اس سے بھی بڑی حکمت یہ الفاظ ہیں: ''دوست چاہتے ہو تو اللہ ہی کافی ہے، ساتھی چاہتے ہو تو قرآن۔''

* * * * *

لوگ ادراک کو اور جس کا ادراک کیا جائے اُس کو تو جانتے ہیں مگر ادراک کنندہ کو نہیں جانتے! ادراک کنندہ روح ہوتی ہے جو عقل کے ذریعے سمجھتی ہے۔ دیکھنے والی بھی روح ہی ہوتی ہے جو آنکھوں کے ذریعے دیکھتی ہے۔

* * * * *

اگر حرکت کسی عقلی یا طبعی محرّک کے نتیجے میں کی جائے تو وہ حیوانی ہے، اور اگر ارادی اور وجدانی محرّکوں پر منحصر ہے تو پھر روحانی اور انسانی ہے۔

* * * * *

غربت ایک بھیانک نیستی ہے۔ نیستی ایک ایسا لامتناہی اور سرگرداں کر دینے والا میدان ہے جس میں ایسا ایک ذرہ ڈھونڈ نکالنا بھی ناممکن ہے جو ہستی پر دلالت کر سکے۔

* * * * *

اب دیانتدار لوگوں کو متعصب کہا جاتا ہے۔ تعصب، باطل کے پیدا کردہ چڑ چڑے پن کے باعث کسی چیز پر اڑے رہنے کو کہتے ہیں۔ حق کے معاملے میں اصرار کرنا تو ایک فضیلت ہے اور مومن کا یہ طرزِ عمل قطعاً تعصب نہیں ہوتا۔

* * * * *

Marfat.com

وہ فلسفہ جو الہامِ خداوندی پر مبنی نہیں ہوتا وہ سوچ کی ایک فاش غلطی ہوتا ہے۔

* * * * *

حقیقی فلسفہ روح اور سوچ کا ایک چلہ ہے۔ یہ صرف اور صرف اللہ کی طرف سے انسان کو حکمت کے موضوع پر کی جانے والی تنبیہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔

* * * * *

حکمت

حکمت ایک الٰہی مشعل ہے جو عقل کی راہ کو روشن کر کے اُس کے لیے نئے اُفق آشکار کر دیتی ہے۔ وہ راہیں جو ایک سال میں عبور کی جاتی ہیں اُس مشعل کی روشنی میں ایک گھنٹے کے اندر اندر عبور کی جا سکتی ہیں۔ اس مشعل کا نام ہے سوچ۔

* * * * *

سوچ کا کام سچ پر تحقیق کرنا ہے۔ اس مقصد کے لیے لازم مواد خداداد صلاحیت ہے جو اُسی کی لیبارٹری میں مل جاتی ہے جہاں بے شمار سچائیوں کو سچائی کی مد میں پے در پے تبدیل کیا جاتا رہتا ہے۔ سوچ کے بلند پایہ ہونے کا ثبوت بھی اسی عمل میں ہے۔

* * * * *

فکر کا مطلب سوچ ہے۔ سوچنا یہ نہیں ہوتا کہ انسان بغیر غور و فکر کے جو کچھ دماغ میں آئے اُس پر یقین کرتے ہوئے دوسروں کے عیب ڈھونڈنے اور پھر ان پر اعتراضات کرنے میں اپنی ساری عمر برباد کر دے۔ سوچنا اس سے کہیں آگے بڑھ کر ایک ایسی نیک جدوجہد ہے جو منطق، حکمت اور الہامِ الٰہی سے قوت حاصل کرتی ہے اور انسان کو حقیقت تک پہنچا دیتی ہے۔

* * * * *

Marfat.com

سوچ کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ یہ عقل کی نفاست اور اُس کے نورانی پن تک پہنچنے کا نام ہے۔ سوچ کی عدم موجودگی کا مطلب عقل کی غیر موجودگی نہیں ہوتا۔ عقل ہر چیز کو روشنی میں قابو کر کے اُس کے بارے میں چھان بین کرتی ہے، جبکہ اس کے مقابلے میں فکر کو اشیاء کا مطالعہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ وہ زیادہ تر اندھیرے میں مطالعہ کرنا پسند کرتی ہے۔ جی ہاں! فکر اور روح دونوں اندھیرے میں بہت زیادہ کام کر سکتے ہیں۔

* * * * *

حکمت یا اسلامی فلسفہ ہمیشہ اِنہی معنوں میں سوچ کی ڈھلانوں پر پرورش پا کر پھلا پھولا ہے۔ ہر اُس جگہ پر اور ہر اُس دور میں جہاں بے عیب سوچ حاکم رہی ہے وہاں بے عیب حکمت موجود رہی ہے۔ اور جہاں جہاں ناقص اور نامکمل سوچ حکم فرما رہی ہے وہاں ناقص اور گمراہ کُن فلسفے کا ظہور رہا ہے۔

* * * * *

اگر ہم رخنوں سے پُر، نا تمام فلسفے کو حکمت کہہ سکتے تو پھر فلاسفر کا مطلب بھی حاکم ہوتا کیونکہ حاکم کے معنی ہیں حکمت کو پسند کرنے والا۔

* * * * *

روشنی کے سب سے اہم سرچشموں میں سے ایک سرچشمہ حکمت یا اسلامی فلسفہ ہے جو انسانی سوچ کو ابہام سے اور انسان کو وحشت سے بچاتا اور اُس کی روح کی تطہیر کر کے اُس کے ضمیر کے ہاتھ میں ایک ایسی مشعل پکڑا دیتا ہے جو اُن سب مقاموں کو روشن کر دیتی ہے جہاں اُس انسان کو جانا ہوتا ہے، اور جس روشنی میں وہ ہستی کے چہرے پر لکھی ہر عبارت کو پڑھنے میں انسان کی مدد کرتا ہے۔

* * * * *

علوم، عقل کے دائرے میں گھومتے رہتے ہیں جبکہ حکمت رحمانی ماحول میں جڑ پکڑتی اور نشو ونما پاتی ہے۔ اخلاقی اور دینی معاملات عقل اور روح کے دائرے سے دور روحانیت کے

Marfat.com

ماحول میں پیدا ہو کر وہیں بڑے ہوتے ہیں۔

* * * * *

حکمت کا مقصد اُن راہوں کو روشن کرنا ہے جو اللہ اور روح کی طرف جاتی ہیں۔ روشن کرنے کا یہ عمل کبھی تصنیف سے صاحبِ تصنیف تک اور کبھی صاحبِ تصنیف سے تصنیف تک روشنی پہنچانے کی شکل میں ہوتا ہے۔ یہ دونوں راستے مشعلِ حکمت کو ہاتھ میں پکڑنے والے شخص کی نیت اور اُس کی نگاہ کے بے عیب ہونے کی نسبت سے اُسے نیکی اور مکمل خوبصورتیوں تک پہنچا سکتے ہیں۔

* * * * *

عالم وہ نہیں ہوتا جو محض جانتا ہو بلکہ وہ ہوتا ہے جو اپنے علم کو اپنے ضمیر میں بھی محسوس کرتا ہو۔ جو حیثیت جاہل کے مقابلے میں عالم کی ہوتی ہے وہی عالم کے سامنے حکیم اور فلاسفر کی ہوتی ہے۔

* * * * *

عالم عالمِ شہادت سے اور صرف سلطنتِ الٰہی کی تمام موجودات کے ساتھ اپنا رشتہ قائم کرتا ہے جبکہ حکیم لگاتار عالمِ غیب اور عالمِ ماوراالحیات کا کھوج لگانے میں مصروف رہتا ہے۔

* * * * *

عالم اُن خوبصورت اشیاء کو بدیوں میں شمار کر سکتا ہے جنہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر وہ اُن کا شاہد تو ہوتا ہے مگر جو اُس کے وجدان میں ایک ربانی ذوق کے طور پر محسوس نہیں ہوتیں۔ حکیم ہر چیز کے قریب اُس وقت جاتا ہے جب وہ پسِ پردہ ہوتی ہے۔ اس لیے وہ اپنی تمام فکری کارروایاں عموماً عبادت کے شگفتہ ماحول میں جاری رکھتا ہے۔

* * * * *

ہر ناپسندیدہ شے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ہر حال میں بدصورت اور بُری ہوگی۔ بچے پڑھنے اور سوچنے کو، ٹیکوں اور دوائیوں کو پسند نہیں کرتے۔ مگر آگ اور سانپ کے ساتھ کھیلنے کے لیے جان دیتے ہیں۔ علمی عقل اور حکمتی عقل کا مطالعہ بھی اسی پیمانے کے مطابق کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

ہمارے ہاں نئے فلاسفر وہ لوگ ہیں جن کا فلسفے سے بہت دور کا تعلق ہوتا ہے۔ ان میں سے بہت سوں کی کارکردگی ایک برائے نام ترجمے پر مشتمل ہوتی ہے۔ کاش کہ وہ کم از کم اس ترجمے کو ہی مکمل تو کر سکتے۔

* * * * *

حکمت کو عقل کے ذریعے نہیں، روح کی تصدیق اور گواہی کے وسیلے سے سراہا جاتا ہے۔ جی ہاں! آخر حکمت کو حکمت ہی سمجھتی ہے۔ عقل یا تو اس کی دشمن ہے یا پھر غیر ضمیمی دوست۔

* * * * *

کئی مرتبہ عقل کی طرف سے حکمت کی ناپسندیدگی کا سبب یہ ہوتا ہے کہ عقل حکمت کا ادراک نہیں کر سکتی۔ حکمت کے مسائل اس قدر دقیق اور عقل کی سمجھ سے بعید ہیں کہ جو عقل الہام کے پروں سے محروم ہو اس کا حکمت کی بلندیوں تک پہنچنا نہایت دشوار بلکہ ناممکن ہوتا ہے۔

* * * * *

اگر عقل کو آنکھ کا سفید حصّہ تصور کر لیا جائے تو حکمت اس کے سیاہ طبقے کی طرح ہے کیونکہ عقل اپنے نور کے بعد آنے والی تاریکی میں پیدا ہوتی ہے۔

* * * * *

عقل اشیاء کو ہاتھ سے چھو کر سمجھنے کا اور حکمت اُنہیں نظروں کی گرفت میں لانے کا نام ہے۔ عقل ہستی کو عینکوں سے دیکھنے کا، حکمت اُسے دوربین سے یا ٹیلی سکوپ سے دیکھنے کا نام ہے۔

* * * * *

عقل مادّے کی حدود کو پار نہیں کر سکتی جبکہ مادے سے اُدھر کی دنیا کو حکمت اور حقیقی فلسفہ ہی دیکھ کر سمجھ سکتے ہیں۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ انسان حکمت کی ٹن ٹن کرتی آواز کو جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی، غور سے سننے کی بجائے جا کر ڈھول شہنائی سنتے رہتے ہیں۔

زندگی کی تاریک اور پیچیدہ راہوں کو روشن کرنے والی دو مشعلیں ہیں۔ ایک عقلِ سلیم

Marfat.com

اور دوسری حکمت۔

* * * * *

علوم عقل کی روشنی ہیں اور حکمت فلکِ روح پر چمکتی رہنے والی آسمانی بجلی۔

* * * * *

ماڈی فلسفے اور حکمت کو ایک دوسرے میں خلط ملط کر دینا اس بات کی علامت ہے کہ یہ کام کرنے والا دونوں کو ہی سمجھ نہیں سکا۔ کتنی عجیب بات ہے کہ اب ہر طرف سنی جانے والی آواز اسی قسم کے جاہلوں کی بُڑ بڑاہٹ ہے۔

* * * * *

وہ حکیم جس کا خمیر حکمت سے اٹھایا گیا ہو اپنے حجرے کی تنگ چار دیواری میں رہتے ہوئے بھی کائناتوں کا نظارہ کرتا رہتا ہے۔ اور ایسے ناقابلِ رسائی مقامات پر جا پہنچتا ہے کہ جن کے ایک فیصد حصّے کو بھی دنیا میں گھومنے پھرنے والے سیاح نہیں دیکھ سکتے۔

* * * * *

فلسفیوں کو کائنات شناس کہتے ہیں۔ جو شخص حقیقت شناس اور عارف بِاللہ نہ ہو وہ حقیقی فلسفی نہیں ہو سکتا۔

* * * * *

ہر لفظ متعلقہ شخص کے عرفان اور ثقافت کے معیار کے مطابق اُس کی روح سے پھوٹ کر ظہور پذیر ہوتا ہے۔ کہ اسے صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن کا افق اور پایہ اِس شخص جتنا ہوتا ہے۔ دقیق الفاظ اور دقیق حقیقتوں کو نہ سمجھ سکنا یا اُنہیں معمولی سمجھنا روح کی لاعلمی یا بھونڈے پن کے باعث نہیں ہوتا بلکہ اُس میں عرفان کی عدم موجودگی کے باعث ہوتا ہے۔

* * * * *

قومیں اکثر ایسی طاقت کے پہیوں کے نیچے آ کر پستی رہتی ہیں جس میں حکمت کا نام و

Marfat.com

نشان نہیں ہوتا۔ دراصل جب کوئی حکمت سے محروم طاقت' طاقت سے محروم حکمت کو کچلتی ہے تو ایک ایسی شے بھی ہوتی ہے جو حقیقتاً اس کے کچلے جانے پر آنسو بہاتی ہے۔ اور وہ ہے حقیقت۔

* * * * *

جواہرات کی قدر جوہری جانتے ہیں' صاحبِ علم انسان کی قدر عالم' اور انسان کی قدر وہ کامل لوگ جانتے ہیں جو خود انسانیت کی بلندی تک پہنچ چکے ہوں۔ جواہرت پیتل فروشوں کی مارکیٹ میں عجیب لگتے ہیں' عالم جاہلوں کے درمیان' انسان حیوانی روحوں کے درمیان' اور حکیم ایسی دنیا میں عجیب لگتے ہیں جہاں لوگ تشخیص اور وجدان پر کان نہیں دھرتے۔۔۔

* * * * *

حکمت کے زاویۂ نظر سے وجدان

وجدان انسان کے خود اپنے آپ کو اور اپنی ہستی کو پہچاننے کا نام ہے۔ یہ ایک روحانی سسٹم ہے جو خواہش کرتا ہے' محسوس کرتا ہے' سمجھتا ہے' اور بغیر کسی وقفے کے ابد کے لیے کھلا رہتا ہے۔

* * * * *

روح کے اِرادے' حس' ذہن اور قلب جیسے وسائل بیک وقت وجدان کے بھی اہم ترین سنگِ بنیاد ہیں۔ یہ عناصر انسان کو اس دنیا میں کمالِ انسانیت پر پہنچاتے ہیں اور اگلی دنیا میں ابدی خوشیوں اور حقِ تعالیٰ کے دیدار کا وسیلہ بنتے ہیں۔

* * * * *

وجدان ایک ایسا چم چم کرتا آئینہ ہے جو حق تعالیٰ کا دیدار کراتا ہے اور ذاتِ اُلوہیت کی ترجمانی کرنے میں جس کا کوئی مدِ مقابل نہیں ہے۔ اگر وجدان ایک ایسی روح حاصل کر لے جو ذاتِ عالی منصب کی ہستی کا احساس کر سکے اور ایسے کان حاصل کر لے جو اُس ذات کی آواز سن

Marfat.com

سکیں تو بس اُس کے لیے یہی کافی ہوگا۔

* * * * *

وجدان چونکہ روح کی حس، مشاہدہ اور ادراک ہے، اس لیے اُسے ہمیشہ کون و مکاں سے بالاتر، عالمِ بالا کے لیے وا (کھلا)، ایک بے عیب ترازو والا منصف، اور فرشتوں جیسا صاحبِ عصمت قبول کیا گیا ہے۔

* * * * *

مفتی تو بہت ہیں جو تقریباً سبھی اپنی سمجھ کے مطابق ایک ہی جیسے مشترک منبعوں کا رخ کرتے اور فتویٰ دیتے ہیں، مگر وجدان ایک ایسا گہری نظر والا مفتی ہے جو فتوے دیتے وقت حقیقت کے مطابق فتویٰ دیتا ہے، کسی کو گمراہ نہیں کرتا اور کسی سے ناانصافی نہیں کرتا۔

* * * * *

وجدانِ عمومی کا مطلب ''سوادِ اعظم'' کہلانے والی اکثریت کی حس، فہم اور ادراک ہے۔ وجدانِ عمومی شاذ و نادر ہی غلطی کھاتا ہے، خاص طور پر جب اس کی معلومات اور استعداد دونوں الہام کے سرچشمے پر اعتماد کرتی ہوں۔

* * * * *

ایک حاکم کی شکل میں جب وجدانِ عمومی کا یہ عالم ہو کہ وہ غلطی بھی نہیں کھاتا اور کسی کے دھوکے میں بھی نہیں آتا، تو پھر ہر شخص کا فرض ہے کہ اُس کے احکام پر راضی ہو اور اُسے حاکم قبول کرے۔ اِس کے یہ معنی ہیں کہ بعض مسائل میں مُراجعت کرنے کے لیے وہی آخری اتھارٹی والا حاکم ہے۔

* * * * *

فرض وہ کام ہے جس کے کرنے کا حکم اللہ دیتا ہے۔ یہ انسان کے وجدان میں بھی ایک ایسی جان ڈال دیتا ہے کہ وہ انبیاء کے وجدان کی طرح بے عیب ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ اسے قبول نہ کرنا انسان کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ حق، حاکمِ مطلق ہے اور وجدان اُس کا سب سے سچا آئینہ۔ یہ

Marfat.com

آئینہ کبھی کبھار دھندلا عکس دکھادے تو دکھادے مگر اکثر جو عکس بھی دکھاتا ہے صحیح ہی دکھاتا ہے۔

* * * * *

ایک انسان کے طور واطوار اور طرزِ عمل میں نظم وضبط' اُس کی روح اور سوچ کے نظم وضبط کی پیداوار ہوتا ہے۔ اُس کی حرکات میں پائے جانے والے ربّانی معمّے اور راز اِس وجہ سے پائے جاتے ہیں کہ اُس کا وجدان اگلی دنیا کے لیے کھلا رہتا ہے۔

* * * * *

حکمت کے زاویۂ نظر سے علم

پڑھنا' مطالعے میں مشغول رہنا' اور معرفت کا متلاشی ہونا روح کی اہم ترین غذاؤں میں سے ہیں۔ کسی شخص کا ان سے محروم ہونا ایک ایسی سنجیدہ محرومیت ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔

* * * * *

جب غیر ملکی لوگ گروہ در گروہ ہمارے ملک کے ہر گوشے کو چھان پھٹک کر ہمارے علم' صنعت اور ثقافت کے خزانوں سے استفادہ کرنے میں مصروف ہوں اور ہم خود اپنے ماضی کے علوم اور ثقافت کے سرچشموں کے بارے میں تحقیقات نہ کریں' ان کا مطالعہ نہ کریں یا نہ کرسکیں' تو ہمیں چاہیے کہ بیٹھ کر اپنے حال پر آنسو بہائیں۔

* * * * *

سچی بات ہے کہ ہمارے عظیم الشان آباواجداد ہمارے لیے جو میراث چھوڑ گئے ہیں اور جس کے پیچھے پڑ کر آج کی دنیا محبت اور ذوق وشوق سے تحقیقات کر رہی ہے اُن لاتعداد علوم اور ادبی اثرات کے بارے میں بحیثیتِ قوم ہماری بے اعتنائی ہماری سمجھ سے بالکل ہی باہر ہے۔

* * * * *

Marfat.com

وہ لوگ جنہیں علمِ کامل حاصل نہ ہو یا جو اپنے علم کو ہضم نہ کر سکتے ہوں وہ اسی علم سے اپنی نسلوں کی سوچ اور افکار کو دھندلا کر دینے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ یہ لوگ محض ضرر رساں ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ہی ملک اور قوم کے غدّار بھی سمجھے جاتے ہیں۔

* * * * *

اضطراب، الہام کا شفاف ترین سرچشمہ ہے۔

* * * * *

کسی قوم کی بقا اور شان وشوکت اُس قوم کی ثقافت اور فنون کی گہرائی سے براہِ راست متناسب ہوتی ہے۔ وہ قوم جو دنیا کے چاروں طرف اپنی ثقافت اور فنی اثرات کی نمائش کرتی ہے وہ اپنے ان اثرات کی تعداد کے مطابق گویا اپنی زبان میں یہ کہہ رہی ہوتی ہے کہ "میں بھی ہوں"۔

* * * * *

انسانوں کے مابین کسی کی قدر و قیمت اور شرف اس کے علم اور استعداد سے متعین ہوتا ہے۔ ایک خسیس اور بے قدر شخص کسی وقت بھی امیر بن سکتا ہے مگر وہ کسی صورت بھی معزز نہیں ہو سکتا۔

* * * * *

کوئی انسان خواہ کتنا ہی پڑھا لکھا کیوں نہ ہو اُسے مزید پڑھنے لکھنے سے ہرگز نہیں روکنا چاہیے۔ حقیقی اصحاب علم کی اکثریت اُن لوگوں میں سے پیدا ہوتی ہے جو اپنی لگاتار تحقیقات کے باوجود اپنے عمل کو ناکافی سمجھتے ہیں۔

* * * * *

جب حق کی بات کی جاتی ہے تو جہالت کو غصہ آ جاتا ہے، تعصب مشتعل ہو جاتا ہے، مگر علم ہمہ تن گوش ہو کر سنتا ہے۔

* * * * *

ہر جاہل کو ان پڑھ کہنا درست نہیں ہے۔ حقیقی جاہل وہ ہے جو سچ کو محسوس کرنے سے

Marfat.com

قاصر ہو۔ اِس قسم کا انسان بہت کچھ جاننے کے باوجود جاہل ہوتا ہے۔

* * * * *

زندگی محض دیکھ کر جاننے اور کھانے پینے کا نام نہیں ہے۔ حیات سن کر محسوس کرنے کا نام ہے۔ جاننے والا مفید اور نہ جاننے والا مضر ہوتا ہے۔ کم جاننے والا کچھ نہ جاننے والے سے زیادہ مضر ہوتا ہے۔ سب کچھ جاننے والے اور بالکل کچھ نہ جاننے والے اگر کبھی کبھار دھوکہ کھالیں تو بھی دھوکا نہیں دیتے، لیکن کم جاننے والا بہت زیادہ دھوکا دیتا ہے۔

* * * * *

جو باتیں علم کے نام سے بتائی جاسکتی ہیں اُن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ سمجھ میں آ گئی ہیں۔ اور جو نہیں بتائی جاسکتیں، اُنہیں کسی حد تک غیر ہضم شدہ گِنا جاتا ہے۔ اِس اعتبار سے مدارس میں جن نوجوانوں کو درس کی سمجھ نہیں آتی اُن پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے، حالانکہ وہاں اساتذہ کی قابلیت کے معیار کی جانچ پڑتال کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔

* * * * *

جب تک مکاتب حقیقی اساتذہ کے ہاتھوں معبدوں کی شکل میں تبدیل نہیں ہوتے، جیل خانوں کے خالی ہوجانے کی امید رکھنا خام خیالی ہے۔

* * * * *

جب انسان کوئی کام کرنے کی نیت کر لیتا ہے تو اُسے سب سے پہلے یہ کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اس موضوع سے متعلقہ باتوں کو اچھی طرح سیکھ لے۔ جب اُسے پورا یقین ہوجائے کہ وہ مجوزہ کام کرسکے گا تو پھر اُسے اپنی مہم کی تکمیل میں کوئی کسر نہیں چھوڑنی چاہیے۔

* * * * *

ہر شخص کو اپنے کام اور مسلک سے اچھی طرح واقفیت ہونی لازمی ہے اور جہاں تک ممکن ہو اُسے اپنے اختصاص ہی کی حدود میں رہنا چاہیے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ہر کوئی اپنے

Marfat.com

اختصاص سے باہر کے کسی موضوع میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اسی لیے ضروری ہے کہ طبیب طبیب کے طور پر' اور انجینئر انجینئر کے طور پر ہی کام کرتا رہے۔۔۔ معلم کو طبابت نہیں کرنی چاہیے اور طبیب کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو قانون دان بننے پر مجبور نہ کرے۔

* * * * *

حکمت کی زبان میں ناموس

ناموس' عفت' وفا اور صداقت سے حاصل شدہ ایک ایسا مبارک خمیر ہے جو اگر کسی عمارت کی تعمیر میں مسالے کے طور پر استعمال کیا جائے تو اس عمارت کا جھٹکے کھا کر گر جانا کبھی نہیں دیکھا گیا' یا شاید شاذ و نادر ہی دیکھا گیا ہو۔

* * * * *

ناموس ایک جوانمرد کا سب سے اعلیٰ پہلو اور اُس کی اہم ترین صفت ہے۔ کسی جوانمرد کی پست اور حقیر ترین حالت وہ ہوتی ہے جس میں وہ ناموس کے موضوع پر بے تکلفی کا اظہار کرتا ہے۔

* * * * *

ایک عورت کا سب سے شریفانہ اور بیش قیمت پہلو یہ ہے کہ وہ عفت اور ناموس کے اعتبار سے بالکل بے داغ ہو۔ جو لوگ اپنے ناموس اور خاندان کی عفت کی حفاظت کے موضوع پر حساس نہ ہوں تو صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنی قومی حیثیت اور قومی وقار کی حفاظت کرنے اور ان کی رکھوالی کرنے کے معاملے میں بھی حساس نہیں ہوں گے۔

* * * * *

ناموس الگ چیز ہے اور عزّت الگ۔ ثروت عزت کی بنیاد تو ہو سکتی ہے مگر یہ ناموس عطا نہیں کرتی۔ جہاں تک غربت کا تعلق ہے تو یہ کبھی ناموس سے انحراف نہیں کرتی۔

Marfat.com

ناموس اس حدتک مقدس شے ہے کہ تمام قومیں اس کے نام کی قسم کھاتی ہیں۔اور یہ فضیلت کے تمام عناصر میں سب سے بیش بہا ہیروں میں سے ایک ہیرا ہے۔جن لوگوں کو ناموس کا علم نہیں ہوتا اُن کی عزت اور فضیلت پروری بھی جعلی ہوتی ہے' جھوٹ ہوتی ہے۔

* * * * *

ناموس ایک بے مثال الماس ہے جسے زیورات کے کسی نفیس ترین ڈبّے میں محفوظ رکھنا چاہیے۔یوں اس کی قیمت دگنی ہو جاتی ہے۔

* * * * *

جو لوگ اپنی عصمت اور ناموس کی طرح دوسروں کی عصمت اور ناموس کی حفاظت کے موضوع پر حساس نہیں ہوتے اُنہیں کوئی چیز امانت کے طور پر نہیں دی جاسکتی اور نہ ہی کسی معاملے میں اُن پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔۔۔

* * * * *

جس طرح چمگادڑ روشنی نہیں چاہتی اسی طرح بے دین لوگ دین کے' جاہل لوگ علم کے' بداخلاق لوگ اخلاقی اصول کے اور ناموس سے بے خبر لوگ ناموس کے خواہشمند نہیں ہوتے۔

* * * * *

حکمت کی نگاہ میں جھوٹ

جھوٹ ایک کافرانہ لفظ ہے۔یہ انسان کو اس دنیا میں جلدی یا بدیر وجدانِ عمومی کے مطلع کرنے پر ناقدری کا محکوم بنا دیتا ہے اور اگلے جہان میں جہنم کا۔

* * * * *

جھوٹ خوشامدی ہوتا ہے' حقیقت سنجیدہ اور مستغنی ہوتی ہے۔جھوٹ باتونی اور تیز زبان ہوتا ہے' حقیقت باوقار اور محتشم ہوتی ہے۔

Marfat.com

جن ممالک میں جھوٹ' حیلہ گری' چوری' اِفترا پردازی عام ہو جائے وہ برباد ہو جاتے ہیں۔ایسے ممالک کے باشندے غریب اوران کے فوجی سپاہی انقلاب پسند ہوتے ہیں۔

* * * * *

دروغ گوئی خواہ جو لباس چاہے پہن لے مگر اپنے آپ کو اجتماعی وجدان سے نہیں چھپا سکتی۔خاص کر نورِ حق سے دیکھنے والے اربابِ فراست کی نظروں سے تو اپنے آپ کو ہرگز نہیں چھپا سکتی!

* * * * *

جب جھوٹ کا رواج پھیل جائے اور تمام حلقے اسی کے باعث کراہتے رہیں تو سمجھیے کہ حقیقت کی زبان جڑ سے کھینچ لی گئی ہے۔

* * * * *

وجدانِ عمومی ایک سمندر کی طرح ہے۔اگر جھوٹ سرک کر اس کے درمیان تک پہنچنے میں کامیاب ہو بھی جائیں تو پھر بھی سمندر اُنہیں اکٹھا کر کے ساحل پر اٹھا پھینکتا ہے۔

* * * * *

اگر کوئی جھوٹ' انکار' جھوٹی تاویلوں اور ریاکاری کے منہ پر تھوک کر اُنہیں ہمیشہ حقارت کی نگاہ سے دیکھنے والا ہے تو وہ وجدان ہے۔

* * * * *

جھوٹ اور دکھاوا شور اور واویلا کرتے ہیں جبکہ حقیقت اور صمیمیت کا کام خاموشی ہے۔بجلیاں آسمان سے آنے والی گڑگڑاہٹ سے پہلے ہی اپنے نشانوں پر وار کر چکی ہوتی ہیں۔

* * * * *

Marfat.com

حکمت اور فضیلت

عوام کے درمیان فضیلت گدّی پر یا ننگی زمین پر بیٹھتی ہے جبکہ غرور شاندار کرسیوں میں بھی نہیں سماتا۔ اگر قبّہ نما غرور کو ایک اُلٹائے گئے کنویں کا متشابہ گردانا جائے تو فضیلت کو ایسے آسمان سے مشابہت دی جاسکتی ہے جو زمین پر اتر آیا ہو۔۔۔۔

* * * * *

جہالت انسان کو غرور کی طرف لے جاتی ہے اور حکمت فضیلت کی طرف۔ غرور جہالت کا وہ بچہ ہے جس کے آباؤ اجداد ہی نہیں ہیں، جبکہ فضیلت حکمت کی اعلیٰ نسل کی اولاد ہے۔ غرور ظلم وستم کا حامی ہے اور فضیلت آزادی اور مشاورت کی۔

* * * * *

غرور ہمیشہ تنہائی میں گھومتا پھرتا اور اپنی مثالیں ڈھونڈتا رہتا ہے۔ فضیلت متواتر عوام کے ساتھ رہتی ہے کیوں کہ وہ مطمئن ہوتی ہے کہ اسے اپنی امثال مل چکی ہیں۔

ایک محاورہ ہے ''زبردستی سے خوبصورتی نہیں ہوتی۔'' یہ بالکل بجا ہے۔ بڑائی بھی زبردستی سے حاصل نہیں ہوتی۔ ان دونوں کو اجتماعی وجدان مقرر کرتا ہے۔

* * * * *

بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے پسند کرنے والوں کو نیک بین اور پسند نہ کرنے والوں کو بدبین کہتے ہیں۔ یہ لوگ پہلی قسم کے لوگوں کی تعریف کرتے ہیں اور اُنہیں اپنے سینے سے لگائے رکھتے ہیں جبکہ دوسری قسم کے لوگوں کا سات گاؤں دور تک پیچھا کر کے اُنہیں بھگا دیتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جن لوگوں کو سات گاؤں دور بھگانے کی ضرورت ہوتی ہے وہ تو یہ خودبین لوگ خود ہیں۔

* * * * *

Marfat.com

نیک بین کو ہر شے اچھی اور بد بین کو ہر شے بری دکھائی دیتی ہے۔ بد بین ضرر رساں ہوتے ہیں۔ اچھی چیز کو اچھا کہنا اور بری چیز کو برا ہی دیکھنا ''حقیقت بینی'' ہے۔

* * * * *

حکمت کے زاویۂ نگاہ سے مطبوعات

میڈیا قوم کے احساسات کا ترجمان' عوام کا رہبر اور اُن کے افکار کا ناشر یعنی لوگوں کی سوچ اور افکار کا نشر کرنے والا ہوتا ہے۔ ظلم واستبداد کرنے والے نظاموں میں میڈیا ہمیشہ یا تو قید میں بند رہا ہے اور یا خوشامدی کے طور پر کام کرتا رہا ہے۔

* * * * *

ہر لکھاری کو چاہیے کہ وہ اپنے الفاظ اور طرزِ عمل میں با ادب اور دل اور قلم میں صاف ستھرا رہے۔ بصورتِ دیگر وہ یقیناً کسی موہوم سے فائدے کی خاطر باعثِ ضرر ہو سکتا ہے۔۔۔۔

وہ قومیں جن کے اہلِ قلم (مصنف اور مئولف) اپنی مرضی کے مطابق قومی احساسات اور قومی سوچ سے مطابقت رکھنے والے مضامین تحریر نہیں کر سکتے وہ قلم کاروں سے زیادہ ''اسارتِ بابل'' کی تصویر ہوتی ہیں اور اُسی کی نمائندگی کرتی ہیں۔ میڈیا چونکہ ایک ایسا ادارہ ہے جس کے دروازے موزوں یا غیر موزوں' ہر قسم کے افکار کے اظہار کے لیے کھلے ہوتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ اس میں قوم اور قومی روح کے مطابق نظم وضبط قائم کیا جائے۔

* * * * *

اخبارات اور ٹیلی وژن دونوں میں لوگوں کی ذاتی ہوا و ہوس کی خدمت گزاری سے سختی سے گریز کرنا چاہیے۔ ان کا واحد مقصد صرف اور صرف قوم کی رہنمائی ہونا چاہیے۔

* * * * *

ایسے بے شمار انسانوں کی کھوپڑیوں کی ہڈیاں گلنے سڑنے کے لیے قبرستانوں میں

Marfat.com

پڑی ہیں جو ظلم واستبداد اور سنسر شپ کے باعث ایسی ان گنت کتابیں اپنے ساتھ لے گئے جنہیں وہ اپنی زندگی میں احاطہء تحریر میں نہ لا سکے۔

* * * * *

حکمت کے زاویہء نگاہ سے محبت

محبت' مادی اور معنوی خوبصورتیوں کی طرف میلان کو کہتے ہیں۔ مادّی اشیاء کی محبت جسمانی یا بدنی ہوتی ہے جبکہ معنوی چیزوں کی محبت روحانی اور وجدانی ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے ظاہری خوبصورتیوں کی محبت میں جُدائیاں پیدا ہوتی ہیں کیونکہ یہ خوبصورتیاں ابدی نہیں ہوتیں۔ معنوی اشیاء کی محبت دائمی ہوتی ہے اور اس میں جدائی نہیں ہوتی۔

* * * * *

''اگر ایک دل میں محبت حقیقی ہو تو عداوت مجازی ہوتی ہے اور اگر عداوت حقیقی ہو تو محبت مجازی ہوتی ہے۔'' یہ ایک ایسی خفیہ کنجی ہے جو بہت سی مشکلات کو حل کر دیتی ہے۔

* * * * *

یہ امید رکھنا کہ محبت میں کئی قسم کے لطف حاصل ہوں گے' امید اور محبت دونوں کی موت کے مترادف ہے۔ امید اور عشق متلاشی روحوں کے پر ہیں اور یہ پر تلاش کے تمام مراحل کے دوران ان کے ساتھ ہی رہتے ہیں۔

* * * * *

طبیب بیماری کی علامتوں سے بیماری کے اثرات کا پتہ چلاتے ہیں جب کہ بیمار اُن اثرات کو خود جھیلتا اور محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح محبت کو محبت کرنے والا' عشق کو عاشق' جذبے کو مجذوب اور روحانی ذوق کو عارف لوگ ہی سمجھتے ہیں۔ اور یہی ہے'' عِلم الحال!''

Marfat.com

اور انسان دھوکا کھا گیا

اگر مجھے کسی ڈرامے کا خاکہ تیار کرنا ہوتا تو اُس کا پہلا جملہ یہ ہوتا: ''۔۔۔۔اور انسان دھوکا کھا گیا۔''

* * * * *

تاریخ عبرت کے صفحات پر مشتمل ہے

اس بات کی امید لگائے رکھنا کہ تاریخی حوادث بعینہٖ دوبارہ وقوع پذیر ہوں گے غلطی ہے۔ واقعات خواہ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہی ہوں مگر پھر بھی ہر واقعے پر وقت اور ماحول کی اپنی چھاپ لگی ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے تاریخ سے سبق حاصل کرنے کی بجائے عبرت حاصل کی جاتی ہے۔

* * * * *

جن اشیاء پر سورج طلوع ہو کر غروب ہو جاتا ہے اُن میں سے ایک چیز بھی ایسی نہیں ہوتی جو تازہ رہ سکے۔

* * * * *

آج تک کوئی شخص اور کوئی قوم ایسی نہیں گزری جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چوٹی پر کھڑی رہ سکی ہو۔

* * * * *

انسان کو چاہیے کہ وہ تاریخ کے خوش کن اور پُر لطف صفحات کے ساتھ ساتھ تھوڑا بہت ایسے صفحات کا بھی مطالعہ کر لیا کرے جو دہشتناک ہیں اور انسان کے جسم میں کپکپاہٹ پیدا کر دیتے ہیں۔ اِس سے اُسے ضروری تنبیہہ حاصل ہو گی۔ بصورتِ دیگر ممکن ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے

Marfat.com

اپنے افکار میں بچگانہ سطح پر ہی پڑا رہ جائے۔

* * * * *

بڑی بڑی اشیاء کو کندھوں پر اٹھانے والی چھوٹی چھوٹی چیزیں

ایک وسیع و عریض جنگل جسے پیدا ہونے یا لگانے کے لیے دنیا بھر کا وقت درکار ہوتا ہے، اُسے ماچس کی ایک تیلی ایک ہی لمحے میں جلا کر خاک کر سکتی ہے۔

* * * * *

بعض اوقات چنے کے دانے جتنا ایک جسم ایک دیو جیسے انسان کو زمین پر پٹخ سکتا ہے۔

* * * * *

ایک وسیع و عریض درخت ایک ننھے سے بیج میں سے، یہ مکرم انسان کسی ننھے منے جاندار جرثومے سے، سورج ذرّات سے اور دریا پانی کے قطروں سے پیدا کیئے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ اور کتنے سر چکرا دینے والے نتائج ہیں جو کتنے چھوٹے چھوٹے مراکز یا وسیلوں سے معرضِ وجود میں آتے ہیں۔۔۔!

* * * * *

وقت کے بارے میں

جب ہم کھانے پینے کی اشیاء منہ میں ڈال کر اِنہیں اپنے جسم کے سپرد کرتے ہیں تو ہمیں ایک لذت ملتی ہے اور ہم ان اشیاء سے مستفید ہوتے ہیں۔ یہی حالت وقت کی ہے۔ ہم

Marfat.com

سیکنڈوں، منٹوں، گھنٹوں، دنوں، اور ہفتوں کو جتنا اپنے آپ پر خرچ کرتے ہیں اُتنا ہی ان سے لطف اٹھاتے ہیں اور یہ بھی نہیں چاہتے کہ یہ گزر جائیں۔ ہم زندگی کی لذت سے لطف اندوز ہوتے ہیں، اس کی خوشیوں کو محسوس کرتے ہیں، اور اپنے حال اور مستقبل کے نام پر کئی چیزوں کا وعدہ کرتے ہیں۔ ان سب باتوں کے تناسب سے ہمیں زندگی ایک ایسی نعمت لگتی ہے جس کی لذت سے کبھی جی نہیں بھرتا۔ اس کے باوجود اگر زندگی لاپرواہی اور لاشعوری میں گزار دی جائے تو اس میں اور انسان کی پیٹھ پر لدے ہوئے کسی بھاری بوجھ میں کوئی فرق نہیں رہتا۔۔۔

* * * * *

وقت کسی بجلی گھر میں لگی ہوئی ایسی کمانی کی طرح ہے جو ابدیت تک پہنچی ہوئی ہو۔ یہ ایک ایسا خط ہے جو نہ گول ہوتا ہے اور نہ بالکل سیدھا۔ اِس میں اتار بھی ہیں اور چڑھاؤ بھی۔ حقیقی زمان کا وجود "لوحِ تغیر" ہے۔

* * * * *

لعنتیں / بددعائیں

جس طرح انسان کے وجود میں بعض ایسی اہم جگہیں ہیں جو اُس کے لیے حیاتی اہمیت کی حامل ہیں، اسی طرح قوم کے وجود میں بھی اعتقاد، تاریخ کا شعور، قومی ثقافت اور ملّی آئیڈیل جیسی نہایت اہم خصوصیات موجود ہوتی ہیں۔ جس طرح ایک شخص کے وجود کے ان حیاتی نکتوں میں سے کسی ایک کے چوٹ کھانے سے اُس شخص کا گر جانا ناگزیر ہوتا ہے بالکل اسی طرح قوموں کے ایسے نکتوں میں سے کسی ایک کے زخمی ہونے سے اس قوم کا زوال بھی یقینی ہو جاتا ہے۔ ہزار لعنت ہو ان لوگوں پر جو قوم کے اعتقاد و ایمان اور اُس کی تاریخ کے ساتھ کھیلتے ہیں! ہزار لعنت ہو ان پر جو قوم کے ماضی کے دشمن ہیں! ہزار لعنت ہو ان پر جو قومی ثقافت اور قومی آئیڈیل کو برباد کرتے ہیں! ہزار لعنت ہو ان بدبین اور قنوطی لوگوں پر جو مستقبل کو تاریک دیکھتے ہیں اور

Marfat.com

دوسروں کو بھی ایسا ہی دکھاتے ہیں!

*****

مغرب کا دھچکا

صنعتی انقلاب دنیائے اسلام کو ہلا کر رکھ دینے والا پہلا حادثہ تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے بلّی پہلے چوہے کو دماغی صدمہ پہنچاتی ہے اور پھر اس سے کھیلتی ہے۔ وہ دن اور آج کا دن' مغرب بھی اسی طرح دنیائے اسلام کو ذہنی صدمہ پہنچا کر اس کے ساتھ بلّی چوہے کا کھیل کھیلنے میں مصروف ہے۔

*****

جنّت

جنّت نہ ترقی کی جگہ ہے اور نہ زوال کی۔ وہ ایک ایسی سلطنت ہے جس میں ذوق کو گہرائی حاصل ہوتی ہے۔

*****

Marfat.com

باب دوئم

اِنسان
اور
اُس کا طرزِ عمل

Marfat.com

Marfat.com

عبادت

عبادت انسان کی طرف سے ایک نہایت معصوم طریقے سے اِس بات کا اظہار کرنے کا نام ہے کہ اللہ (جل جلالہٗ) معبود ہے اور انسان اُس کا غلام ہے۔ عبادت میں انسان کے طرزِ عمل کا وہ نظام شامل ہے جو ایک حقیقی غلام کو اپنے حقیقی معبود کے ساتھ خالق اور مخلوق کے رشتے میں رہتے ہوئے اپنانا چاہیے۔

* * * * *

عبادت اس شکریے کا نام ہے جو انسان اپنے وجود، اپنی زندگی، شعور، ادراک اور ایمان جیسی نعمتوں کے عوض اِن تمام نعمتوں ہی کی زبان سے ادا کرتا ہے۔ عبادت نہ کرنا اگر مکمل اندھا پن نہ بھی ہو تو بھی متعلقہ شخص کے بدترین نمک حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں چھوڑتا۔

* * * * *

عبادت دنیا اور عقبیٰ کی سعادتوں جیسی اُن خصوصیات میں سے وصال کی ایک راہ ہے جو ایمان کا ہدف ہوتی ہے۔ وصال کے کچھ آداب ہیں جو ہمیں ایمان کا حکم دینے والی ذات نے کھول کر ہمارے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ جو لوگ وصال کی اِس راہ کو ڈھونڈ نہیں سکتے اور اس کے لئے لازم آداب کو حاصل نہیں کر سکتے ان کا حقِ تعالیٰ تک پہنچنا ناممکن ہے۔

* * * * *

نظری لحاظ سے عبادت ایک نہایت یقینی، بے حد محفوظ راستہ ہے جس کے ذریعے سب سے بڑی جانی پہچانی حقیقیت تک، یعنی انسان کے وجدان میں ''حق الیقین'' تک رسائی ممکن ہے۔ انسان اِس راہ پر شعور، دبدبے اور احترام کے بال و پر لگا کر یقین کی تلاش میں نکلتا ہے۔ اِس راہ کی ہر منزل پر وہ ایک مختلف قسم کے وصال سے ہمکنار ہوتا ہے۔

* * * * *

Marfat.com

بعض روحیں جو حقیقت کو قبول نہیں کرتیں اور اپنی ساری عمر حقیقت کے نام پر محض فطری مسائل کی کہانیوں میں ہی صَرف کر ڈالتی ہیں وہ اگر اپنی ساری زندگی فصیح ترین زبانوں اور جادواثر بیانوں کے ماحول میں گزار دیں تو بھی سُوئی بھر راستہ طے نہیں کرسکتیں۔

* * * * *

عبادت، نیکی، خوبصورتی اور سچائی کے بارے میں انسانی سوچ کو قوت دینے کا ایک بابرکت سرچشمہ ہے۔ یہ ایک ایسی خفیہ اکسیر ہے جو بدی کی طرف نفس کے جھکاؤ کو درست کر کے فرشتوں کی دنیا میں تبدیل کر دیتی ہے۔ وہ روحیں جو دن میں کئی بار ذکر و فکر کے ذریعے اِس سرچشمے کی طرف رجوع کرتی ہیں وہ انسان کو ''انسانِ کامل'' بنانے کی راہ اختیار کر چکی ہوتی ہیں۔ اُنہیں کسی حد تک نفس کی سازشوں کے خلاف ایک ڈھال مل چکی ہے جسے وہ صحیح مقام پر لگا چکے ہیں۔

* * * * *

جو انسان اِس بات کی تحقیق کی راہ اختیار کرتے ہیں کہ جنت میں جانے کا اہل کیسے بنا جاسکتا ہے، عبادت اُن کی روح میں پنہاں فرشتوں کی سی قابلیتوں کو اُجاگر کرنے اور اُن کی جسمانی اور حیوانی قابلیتوں کو ربط وضبط تلے لانے کی کارروائیوں سے آگاہ کرتی ہے۔ جس طرح ایسے لوگ موجود ہیں جو کل سے آج تک عبادت کے وسیلے سے فرشتوں کو دور پیچھے چھوڑ چکے ہیں اسی طرح اُن لوگوں کی بھی کوئی کمی نہیں جو عبادت نہ کرنے کے باعث قلابازیاں کھاتے ہوئے پستی سے بھی گہری پستیوں کی طرف لڑھکتے جا رہے ہیں۔

* * * * *

سب سے فضیلت والی عبادت وہ ہے جس میں اللہ (جل جلالہٗ) کو جاننا اللہ سے محبت کرنا، اور انسانوں کے لیئے مفید ثابت ہونا شامل ہو۔ بلند چوٹیوں میں اِس سب سے بلند چوٹی پر پہنچنے کے لئے انسان کو ہر کام میں حق تعالیٰ کی خوشنودی کا خیال رکھنا ضروری ہے، جس کے لئے اُس کے وجدان کی سوئی ہر درست بات کی طرف اشارہ کر دیتی ہے۔ دوسرے ایک مومن کے لیئے

Marfat.com

ضروری ہے کہ وہ ''فاستقم کما اُمِرتو'' (یعنی قائم رہو اُس پر جیسے تمہیں حکم دیا گیا ہے) کی روشنی میں سچ کی تلاش میں لگا رہے۔

* * * * *

انسان

انسان ایک بلند جذبات سے مزین ہستی ہے جس میں فضیلت کی اِستعداد اور ابدیت کے لئے جنون پایا جاتا ہے۔ ایک سب سے زیادہ حقیر دکھائی دینے والے انسان کی روح میں بھی خوبصورتی کے عشق اور فضیلت کے احساس کی پیدا کردہ ابدیت کی سوچ یوں موجود ہوتی ہے جیسے قوسِ قزح۔ اس شخص کے بلندیوں پر پہنچ کر ابدیت سے ہمکنار ہونے کا دارومدار اس بات پر ہے کہ اس کی شخصیت میں پائی جانے والی یہ قابلیتیں کس حد تک پھلتی پھولتی ہیں۔

* * * * *

انسان کی انسانیت اس کی فانی حیوانی جسم میں نہیں بلکہ اس کی ابدیت کی متلاشی اور عاشق روح میں تلاش کرنی چاہیے۔ وہ جب کبھی روح کی طرف سے غفلت برتتے ہوئے محض اپنے جسم کے قابو میں ہوا تو کبھی بھی نقطۂ تسکین و تشفّی تک نہ پہنچ سکا' اور نہ ہی کبھی مطمئن کیا جا سکا۔

* * * * *

سب سے خوش قسمت اور دلشاد انسان وہ ہے جس کا وجدان ہمیشہ اگلے جہان کے عشق اور اشتیاق سے سرمست رہتا ہو۔ وہ لوگ جو اپنی زندگی جسم کی محدود' تنگ اور گلا گھونٹنے والی قید میں رہ کر گزار دیتے ہیں وہ خواہ محلوں میں ہی کیوں نہ ہوں پھر بھی قید میں ہی سمجھے جاتے ہیں۔

* * * * *

ہر انسان کا سب سے پہلا اور بنیادی فرض یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو منکشف کر کے

Marfat.com

پہچانے' اور اس وسیلے سے اپنی روشن شدہ حیثیت کے عدسے سے اپنا رخ رب کی طرف موڑ لے۔ وہ بد بخت لوگ جو اپنی حیثیت کو پہچان کر اپنے آپ کو نہیں جانتے' اور جو اپنے خالقِ اعظم کے ساتھ رشتہ نہیں جوڑ سکتے وہ اپنی زندگی اس طرح گزار دیتے ہیں جیسے ایک حمال جو اپنے کندھوں پر خزانہ اٹھائے ہوئے ہو مگر اسے اس کا علم نہ ہو۔ یہ لوگ اسی حمال کی طرح زندگی گزار کر مرکھپ جاتے ہیں۔

* * * * *

اگر چہ انسان اپنی ذات میں تو ایک عاجز ہستی ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہ قدرتِ لامتناہی پر انحصار رکھنے کے وسیلے سے نہایت اعلیٰ اقدار کا مالک بن جاتا ہے۔ جی ہاں! یہ اُس قدرتِ لامتناہی پر آسرا رکھنے ہی کا نتیجہ ہے کہ وہ قطرے سے آبشار' ذرّے سے سورج' اور گدا سے سلطان بن جاتا ہے۔

* * * * *

انسان اپنے وجود اور حادثات (واقعات) کی کتاب کے ساتھ گہرا تعلق پیدا کر کے جتنا اس کے ساتھ زیادہ یک جان ہو جاتا ہے اُتنا ہی اُس کے دل کی دنیا میں حکمت کی روشنیاں ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ اس وسیلے سے وہ اپنی اصلیت کو جان جاتا ہے' معرفتِ اللہ تک پہنچ جاتا ہے اور پھر رخصت ہو کر اللہ تعالےٰ سے واصل ہو جاتا ہے۔ مناسب یہی ہے کہ سوچ کی سطح پر جس سیر و سیاحت کے حقیقت میں بدلنے کا ارادہ ہو اُسے انکار اور الحاد سے نہ باندھا جائے۔

* * * * *

حقیقی انسان وہ ہے جو دوسری جاندار چیزوں کے ساتھ مشترک حرکات' مثلاً نسل کشی اور اپنی نوع کے دوام کے سلسلے میں کیے جانے والے کام' اس شعور سے کرتا ہے کہ وہ فرض ہیں اور پھر انہیں ضرورت کی حدود میں رہتے ہوئے سرانجام دیتا ہے۔ وہ لوگ جو بغیر کسی حد و حساب کے جسمانی لطف اندوزی میں پھنسے رہتے ہیں وہ انسان اور دوسری موجودات کا درمیانی فاصلہ کم کرنے اور انسانی حدود میں کھچاؤ پیدا کرنے کے مرتکب ہوتے ہیں۔

Marfat.com

حرمتِ انسان

کوئی حیوان مر جاتا ہے تو ہم اُسے بھول جاتے ہیں۔ اس کی قبر بھی غائب ہو جاتی ہے۔ مگر انسان کے ساتھ ایسا نہیں ہوتا۔۔۔ وہ قومیں جو اپنے آباؤ اجداد کی یاد اور اُن کے مزاروں کی حفاظت نہیں کرتیں، نہ جانے اُنہیں اس بات کا احساس ہوتا ہے یا نہیں کہ وہ حیوانوں کی سطح تک گر گئی ہیں۔ دراصل مُردوں کی حرمت ایک امانت ہے جو مستقبل کے نام پر دورِ حاضر کے زندہ لوگوں کے نام کی گئی ہے۔

* * * * *

جسمانیت اور روحانیت کے مابین توازن

حقیقی زندگی وہ ہے جو دل کی سطح پر گزاری جائے۔ جو انسان اپنے دل کے ساتھ زندہ رہتا ہے اس کے نزدیک ماضی اور مستقبل ایک ہی وحدت کے دو رُخ ہیں۔ یوں وہ زمان کی سطح سے ایک بالاتر ہستی بن جاتا ہے۔ ایسی روح نہ ماضی کے غموں سے داغدار ہوتی ہے اور نہ مستقبل کے کسی خوف سے خوفزدہ۔ جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو دل میں اپنے آپ کو نہیں پا سکتے وہ اپنی سطحی زندگی ہمیشہ کج بینی اور قنوطیت میں گزارتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں کی نظروں میں ماضی ایک دہشتناک مزار اور مستقبل ایک اتھاہ کنواں ہے۔ وہ اگر مریں تو بھی عذاب زندہ رہیں تو بھی۔۔۔

* * * * *

انسان کا اِس کے بے حد لمبے ماضی اور کبھی نہ ختم ہونے والے مستقبل کے ساتھ رشتہ محض اس ایک بات پر منحصر ہے کہ وہ اپنے دل اور روح کی سطحِ زندگی کو کس حد تک سمجھتا ہے۔ اس سطح پر زندگی گزارنے والی اور اسے سمجھنے والی خوش بخت روحیں ماضی کو اپنے آباؤ اجداد کے شاندار

Marfat.com

خیموں اور شاہی تختوں کی شکل میں اور اپنے مستقبل کو جنت کو جانے والی راہوں کے طور پر دیکھتی ہیں۔ یہ لوگ اپنے وجدان میں پھوٹنے والی کوثر کی نہروں سے پانی پی پی کر دنیا کی اس سرائے سے اگلے جہان رخصت ہو جاتے ہیں۔ جو بد بخت اِس سطح پر گزاری جانے والی زندگی کا ادراک نہیں کر سکتے اُن کی زندگی موت سے بدتر اور اُن کی موت اندھیروں سے بھی زیادہ اندھیرا جہنم ہوتی ہے۔

* * * * *

کسی شخص کے عمل، طرزِ عمل اور اُس کی باطنی زندگی کے درمیان ایک رشتہ ہوتا ہے جو ایک دوسرے کی مدد کرتا ہے، دونوں میں ترتیب پیدا کرتا ہے اور اُنہیں پختگی مہیا کرتا ہے۔ اِسے ہم دائرہِ فاسد کے مقابلے میں دائرہِ صالح کا نام بھی دے سکتے ہیں۔ اِس رشتے کے وسیلے سے انسان کا عزم، اصرار، اور فیصلہ کرنے کی قابلیت منعکس ہو کر اس کی باطنی دنیا کو روشن کر دیتی ہے۔ بالکل اسی طرح اس کے وجدان کی روشنی بھی اس کے عزم اور ارادے کو چابک لگا کر اسے اور زیادہ بلند افق دکھائے گی۔

* * * * *

وہ خوش نصیب لوگ جو اپنے طرزِ عمل میں اپنی روح کے تابع ہوتے ہیں وہ اپنے خالقِ حقیقی کی خوشنودی اور انسانیت اور فضیلت کی طرف جانے والی راہوں پر چلتے ہیں۔ اُن کے قبلہ نما (یعنی قطب نما) ہمیشہ ایک ہی محراب کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اور ان کی حرکت کی سوئیاں بھی ہمیشہ ایک ہی راستہ دِکھاتی ہیں۔ اگر کبھی کبھار وہ تھوڑا بہت اِدھر اُدھر ہو بھی جائیں پھر بھی تہِ دل سے ندامت کے اظہار اور دل سے اٹھنے والی آہ سے اُن کے دلوں کو گھیرے میں لینے والے گناہ اُن کی روحوں میں گھل جاتے ہیں اور وہ پھر اپنی راہ پر چل کر اپنا سفر جاری رکھتے ہیں۔

* * * * *

وہ خوش قسمت انسان جو اپنے تمام فرائض کو اُن کی چھوٹی سے چھوٹی جزئیات تک

Marfat.com

نہایت احتیاط سے بجالاتے ہیں، وہ اپنی بیرونی دنیا کے نظام آہنگ، اور فرائض کے عشق کے ساتھ ساتھ اپنے باطنی عالم کے اعتبار سے بھی متواتر اپنے بخوردان کی طرح سلگتے رہتے ہیں اور دن میں کئی مرتبہ پر نکال کر فرشتوں کی محفلوں میں جا پہنچتے ہیں۔

* * * * *

صدیوں تک ابدیت کی سوچ میں ابل ابل کر حلاّج (منصور) بن جانے، اور ہمارے دلوں میں عشقِ لامتناہی کا خمیر اٹھنے والا اِدراک، وقت کے ساتھ ساتھ اپنا مقام ایک ایسے عارفانہ اِدراک کے حوالے کر گیا ہے جس میں بے روح فارمولا بازی اور بے حسی بھی شامل ہو گئے ہیں۔ وہ دن اور آج کا دن، جگنوؤں کے جسموں سے نکلنے والے ننھے ننھے شراروں کی حیثیت والے الہاموں اور وحی کے روشن کئے ہوئے سارے ماحول کو ایک جیسا قرار دینے والی یہ منحوس سوچیں، ہماری روشن راہوں پر دھند اور دھواں چھوڑ چھوڑ کر ہم انسانوں کے فلک کو کالا سیاہ کر رہی ہیں۔

* * * * *

ان سب باتوں کے بعد ہمارے خیال میں ہم ایک حقیقت کے غلام کو یوں بیان کر سکتے ہیں: جسمانی لحاظ سے وہ ایک ایسے بدن کا مالک ہوتا ہے جو ہر قسم کی آفت کا چھاتی نکال کر مقابلہ کر سکے۔ سوچ کے اعتبار سے اُسے ایک ایسا ذہن درکار ہے جو حالِ حاضر کی سمجھ کے مطابق حق کے بیان کو گڈ مڈ کر کے ابال سکے اور ایک ماہر کیمیا گر کی طرح اتنی تعمیری قابلیت کا مالک ہو کہ ہر آن اس آمیزش سے دوسرے مرکب بنا سکے۔۔ روحانی صلاحیتوں اور قلبی لحاظ سے ایک ایسی روح کا مالک ہو جو صدیوں سے مولاناؤں (مولانا رومی جیسے لوگ) اور یونسوں (یونس ایمرے جیسے لوگ) کی طرف سے تیار کی گئی کٹھالی میں پکتے پکتے خوب پختہ کار ہو چکی ہو۔ بالآخر ایک ایسے پختہ کار دل کا مالک ہو جو "انسانوں کے درمیان انسانوں میں سے ایک انسان" کے فلسفے پر یقین رکھتا ہو اور اتنا فدا کار ہو کہ دوسروں کی خوشی کی خاطر اپنی لذتوں کو بھول جائے۔

Marfat.com

برداشت (تحمل)

کھول دے، اپنا سینہ ہر انسان کے لیئے جتنا کھول سکتا ہے کھول دے۔ اتنا کھول دے کہ سمندروں کی طرح ہو جائے۔ ایمان سے پورا پورا کام لے اور انسانوں کے ساتھ محبت کر۔ کوئی پریشان دل ایسا نہ رہ جائے جس کے بارے میں تجھے تشویش نہ ہو اور جس کی طرف تو نے ہاتھ نہ بڑھایا ہو۔۔۔۔۔!

* * * * *

اچھے لوگوں کی تعریف اُن کی اچھائیوں کی بنا پر کرو۔ صاحبِ ایمان دلوں کے ساتھ مروّت کے ساتھ پیش آؤ۔ کافروں کی طرف اِتنی نرمی سے بڑھو کہ اُن کے دل کا کینہ اور نفرت پگھل کر غائب ہو جائے۔ اور اپنے سانسوں میں ہمیشہ مسیحا بنو۔۔۔۔!

* * * * *

سڑکوں میں سے رنگین ترین سڑک پر، بیانات میں سے جاذب ترین بیان کے ساتھ آفاق سے لین دین کرتے ہوئے یہ مت بھول کہ تو ایک راہبرِ عظیم کی پیروی کر رہا ہے! مت بھول کر جن لوگوں کے پاس اِن خصوصیات میں سے ایک خصوصیت بھی نہیں ہے اُن کا خیال کرتے ہوئے اُن کے ساتھ بھی انصاف کر!

* * * * *

برائیوں کو نیکیوں سے رد کر، اگر کوئی بداخلاقی سے پیش آئے تو اِسے نظر انداز کر دے! ہر شخص اپنے طرزِ عمل سے اپنے چال چلن کی عکاسی کرتا ہے۔ تُو برداشت اور تحمل کی راہ اختیار کر اور رسم و رواج سے نابلد بداخلاق لوگوں کے ساتھ عالی ظرفی سے پیش آ۔۔۔!

* * * * *

محبت سے محبت کرنا اور دشمنی کا دشمن ہونا ایمان کے جوش سے بھرے دل کا سب سے ممتاز وصف ہے۔ ہر ایک سے نفرت کرنا، دل کو شیطان کے حوالے کر دینے کا یا پاگل پن کا نتیجہ

Marfat.com

ہے۔تُو انسان سے محبت کر اور انسانیت پر حیرت کا اظہار کر۔۔۔۔!

* * * * *

بے حد احتیاط کرو کہ تم ایک مرتبہ بھی اپنے نفس کے سامنے ،گر کر اُس سے اپنے متعلق رائے نہ لے لینا۔ کیونکہ اس کی رائے کے مطابق تمہارے سوا ہر شخص مجرم ہے، ہر فرد بد بخت ہے۔ اور یہ بات سب سے سچی بات کہنے والے کی رائے کے مطابق متعلقہ شخص کی ہلاکت ہے۔ تُجھے اپنے نفس کے خلاف خوب سخت اور دوسروں کے خلاف نرم سے بھی نرم تر ہونا چاہیے!

* * * * *

تُو اپنے ایسے طرزِ عمل اور طور طریقے پر دھیان رکھ جو دوسروں کی نگاہ میں تجھے مقبول بناتا ہے اور تیری نظروں میں اِنہیں محبوب بناتا ہے! یہ مت بھول کہ وہی چیزیں تیرے بھی پسندیدہ بن جانے کا وسیلہ بن سکتی ہیں۔ دوسروں سے ہمیشہ انسانوں کی طرح اور رحمدلی کا سلوک کر۔۔۔!

* * * * *

حق تعالےٰ جو سلوک تیرے ساتھ کرتا ہے اُسے معیار تسلیم کرتے ہوئے تجھے بھی عوام کے ساتھ اسی طرح کا سلوک کرنا چاہیئے۔ اس حالت میں تُو عوام کے بیچ میں حق تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے اور دونوں جہانوں میں اکیلے پن کی وحشت سے بچ جاتا ہے۔

* * * * *

خالق کی نظروں میں تیری کیا حیثیت ہے اس کا اندازہ تُو یوں لگا سکتا ہے کہ تیرے دل میں خالق کے لیے مخصوص کیئے گئے مقام کی حیثیت کیا ہے۔ اور عوام کے نزدیک تیرا کیا مقام ہے۔ اس کا اندازہ تیرے ان کے ساتھ کیئے گئے طرزِ عمل سے ہوسکتا ہے۔ (دونوں صورتوں میں اللہ اور عوام کے ساتھ اپنے طرزِ عمل کو ترازو میں رکھ کر دیکھ لے کہ کون سا پلڑا بھاری ہے۔) تُو ایک لمحے کے لیے بھی حق تعالیٰ سے غافل نہ ہو! اور ''انسانوں کے درمیان انسانوں میں سے ہی ایک انسان'' ہو جا۔۔۔!

* * * * *

Marfat.com

اگر تیری روح میں یہ بات پوری طرح گھر کر چکی ہے کہ صاحبِ ایمان لوگ تیرے ساتھ برائی کر سکیں گے تو سمجھ لے کہ یہ خیال تیرے غلط فیصلے اور کم عقلی پر، تیرے ایک کمزور انسان ہونے پر اور تیری روح کی پستی پر مبنی ہے! چنانچہ فوراً کسی ایسے متقی سے رجوع کر جو تیرے دل کو گرما سکے اور تیری آنکھوں سے آنسو جاری کروا سکے۔

* * * * *

مختصر یہ کہ انسانوں کے درمیان اپنے لیے محبت اور اعتبار کی حفاظت کرنا چاہتا ہے تو محبت بھی حق کی خاطر کر اور نفرت بھی! اور ایک ایسا انسان بن جا جس کا دل حق تعالیٰ کے لیے کھلا ہوا ہو۔۔۔!

* * * * *

عجز و انکسار

جن لوگوں کا منہ زمین کی طرف جھکا رہتا ہے اُن کے لیے حق تعالےٰ کے پاس بھی اور خلقِ خدا کے پاس بھی بے انتہا اُونچا مقام ہوتا ہے۔ اِس کے برعکس وہ لوگ جو ناک چڑھا کر چھاتی اکڑاتے ہیں، ہر شخص کو حقیر سمجھ کر اپنی اکڑ دکھاتے ہیں وہ تقریباً ہمیشہ ہی لوگوں کی نفرت کا نشانہ بنتے رہتے ہیں اور حق تعالےٰ کی طرف سے بھی اُن پر عذاب نازل ہوتا رہا ہے۔

* * * * *

انسان کی خود پسندی اور تکبر اُس میں عقل کی کمی اور روح کی ناپختگی کی علامت ہے۔ ایک عقلمند انسان جو روحانی طور پر پختگی حاصل کر چکا ہو اُسے جو کچھ ملتا ہے وہ اُسے خالقِ اعظم کی عطا سمجھتا ہے اور ہمیشہ تشکر کے احساس کے طور پر اُس ذات کے آگے جھک کر دہرا ہوا رہتا ہے۔

* * * * *

Marfat.com

منکسر مزاج ہونا' خالقِ حقیقی کی طرف سے قدر شناسی اور عوام کی طرف سے حقارت اور سرزنش دونوں کے مقابلے میں انسان کے دل میں خوشنودی کی حس پیدا کرتا ہے۔ جی ہاں! جو شخص شروع سے ہی اپنی حد کو جان کر انکسار کے بال و پر اتنے نیچے کر لے کہ وہ زمین سے چھونے لگیں وہ یوں ہے جیسے انسانوں کی طرف سے حقارت والی ہر نظر کے خلاف محفوظ ترین زرہ میں ملبوس ہو اور اس نے حفاظت کی بہترین تدبیر اختیار کر لی ہو۔

* * * * *

عجز و انکسار انسان کی پختگی اور صاحبِ فضیلت ہونے کی نشانی ہے اور تکبّر سے اپنی بڑائی کی بڑ مارنا اُس کے کم وقعت اور ناقص ہونے کی۔ کامل ترین اشخاص دوسرے لوگوں میں زیادہ سے زیادہ گھل مل جانے والے' اُن کے ہمدم لوگ ہوتے ہیں' اور ناقص ترین اشخاص بدنام اور بدبخت لوگ ہوتے ہیں جن کے غرور کا پیٹ دوسروں کے ساتھ ملنے جلنے سے، ان کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے سے نہیں بھر سکتا۔

* * * * *

وہ لوگ جن کی قدر و قیمت اُن کے اپنے معاشرے میں کوئی نہیں جانتا' وہ اپنے کردار کے عجز و انکسار کے وسیلے سے جلد یا بدیر اونچے مقام پر پہنچ کر شرف حاصل کر لیتے ہیں۔ جو اپنے احساسِ بزرگی کی زد میں آئے رہتے ہیں اُن کا معاشرہ اُن کی اتنی نکتہ چینی کرتا ہے کہ وہ جس محیط میں رہتے ہیں وہاں وقت کے ساتھ اُن کی حیثیت پردیسی عناصر کی سی ہو جاتی ہے۔

* * * * *

کسی انسان کا انسانیت کی سطح تک پہنچنا اُس کے عجز و انکسار سے' اور عجز و انکسار اس بات سے آشکار ہوتا ہے کہ اُس شخص کا مقام' عہدہ' دولت' اور علم جیسی چیزیں جن پر لوگوں کا اعتماد ہوتا ہے' وہ اس میں تبدیلی کا باعث نہ بن جائیں۔ جو شخص متذکرہ بالا اوصاف میں سے کسی ایک کے باعث بھی اپنی سوچ اور اپنے طرزِ عمل میں تبدیلی کا شکار ہو جاتا ہے نہ اس کی عجز و انکساری اور

Marfat.com

نہ ہی اُس کا انسانیت کی سطح پر پہنچ جانا موضوعِ بحث بن سکتا ہے

* * * * *

عجز و انکسار تقریباً تمام اعلیٰ عادات کی کنجی کی طرح ہے۔ جو اسے حاصل کر لیتا ہے وہ دوسری اعلیٰ عادات کا بھی مالک بن سکتا ہے۔ اور جو اس کا مالک نہیں بن سکتا وہ غالباً دوسری عادات سے بھی محروم رہتا ہے۔ حضرت آدم (علیہ اسلام) جب لغزش کھا کر گر پڑے تو اُنہوں نے عاجزی اور انکساری سے آسمانوں کی پرلی طرف کی ساری گم گشتہ چیزوں کو دوبارہ حاصل کر لیا لیکن اُسی حادثے میں لڑھکتا چلے جانے والا شیطان اپنے تکبر اور غرور کی راہ میں قربان ہو گیا۔

* * * * *

تکیوں اور حجروں میں ہمیشہ وہ لوگ پرواز کر کے بلندیوں پر پہنچے ہیں جو اپنے چہرے زمین کی طرف رکھتے ہیں۔ مکتبوں اور مدرسوں میں بھی ہمیشہ عاجز اور منکسر لوگ ہی اس سے فائدہ اٹھانا جانتے ہیں اور وہی اپنے معاشرے کے لیے مفید ثابت ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جو ناک چڑھا کر، تکیوں کے آداب اور اصولوں کا پاس نہیں کرتے، وہ کسی اُستاد کے سامنے گھٹنے ٹیک کر جو کچھ سیکھتے ہیں اُس سے اپنے غرور کا پیٹ بھرتے ہیں۔ ایسے بدنصیب لوگ ہمیشہ برباد ہو کر غائب ہو جاتے ہیں۔

* * * * *

کبر اور عُلوِیت چونکہ ''ذات الوہیت'' کی صفات میں سے ہیں، وہ جو اپنی بڑائی کی بڑ مارتے اور گستاخی کرتے ہیں وہ تقریباً ہمیشہ ہی اس ذات کے ''قہار'' اور نہایت چوکنے ہاتھوں پکڑے جاتے ہیں اور ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ جو لوگ اپنی حدود کو جانتے ہیں اور عجز و انکساری سے کام لیتے ہیں وہ بلندی پر جا کر اُس کے حضور میں پہنچ چکے ہوتے ہیں۔

* * * * *

Marfat.com

انسانیت

انسان کو چاہیے کہ وہ دوسروں کے مقابلے میں اچھے برے طرز عمل کو پرکھنے کے لیے اپنے نفس کا ترازو قبول کرکے، ہر شے کا اِسی سے وزن کیا کرے۔ جو چیزیں اُس کے نفس کو پسند آئیں وہ دوسروں کے لیے بھی پسند کرے اور جو اشیاء خود اُس کے نفس کو نہ پسند آئیں، اُن کے بارے میں اپنے دل سے یہ بات ہرگز نہ نکالے کہ وہ اوروں کو بھی پسند نہیں آئیں گی۔ اس طرح وہ نہ صرف غلط طرزِ عمل سے بلکہ دوسروں کو رنجیدہ کرنے سے بھی بچ جائے گا۔

* * * * *

اگر آپ یہ سوچیں کہ آپ کے ساتھ کیئے گئے احسانات نے کیسے آپ کے وجدان کو نرم کر دیا تھا اور آپ کے اندر اپنے محسن کے لیے محبت اور دلچسپی پیدا کر دی تھی، تو آپ پر ایک ایسی راہ کا انکشاف ہو سکتا ہے جس کے ذریعے آپ بھی دوسروں کے دلوں میں اپنے لیے محبت اور دلچسپی پیدا کر سکتے ہیں۔ ''انسان نیکی کا غلام ہے'' نیکی بھی ایک مضبوط پناہ گاہ ہے اُن لوگوں کے خلاف جن سے انسان کو شر کا اندیشہ ہو۔

* * * * *

انسان کی پختگی اور اُس کا کمال اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حق پرستی کو ہاتھ سے چھوڑے بغیر جہاں تک ممکن ہو ان لوگوں کے ساتھ بھی نیکی ہی کرے جنہوں نے اُس سے بدی کی ہو۔ جی ہاں! انسان کو چاہیے کہ جن لوگوں کے ہاتھوں اُسے بدی سے دوچار ہونا پڑا ہو اُن کے ساتھ بھی مروت اور انسانیت کے مطابق سلوک کرنے سے باز نہ آئے۔ اس لیے کہ برائی کرنا ایک حیوانی فعل ہے۔ برائی کا برائی سے مقابلہ کرنا انسان کے لیے ایک سنگین قصور اور اس کے اندر ایک اہم کمی ہے۔ جبکہ برائی کا اچھائی سے بدلہ لینا جوانمردی اور عالی ظرفی ہے۔

* * * * *

Marfat.com

دوسروں کے لیے مفید ثابت ہونے کی کوئی حد ہی نہیں ہے۔ جو شخص عالی ہمت ہو وہ دوسروں کے لیے اپنی جان کو قربان کر دینے کی حد تک بے غرض ہو سکتا ہے۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ اس طرح کی عالی ظرفی کا انسان کے لیے ایک فضیلت ہونا اُس کے خلوص، اُس کی بے غرضی اور نیت کی صفائی پر اور اس بات پر منحصر ہے کہ وہ دوسروں کے معلامات میں نسلی اور قبائیلی تعصب سے کتنا دور ہے۔

* * * * *

کسی شخص کی انسانیت اور مروت، دوست واحباب سے اس کی قربت اور اس قربت کے قائم و دائم رہنے پر منحصر ہے۔ ان پر اس قربت کا اظہار کیے بغیر مروت کا دم بھرنا محض ایک خیالی دعویٰ ہے۔ ان کے ساتھ کی جانے والی نیکیوں کو اُن نیکیوں سے جا ملانا جو اُنہوں نے ہمارے ساتھ کی ہوں، اور پھر گھڑی گھڑی اپنی طرف سے کی جانے والی نیکیوں کو روک کر اُنہیں سزا دینا ہماری روح کی ناپختگی اور حقیقت تک نہ پہنچے ہوئے ہونے کی علامت ہے

* * * * *

ایک انسان دوسروں کے ساتھ جو بڑی بڑی نیکیاں کرتا ہے اُن میں سے ایک نیکی یہ ہے کہ اُن کی نامناسب حرکتوں سے نظر چرا لی جائے اور اُن کی غلطیوں پر آنکھیں بند رکھی جائیں لوگوں کے قصور تلاش کرنا بے ادبی ہے اور ان قصوروں کا دائیں بائیں ڈھنڈورا پیٹنا ایک ناقابلِ معافی عیب ہے۔ جہاں تک اُن سے سرزد ہونے والی برائیوں کا اُن کے منہ پر ذکر کرنے کا تعلق ہے تو وہ ایک ایسی چوٹ ہے جو لوگوں کو ایک دوسرے سے وحدت کے بندھن میں باندھ رکھنے کی بھائی چارے کی زنجیر پر پڑتی ہے۔ کاش کہ اس طرح کی چوٹ سے لوگوں کی رنجیدہ ہو جانے والی خودی نئے سرے سے جڑ سکتی اور اُن کی وحدت دوبارہ قائم ہو سکتی۔

* * * * *

جو لوگ دوسروں سے کی گئی بڑی سے بڑی نیکیوں کو غیر اہم سمجھتے ہیں اور دوسروں کی طرف سے کیئے گئے چھوٹے چھوٹے احسانات کو بڑا سمجھتے ہوئے اُن کی تعریف کرتے ہیں وہ

Marfat.com

ایسے کامل انسان ہیں جو خُداوندانہ اخلاق کی بلندی پر پہنچ چکے ہیں اور جن کے وجدان امن اور سکون پا چکے ہیں۔ اس قسم کے لوگ نہ تو اپنی طرف سے کی گئی اچھائیوں کو اُچھالتے ہیں اور نہ ہی اپنے ساتھ ہونے والی لاتعلقی کی شکایت کرتے ہیں۔

* * * * *

اِنسانیت یا مُروّت

جیسے سلوک کی امید تم دوسرے لوگوں سے کرتے ہو، دوسرے لوگ بھی تم سے ویسے ہی سلوک کی اُمید کرتے ہیں۔

* * * * *

دوسروں کی مدد کو بھاگنا اللہ تعالےٰ کی عنایت میں پیش کیا جانے والا بلیغ ترین دعوت نامہ ہے۔

* * * * *

خواہ ایک ہی مسکراہٹ سے کیوں نہ ہو، تجھے اپنے بھائی کو خوش کرنے میں غفلت نہیں برتنی چاہیے۔

* * * * *

انسانوں سے محبت کرنا اور اِس محبت کا اُنہیں احساس دِلانا آدھی عقل کے برابر ہے۔

* * * * *

انسانوں کے دل میں تیرا مقام وہی ہے جو تیری نظروں میں اُن کا مقام ہے۔

* * * * *

جو لوگ مسلسل اپنے اردگرد کے لوگوں پر چیختے چلاتے رہتے ہیں، وہ خواہ مخواہ دوستوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور دشمنوں کو ہنسنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔

* * * * *

Marfat.com

جو شخص ہر جگہ ناک گھسیڑتا رہتا ہے وہ کبھی بھی تہمت سے نہیں بچ سکتا۔

* * * * *

یہ مت بھول کہ تجھے خوشی پہنچانے والی چیزیں سارے جہان کو بھی خوش کرنے والی چیزیں ہوتی ہیں۔

* * * * *

عقلمند انسان وہ ہے جو اپنے ماحول کی طاقت کو بھی اپنی طاقت کے طور پر استعمال کرنا جانتا ہے۔۔۔۔۔ بے عقل اور اناڑی انسانوں کے لئے اس امکان کا استعمال تو ایک طرف وہ اپنے گردونواح کو قصوروار ٹھہرا کر اس طاقت کو خود اپنے خلاف استعمال کیئے جانے کا سبب بنتے ہیں۔

* * * * *

ہمسائیگی ہمسایوں سے ہی کی جاتی ہے۔

* * * * *

تجھے جس کسی کے شر سے اندیشہ ہے' تو اُسے اپنی نیکیوں سے نرم کرنے کی کوشش تو کر!

* * * * *

جب تجھے سزا دینے کی طاقت حاصل ہو جائے تو لوگوں کو معاف کر دیا تا کہ معافی کی بھی قدر رہو۔

* * * * *

خبردار! یہ مت بھول کہ تیرے بہت سے بھائی ایسے بھی ہیں جنہیں تیری ماں کی گود میں بیٹھنا نصیب نہیں ہوا۔۔۔!

* * * * *

غیر مشروط طور پر اطاعت کرنے والوں کے سوا' متعصب قسم کے لوگ اپنے اردگرد کے لوگوں کو روند کر گزر جاتے ہیں۔

* * * * *

Marfat.com

ہر شخص کو خوش رکھنا ہر بہادر شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔

* * * * *

نیکی پانے کا راستہ نیکی کرنے کی راہ سے گزرتا ہے۔

* * * * *

غرض انسان کو اندھا، بہرہ اور بے حس بنا دیتی ہے۔

* * * * *

ہمارا دوسروں کے ساتھ اچھا یا برا سلوک، کل ہمیں پیش آنے والے سلوک کا بیج ہوتا ہے۔

* * * * *

روح کے آئینے میں اچھائیوں کے ساتھ ساتھ برائیاں بھی قطار در قطار نظر آتی ہیں۔

* * * * *

آئیڈیل انسان چاہے نہ چاہے ایک موم بتی کی طرح جلتا اور دوسروں کو روشن کرتا رہتا ہے۔

* * * * *

لمبی زبان اور چھوٹا ہاتھ سانپوں کو تو شاید زیب دیتا ہو مگر انسان کے لیے سانپ بن جانے کے مترادف ہے۔

* * * * *

معاف کرنے کی قیمت اسی نسبت سے بڑھتی یا کم ہوتی ہے جس نسبت سے سزا دینے کے امکانات اور اختیارات بڑھتے اور کم ہوتے ہیں۔

* * * * *

Marfat.com

گناہ اور تلافیِ گناہ

اگر گناہ فطرت کے چہرے پر ایک بدنما دھبہ ہے تو توبہ اور ندامت دوبارہ فطرت کی طرف پلٹ جانے کا نام ہے۔

* * * * *

دل میں گناہ جو زنگ چھوڑ جاتا ہے وہ جسم پر مسلط ہو جانے والے ایک وائرس کی طرح ہوتا ہے جو جلد یا بدیر اپنی موجودگی کو محسوس کروالیتا ہے۔

* * * * *

موت کے بارے میں نہ سوچنا دل کو زنگ لگ جانے کا نتیجہ ہوتا ہے اور موت کا ڈر ایمان کی کمی کی وجہ سے ہے۔

* * * * *

سوئے ظن عقل کی بیماری ہے یا دل کی گندگی، اس سے چھٹکارے کا علاج یہ ہے کہ انسان اپنے گناہوں کے بارے میں ہوش سے کام لے۔

* * * * *

لاپرواہی کے نتیجے میں ہم جن گڑھوں میں جا گرتے ہیں اُن سے نکلنے کا واحد ذریعہ اپنی لاپرواہیوں کی تلافی ہے۔

* * * * *

اگر تیری رہائش گاہ بلّور کی ہے تو دوسروں کی مرغیوں کے ڈربے پر پتھر نہ پھینک!

* * * * *

جو شخص دوسروں کے عیب گننے میں مشغول رہتا ہے وہ خود بھی ساری زندگی عیبوں ہی کا مرتکب ہوتا رہتا ہے۔

* * * * *

Marfat.com

کہتے ہیں ”نہ کوئی ایسا دلیر انسان ہے جو گھوڑے سے کبھی نہ گرا ہو اور نہ ہی کوئی ایسا گھوڑا ہے جو کبھی بدکا نہ ہو۔“ اہم بات یہ ہے کہ انسان گرنے کے بعد اٹھ کھڑا ہو اور اپنے آپ میں آجائے۔

* * * * *

”کل کروں گا“ کی سوچ ارادے کے فقدان کی ایک دوسری شکل ہے۔

* * * * *

بڑے بڑے گناہ شہوت کے جنگل میں پروان چڑھتے اور بڑھتے ہیں۔۔۔ شہوت پر حکومت سب سے بڑی حکومت ہے۔

* * * * *

گناہ کے بارے میں لاپرواہی سب سے بڑا گناہ ہے۔

* * * * *

درخت اگر سوکھا نہیں ہے تو اسے بہار کا احساس ہو جاتا ہے۔

* * * * *

تجھ پر اگر اللہ کا قہر نازل نہیں ہوا تو آپے سے باہر نہ ہو۔ یہ سوچ کر کانپ جا کہ اللہ مہلت بھی دیتا ہے۔

* * * * *

حقیقی مومن وہ ہے جس کا رابطہ ہر لمحے اللہ (جلّ جلالہٗ) کے ساتھ رہے۔ گناہ وہ ضرر رساں شرارے ہیں جو اس ارتباط کو کاٹ دیتے ہیں۔

* * * * *

راز اور راز داری

بھید طاقت کا ایک ایسا سرچشمہ ہے جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا، اور ایک ایسی فوج کی طرح ہے جسے شکست نہیں دی جا سکتی۔

* * * * *

Marfat.com

راز ناموس ہے۔ راز کی حفاظت کرنے والا ناموس کی حفاظت کرتا ہے' خواہ راز اس کا ذاتی ہو یا کسی اور کا۔ راز فاش کرنے والا اپنے شرف اور حیثیت کو سرِ عام چھوڑ کر اُن کی کما حقہٗ حفاظت نہ کرنے والا تصوّر کیا جاتا ہے۔

* * * * *

بعض کاموں میں راز حضرت خضر سے مشابہت رکھتا ہے۔ وہ یوں کہ جب تک عیاں نہ ہو غنائت سمجھا جاتا ہے۔

* * * * *

خاموشی بھی ایک حکمت ہے لیکن اس کے حکیم یا بہت کم ہیں یا پھر بالکل ہی نہیں ہیں۔

* * * * *

انسان اپنا راز جس شخص کے سپرد کرتا ہے وہ شخص اتنا امین ہونا چاہیے کہ اُس کے پاس ناموس امانت کے طور پر رکھی جا سکے۔ اور اس کی حفاظت کرنے کے بارے میں وہ اتنا حساس ہونا چاہیے جتنا خود اپنی ناموس کی حفاظت کے لئے محتاط ہوتا ہے۔ اِمانت کسی ایسے نا قابلِ اعتبار شخص کے سپرد نہیں کرنی چاہیے جو امین نہ ہو اور راز ایسے شخص کے سپرد نہیں کرنا چاہیے جو راز کو ناموس نہ سمجھے۔

* * * * *

اپنی زبان کو قید میں رکھنے والا الفاظ کی قید میں پھنسنے سے بچا رہتا ہے۔

* * * * *

بھید رکھنا اور دوسروں کے بھیدوں کی پاسداری کرنا ایک ایسی انسانی خوبی ہے جس کا تعلق سوفی صد اِرادے اور ادراک سے ہے۔ جس طرح اُن لوگوں سے رازداری کی امید نہیں کی جاتی جن میں قوتِ ارادی کا فقدان ہو' اسی طرح کبھی یہ بھی نہیں سوچا جا سکتا کہ جو لوگ اتنے سادہ لوح ہوں کہ اپنے کاموں اور اپنی باتوں کو ہی نہ سمجھ سکیں' وہ راز چھپا سکتے ہوں۔

* * * * *

Marfat.com

اگر کوئی شخص کسی ایسے آدمی کو رازدان بناتا ہے جو پہلے ہی سپرد کردہ کئی راز فاش کر چکا ہو تو یہ ایسے انسان کو رازداں بنانے والے شخص کی ناسمجھی یا بھیدی کے انتخاب میں اُس کی نااہلی کی علامت ہے۔ جس شخص نے اپنے دل میں اچھی طرح بٹھا لیا ہو اور اس کی آنکھیں کھل چکی ہوں، اُسے زندگی بھر یوں نہ تو دھوکا کھانا چاہیے اور نہ ہی گمراہ ہونا چاہیے!

* * * * *

اگر انسان کسی ایسی صورتِ حال سے دوچار ہو جہاں راز فاش کرنا ضروری ہو جائے تو اُسے چاہیئے کہ وہ جو کچھ جانتا ہے بتا دے۔ مگر خواہ مخواہ دل کا ڈھکنا کھول کر راز فاش کرنے سے ہر حالت میں گریز کرنا چاہیے۔ یہ بات دل سے ہرگز نہیں نکالنی چاہیئے کہ ایک دن آئے گا جب ہر جگہ بے دریغی سے دل کے سارے راز بکھیرتے پھرنے والے لوگ خود کو بھی اور اس معاشرے کو بھی جس میں وہ رہتے ہیں، موت کے منہ کی طرف گھسیٹ کر لے جائیں گے اور انہیں کوئی اس سے بچا نہیں سکے گا۔

* * * * *

انسان کو چاہیے کہ اپنی خفیہ باتوں کو اِدھر اُدھر فاش ہونے سے بچانے کے لیئے خاص احتیاط برتے۔ خاص طور پر اگر یہ باتیں معیوب یا غیر دلکش ہوں، یا نتیجے کے اعتبار سے بے فائدہ ہوں تو۔۔۔ کیوں کہ ایسی حالت اکثر ایسی صورتِ حال پیدا کر دیتی ہے جو دوستوں کی شرمندگی اور دشمنوں کے مذاق کا باعث بن سکتی ہے۔

* * * * *

سینے اس لیئے بنائے گئے ہیں کہ وہ راز رکھنے کے لیئے ایک صندوقچے کا کام دیں۔ عقل ان صندوقچوں کا تالا اور قوتِ ارادی ان کی کنجی ہے۔ جب تک اس تالے اور کنجی میں کوئی نقص نہیں پڑتا تب تک صندوقچے کے اندر پڑے جواہرات تک کسی کی رسائی کا کوئی احتمال نہیں ہوتا۔

* * * * *

جو شخص دوسروں کے راز تمھارے پاس لاتا ہے وہ تمھارے راز بھی دوسروں تک لے جا سکتا ہے۔ اس لیئے ایسے بے اعتبار لوگوں کو ہرگز ایسا موقع نہیں دینا چاہیے کہ وہ ہماری بالکل غیر اہم

Marfat.com

خصوصیات سے بھی واقف ہوسکیں۔

* * * * *

احمق کا دل اُس کی زبان کی نوک پر ہوتا ہے اور عقلمند کی زبان اُس کے سینے کے سب سے پچھلے برج میں ہوتی ہے۔

* * * * *

احمق کو راز دان بنانے سے بچنا لازم ہے۔ اِرادتاً بدی کرنے کے علاوہ وہ بعض اوقات نیکی کرنے کا سوچتے سوچتے بھی بدی کر جاتا ہے۔

* * * * *

بعض راز صرف ایک شخص کی، بعض ایک خاندان کی اور بعض پورے معاشرے اور قوم کی دلچسپی کے ہوتے ہیں۔ ایک انفرادی راز فاش ہو تو شخصی حیثیت، ایک عائلی راز منظرِ عام پر آ جائے تو عائلی حیثیت، اور معاشرے کے کسی بھید کے فاش ہونے سے قومی حیثیت سے دوسروں کو کھیلنے کا موقع مل جاتا ہے۔ چنانچہ راز جب تک سینے میں رہتا ہے صاحبِ راز کے لیئے طاقت کا کام دیتا ہے۔ مگر جب دوسروں کے ہتھے چڑھ جائے تو وہ ایک ایسا ہتھیار بن جاتا ہے جو صاحبِ راز کے خلاف استعمال کیا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے بزرگوں نے کہا ہے: ''تیرا راز تیرا اسیر ہے۔ فاش کرتے ہو تو تم اُس کے اسیر بن جاتے ہو۔''

* * * * *

اصولاً بہت سے گراں قدر کام کسی خاص راز کو حاصل کیے بغیر سرانجام نہیں دیئے جا سکتے۔ اگر اس بھید سے واقف افراد اِسے فاش ہونے سے بچائے رکھیں تو اوروں کے لیئے اس کام کے ایفا میں ایک قدم آگے بڑھانا بھی ناممکن ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایسے راز کا فاش ہو جانا بعض اوقات سرمایہ کاروں کے لیئے شدید خطرے کا باعث بن جاتا ہے۔ خاص کر جب متعلقہ کام کا تعلق کسی ایسے نازک موضوع سے ہو جس پر قوم کی حیات و بقا کا دارومدار ہوتا ہے۔۔۔!

* * * * *

Marfat.com

کسی ریاست نے اپنے ملکی بھید اپنے دشمن کے ہاتھوں میں جانے دیئے۔ مثلاً ایک فوج نے اپنی ساری جنگی حکمتِ عملی اپنی دشمن کی فوج کے آگے کھول کر رکھ دی۔ اب اگر اپنے یہ راز کھو دینے والا ملک اپنے لئیے خواہ کتنا ہی کارآمد مردِ عمل کیوں نہ ڈھونڈ نکالے' اِس ملک کے سنبھل جانے' اِس کی فوج کے فتح حاصل کرنے اور اس کے مردِ عمل کے کامیابی حاصل کرنے کا قطعاً کوئی امکان باقی نہیں رہتا۔

* * * * *

بلائے زبان

بسیار گفتاری ایک بیماری ہے جو ذہنی اور روحانی تناسب کے فقدان کا اظہار کرتی ہے۔ قابلِ قبول الفاظ وہ ہیں جنہیں سمجھنے کے لئیے مخاطب کو اپنا سر نہ پٹخنا پڑے اور اُسے مختصر اُمّد عاء بیان ہو جائے۔ اپنے مخاطب کو چند باتیں بتانے کے لیے لمبی چوڑی بات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ اکثر اوقات لمبی بات اپنے ہمراہ ایک طرح کے نقصانات بھی لے آتی ہے۔ کیونکہ زیادہ الفاظ باہمی تضاد سے خالی نہیں ہوتے اور باہمی تضاد دوسری طرف کے ذہن میں قسم قسم کے نئے سوالات کھڑے کر دینے سے عاری نہیں ہوتے۔ ایسی صورتِ حال مخاطب کے لیے فائدہ مند ہونے سے زیادہ نقصان دہ بن سکتی ہے۔

* * * * *

عقلمند انسان وہ ہے جو خود بات کرنے کی بجائے ایسے اشخاص کو بات کرنے دیتا ہے جو نہ صرف خود اس کے لیے بلکہ دوسروں کے لئیے بھی فائدہ مند ثابت ہو سکتے ہیں۔ اصل میں وہ شخص جن کی عقل کائناتی فنون اور علوم سے اور دل الٰہی اِستعداد سے پُر ہو اور وہ لوگ جو پختگی کی سطح تک پہنچ چکے ہوں اُن کی موجودگی میں دوسروں کا بات کرنا بے ادبی ہوتی ہے۔ اور اُن کامل روحوں کا خاموشی اختیار کیے رکھنا معاشرے کے لیے محرومیت ہوتا ہے۔

* * * * *

کم بولنا اور زیادہ سننا فضیلت اور پہنچا ہوا ہونے کی علامت ہے۔ متواتر بولتے چلے جانے کی خواہش اگر ہمیشہ پاگل پن نہ سمجھی جائے تو بھی یقیناً اس کے توازن کا فقدان اور بے حیائی

Marfat.com

سمجھے جانے میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے۔

* * * * *

کہا جانے والا ہر لفظ ایسا ہونا چاہیے جس کا مقصد ایک مسلئے کا حل یا ایک سوال کا جواب مہیا کرتا ہو۔ بات کرتے ہوئے سوال پوچھنے والے کو اور دوسرے سامعین کو دِق کر دینے سے ہر صورت احتراز کرنا ضروری ہے۔

* * * * *

انسان کا جہاں بولنا ضروری ہو وہاں بولنا' اور جہاں خاموش رہنا ضروری ہو وہاں خاموش رہنا تو قدرتی بات ہے۔ مگر ایک بات ہے کہ جن لوگوں کا بات کرنا زیادہ مفید ثابت ہوسکتا ہے اُن کے بات کرنے کو ہمیشہ ترجیح دینی چاہیے۔ یہ بھی تو ہر شے سے پہلے اس بات پر منحصر ہے کہ اس میں ادب کا کس حد تک دخل ہے اور خاموش رہنے کی کتنی فضیلت ہے۔ ہمارے بڑوں نے کیا عمدہ بات کہی ہے: ''تمہارا بولنا اگر چاندی ہے تو تمہارا خاموش رہنا سونا ہے۔''

* * * * *

انسان اپنی قدر و قیمت زیادہ باتیں کرنے سے نہیں بڑھاتا بلکہ اس بات سے بڑھاتا ہے کہ اس کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ صحیح موقع پر کہے گئے ہوں اور مفید ہوں۔ اس کے برعکس ایسا شخص جو ہر جگہ جو منہ میں آئے بولتا چلا جائے، خاص کر جب اس کی کہی ہوئی باتیں بلند پایہ معنی رکھنے والے اور فنی مہارت کا مطالبہ کرنے والے موضوع سے متعلق ہوں' وہ ایک تو کئی غلطیوں کا مرتکب ہوسکتا ہے اور دوسرے اپنی قدر و قیمت کھو سکتا ہے۔

''زیادہ بولنے والے کی غلطیاں بھی زیادہ ہوتی ہیں۔'' کس قدر موزوں اور قیمتی ہیں یہ الفاظ۔

* * * * *

انسان اپنی گفتگو سے اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے اور اپنے طرزِ عمل سے اپنی روح کی عظمت کو منعکس کرتا ہے۔ وہ باتونی لوگ جو کسی کو بولنے ہی نہیں دیتے' جیسے ہر لفظ کا صرف اُنہی کے منہ سے نکلنا لازمی ہو' وہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنے تمام دوستوں کی نفرت اور حقارت کا شکار بننے لگتے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر کبھی کبھار اُن کے منہ سے عمدہ الفاظ بھی نکل

Marfat.com

جائیں تو اُنہیں بھی کوئی شخص غور سے نہیں سنتا۔ بعض اوقات بہت سی عمدہ حقیقتیں محض اِس وجہ سے معمولی سی لگتی ہیں کہ وہ ایک باتونی شخص نے کہی ہوتی ہیں۔ اِس کا مطلب یہ بھی نکلتا ہے کہ ان عمدہ حقیقتوں کی بے حرمتی اور بے عزتی کی گئی ہے۔

* * * * *

کم کھانے اور کم سونے کی طرح کم بولنا بھی عرصۂ دراز سے پختہ کار لوگوں کا شعار رہا ہے۔ روحانی استعدادوں کی افزائش کے لیے انسان کو جس چیز کی سب سے پہلے سفارش کی جاتی ہے وہ ہے اپنی زبان کو قابو میں رکھنا' غیر ضروری اور نامناسب باتوں سے اجتناب کرنا۔ کیونکہ اس بات کا بڑا احتمال ہے کہ ہر جگہ منہ کھول کر جو منہ میں آئے کہہ دینے والوں کی زبانیں' جو کہ اُن کے سروں اور دلوں سے بھی بڑی ہوتی ہیں' اُن کے اِس دنیا میں بھی اور اگلے جہان میں بھی مسلسل گمراہ ہو جانے کا سبب بنی رہیں۔

* * * * *

جو لوگ کچھ بھی نہ کرنے کے باوجود بہت کچھ کر چکنے کا دعویٰ کرتے ہوں اُن کا حال تو بالخصوص قابلِ رحم ہوتا ہے اور اُن کے بارے میں دوسروں کو سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اِسی اعتبار سے سب سے سچی بات کہنے والے (رسولِ کریمؐ) کے بیان میں ایک زبان کی اور دوسرے دو ٹانگوں کے درمیان والی جگہ کی حفاظت کرنا جنتوں کی طرف پرواز کرنے کے لیے سب سے ابتدائی وسیلوں میں شمار کیا گیا ہے۔

* * * * *

کوئی شخص زیادہ بولنے' اپنی بات کو پسند کرنے' دوسروں کو بات کرنے کا حق نہ دینے جیسی بیماریوں سے جس قدر دور رہتا ہے اُتنا ہی اپنے خالق اور عوام کے زیادہ قریب اور اُن کی نگاہوں میں عزیز ہوتا ہے۔ بہ صورتِ دیگر وہ شخص نہ حقِ تعالیٰ سے اور نہ ہی خلقِ خدا سے کوئی ایسی شے پا سکے گا جس کی اُس نے اُمید لگا رکھی ہو۔

* * * * *

Marfat.com

وعدہ

ہزار بار وعدہ کرنے کی بجائے ایک مرتبہ وعدہ نبھا دینا بہتر ہے۔

* * * * *

کیے ہوئے وعدے پر قائم رہنا انسان ہونے اور انسانی اقدار کے بارے میں خبردار ہونے کا تقاضا ہے۔

* * * * *

چلتی پھرتی زمین میں کچھ پیدا نہیں ہوتا' چلتے پھرتے انسان سے خیر کی توقع نہیں کی جاتی۔

* * * * *

وعدہ وفا کرنے کے احساس کا سرچشمہ ایمان ہے اور وعدے سے پھر جانے کا سرچشمہ نفاق ہے۔

* * * * *

انسانوں میں ایک قسم کے انسان ایسے بھی ہوتے ہیں جو زندگی بھر اپنے ضمیر کے مطابق یہی کوشش کرتے رہتے ہیں کہ اُنہوں نے جو معاہدے کئے ہوئے ہیں اُنہیں نبھا ڈالیں۔ ایک اور قسم ایسے لوگوں کی ہے جو زندگی ایسے معاہدوں سے بالکل بے خبری میں گزار دیتے ہیں۔ تو جناب یہی وہ نقطہ ہے جہاں مومن منافق سے الگ ہوتا ہے۔

* * * * *

یہ نہ کہو کہ کسی نے وعدہ کر کے پورا نہیں کیا! بلکہ اُس بات کے متعلق سوچو جس کا وعدہ کر کے کسی نے اُسے پورا نہیں کیا! کسی کے بارے میں یہ کہہ کر اُسے بدنام نہ کرو کہ اُس میں انسانیت نہیں ہے! یہ یاد کرو کہ تم خود انسانیت کی سطح پر پہنچ سکنے کے کتنے مواقع ہاتھ سے گنوا چکے ہو!

* * * * *

Marfat.com

ضبطِ نفس

اگر لوگ تمہیں آسمانوں پر بھی چڑھا دیں تو یہ مت بھولنا کہ زمین زیادہ محفوظ جگہ ہے۔ جہاز سے نیچے گرنے والے کے پرخچے اُڑ جاتے ہیں جبکہ وہ شخص جس کے پاؤں زمین پر ہوتے ہیں وہ ویسے کا ویسا ہی رہتا ہے۔

* * * * *

انصاف کو ہاتھ سے ہرگز نہیں چھوڑنا چاہئے کیونکہ اس سے معقول خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ بصورتِ دیگر ایسے زخم پیدا ہو جاتے ہیں جنہیں مندمل کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور ایسی دراڑیں پڑ جاتی ہیں جنہیں مرمت کرنا محال ہوتا ہے۔ اس کے بعد اگر تمہارا طرزِ عمل معقول بھی ہو تو بھی نہ تم ان زخموں کو بھر سکو گے اور نہ ہی ان دراڑوں کی مرمت کر سکو گے۔

* * * * *

عمدہ، بہت عمدہ

زندگی ایک ربانی نعمت ہے۔ اس سے بھی بڑی نعمت اُدھار کے بغیر زندگی گزارنا ہے۔

* * * * *

سب سے خوش قسمت انسان وہ ہوتا ہے جس کی عمر اور گناہ سب سے کم ہوں۔ اُس سے بھی زیادہ بختاور وہ شخص ہوتا ہے جو گناہوں کے مقابلے میں اپنے آپ کو ہمیشہ روکے رکھتا ہے۔

* * * * *

ایسے انسان بھی ہوتے ہیں جو اپنے حساب سے وقت کو تراشتے ہیں۔ اور ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جنہیں زندگی بھر وقت ہی تراشتا رہتا ہے۔

* * * * *

بڑھاپے کے دوران بڑھاپے میں مزید اضافہ کرنے والا سب سے بڑا درد بڑھاپے کا غم ہے۔

* * * * *

Marfat.com

اندھیرے کے خلاف محاذ قائم کرنا اچھی بات ہے، مگراس سے بھی اچھی بات یہ ہے کہ اندھیرے کو گالی گلوچ دینے کی بجائے ایک مشعل جلادی جائے خواہ وہ چھوٹی سی ہی ہو۔

* * * * *

نیکی خواہ تھوڑی سی ہی کیوں نہ ہو اگر لگاتار کی جائے تو اس نیکی سے زیادہ برکت والی ہوتی ہے جو زیادہ تو ہو مگر کبھی کبھی بند بھی کر دی جاتی ہو۔

* * * * *

حفظانِ صحت کے نام پر ایک قدم، علاج کے نام پر سو قدم اُٹھانے سے زیادہ فائدہ مند ہے۔

* * * * *

ایک اکلوتا زندہ تھن ایک ہزار مردہ بھیڑوں سے بہتر اور زیادہ بابرکت ہوتا ہے۔

* * * * *

عزت اور شرف مسلمان کے مُحمدی ہونے کا رہینِ منت ہے۔

* * * * *

ہاتھ میں پکڑی ہوئی ایک چڑیا ہاتھ میں نہ ہونے والے کبوتر سے بہتر ہوتی ہے۔

* * * * *

لین دین اور طرزِ عمل

کسی کا دِیندار ہونا لین دین سے ظاہر ہوتا ہے۔

* * * * *

مومن جو کچھ کرتا ہے اس خیال سے کرتا ہے کہ اسے اللہ کے حضور پوچھ گچھ کے لئے پیش کیا جانا ہے۔

* * * * *

بارش بادلوں کے موسم میں ظہور پذیر ہوتی ہے اور عمدہ طرزِ عمل اُن دِلوں میں ہوتا ہے

Marfat.com

جن کا اللہ تعالیٰ سے رابطہ ہوتا ہے۔

* * * * *

ہر چیز پر کنٹرول کیا جا سکتا ہے مگر عادت پر کنٹرول مشکل ہے۔

* * * * *

بوڑھے انسان کا شیر خوار ہونا عیب تو ہے مگر اُس کا دودھ چھڑانا بھی مشکل ہوتا ہے۔

* * * * *

جس شخص کو کبھی غصہ نہ آئے اُسے جب غصہ آتا ہے تو وہ مختلف قسم کا ہوتا ہے۔

* * * * *

جس طرح ٹیڑھے ڈنڈے کا سایہ سیدھا نہیں ہو سکتا اِسی طرح جو شخص اپنے دِل کا توازن ٹھیک نہ رکھ سکتا ہو اُس کا طرزِ عمل بھی سیدھا نہیں ہو سکتا۔

* * * * *

اگر عوام نے تجھے اپنے طرزِ عمل (رسم ورواج) کے مطابق ایک جگہ پر بٹھا دیا ہو تو پھر جب تک حالات کو بدلا نہ جائے کسی دوسرے سلوک کی امید رکھنا عبس ہوتا ہے۔

* * * * *

کوئی شے عافیت سے زیادہ میٹھی' دوسروں کا محتاج ہونے سے زیادہ دردناک' اور حالات کے نامناسب ہوتے ہوئے دِیندار ہونے سے زیادہ مشکل نہیں ہے۔

* * * * *

عمل کے بغیر الفاظ' پارسائی کے بغیر فِقہ' ولایت اور زہد تک نہ پہنچا سکنے والا علم' بے وفا کی دوستی اور بلا عافیت زندگی' یہ سب محض دھوکا ہیں۔

* * * * *

چلہ خانے قوتِ ارادی کو بڑھاتے ہیں۔ انسان وہاں پر اپنے آپ کو پالیتا ہے۔ چلہ خانے میں خلوت بنیادی شرط ہے' اس کے لئے ایک نیک باطن اور ایک اعلیٰ ظاہر شرط ہے۔ لیکن مکمل انسان معاشرے میں رہ کر پھلتا پھولتا ہے۔ بشری تعلقات کی مکمل تربیت صرف معاشرے کے اندر رہ کر ہوتی ہے۔

* * * * *

Marfat.com

محبوبوں کی طرح ایک دوسرے میں گھل مل کر یک جان ہو جاؤ لیکن اپنے کام اور لین دین کے معاملے میں غیروں کی طرح عمل کرو!

* * * * *

تو اپنے آپ کو بیان کرنا چھوڑ دے۔ اپنے طرزِ عمل سے کہہ تجھے بیان کر دے!

* * * * *

بلند پایہ احساسات کی عالمگیر حیثیت

آبرو اور ناموس کی دشمنی کا کھلم کھلا مظاہرہ کرنے والے لوگ پست انسان ہوتے ہیں، جبکہ چوری چوری یہ کام کرنے والے، اللہ سے شرم نہ کرنے والے، اور اپنے آپ کو شناخت نہ کرنے والے لوگ نادان ہوتے ہیں۔ دراصل جن لوگوں میں آبرو اور ناموس کی حس ہی موجود نہیں ہوتی اُن میں قومی اور وطنی حس بھی نہیں ہوتی۔

* * * * *

نعمت اور شعورِ نعمت

اللہ نے انسانوں کو ان گنت نعمتوں سے نوازا ہے۔ اِن بڑی بڑی نعمتوں میں سب سے بڑی ایک نعمت اِن تمام نعمتوں کے شعور کی نعمت ہے۔

* * * * *

صحت، صحتمند لوگوں کے بدن پر پہنے ہوئے اطلسی لباس کی طرح ایک ایسی قیمتی نعمت ہے کہ جس کا احساس صرف بیماروں کو ہوتا ہے۔

* * * * *

اللہ کی انسان کو عطا کی ہوئی سب سے بڑی نعمت ایمان کی نعمت ہے۔ اس بڑی نعمت کا شکر اللہ کے خلاف بغاوت نہ کرنے سے ادا ہوتا ہے۔

* * * * *

Marfat.com

ہر نعمت کے بدلے میں اُسی نعمت سے ملتی جُلتی چیز سے شکر ادا کیا جائے تو وہ قدر شناسی کی علامت ہے۔

* * * * *

جاہل اکثر خوشی اور بہبود میں ہوتا ہے جبکہ اربابِ حکمت مادّی طور پر بدبختی کی زندگی گزارتے ہیں۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ دُنیاوی نعمتیں انسان کی ذاتی قدر و قیمت کے مطابق نہیں مِلتیں۔

* * * * *

اشیاء کی قیمت جاننا اہم نہیں' ان کی قدر جاننا اہم ہے۔

* * * * *

اللہ تعالیٰ کے احسانات اُس کی اپنی عظمت کے حساب سے عطا کئے جاتے ہیں۔اور وہ چاہتا ہے کہ اُس کا شکر نعمت پانے والوں کی قامت کے مطابق ہو۔

* * * * *

وہ نعمت جو انسان کو اللہ سے دور کر دے وہ سب سے بڑی مصیبت ہوتی ہے۔

* * * * *

ایثار

ہر شخص کی ہمت اس کے قد و قامت کی قیمت کے مطابق ہوتی ہے۔ جو شخص محض اپنا ہی خیال رکھتا ہے وہ یا تو انسان ہی نہیں ہوتا اور یا پھر ایک ایسی مخلوق ہوتا ہے جس میں کوئی کمی رہ گئی ہو۔ حقیقی انسانیت کو جانے والی راہ اس اصول سے گزرتی ہے کہ دوسروں کے بارے میں سوچتے ہوئے اگر ضرورت پڑے تو اپنے آپ کو نظر انداز کر دو۔

* * * * *

Marfat.com

انسان کو چاہیے کہ اپنے عیوب کے معاملے میں سرکاری وکیل کا' اور دوسروں کے قصوروں کے معاملے میں اُنہی کی طرف سے مقرر کردہ وکیل کا کردار ادا کرے۔

* * * * *

پختہ انسان اور حقیقی دوست وہ ہوتا ہے جو جہنم سے نکلتے ہوئے بھی اور جنت میں داخل ہونے سے پہلے بھی ''پہلے آپ'' ہی کہتا ہے۔

* * * * *

شرائط خواہ کیسی ہی کیوں نہ ہوں' حقیقی انسان اپنی بالٹی میں دودھ دوہتے ہوئے دوسروں کی بالٹیوں کو بھی خالی نہیں جانے دیتا۔

* * * * *

تم بیج ڈالو اور چلتے بنو۔ فصل جس کی قسمت میں ہو گی وہی کاٹے گا۔

* * * * *

توحید اور عشقِ الٰہی

دِل کی بات زبان پر لانے والے کو نہ دیکھو' اُس سے وہ بات کہلوانے والے کو دیکھو اور یہی کہو کہ ''اُس سے یہ بات اللہ تعالیٰ نے کہلوائی ہے۔'' یوں سوچنے سے انسان غلطی بھی نہیں کرتا اور ایسی سوچ خطرے سے پاک بھی ہوتی ہے۔

* * * * *

اپنی ضرورت کو اللہ تعالیٰ سے مانگنے والا کبھی محروم نہیں رہتا۔

* * * * *

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والا ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ وہ اگر مر کر او جھل بھی ہو جائے تو بھی زندہ سمجھا جائے گا کیوں کہ اُس کا رشتہ حق تعالیٰ سے قائم ہے۔

Marfat.com

عشقِ الٰہی کی سب سے عمدہ شکل وہ انسان ہوتا ہے جو ایک طرف سے اللہ کے دبدبے (مہابت اُللہ) اور دوسری طرف سے اللہ کے خوف (مہارتُ اللہ) سے گھرا ہوا ہو۔

* * * * *

اللہ تعالیٰ کا ہمیں اپنی ذات سے محبت کرنے کا امکان عطا کرنا ہمارے لئے کتنا عظیم انعام ہے۔۔۔

* * * * *

ہزاروں تجربوں سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جب بھی یہ کہا جاتا ہے کہ "فلاں محرکات سے ہدف تک پہنچا جاتا ہے" تو کچھ ہی عرصے میں وہ محرکات تہس نہس ہو جاتے ہیں۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم اپنی جان کو دانتوں میں دبا کر اللہ کے بھروسے پر کام کرتے چلے جائیں۔

* * * * *

جسے تم جہنم تک پہنچانا چاہتے ہو اگر وہ تمہاری پہنچ سے باہر ہو تو ایک وقت آئے گا جب قدرت خود ہی اُس سے بدلہ لے لے گی۔

* * * * *

مشعلِ برزخ

تہجد کی نماز انسان کے ہاتھ میں ایک مشعل کی طرح ہے جو برزخ کے اندھیرے کو دور کرتی ہے۔ دراصل پانچ وقت کی نمازوں میں سے ہر نماز بھی انسان کے کسی نہ کسی اندھیرے گوشے کو روشن کرتی ہے۔ وقت کے مُعیّن حصّوں پر روشنی بکھیرتی ہے۔ نماز کے بغیر انسان دین کی راہ پر نہیں چل سکتا اور ایماندار بھی نہیں رہ سکتا۔ ہمارے پیغمبر ﷺ اگر رات کو تہجد نہ پڑھ سکتے تو دن کو قضا کر کے پڑھ لیتے تھے۔ یقیناً اس سے وہ ہمیں یہ درس دینا چاہتے تھے کہ زندگی میں خلا نہیں چھوڑنا چاہیے۔

Marfat.com

باطنی دنیا

ہماری روح میں داخل ہو کر جڑ پکڑنے والا ہر خیال جلد یا بدیر اپنا پھل دے دیتا ہے۔ یہ پھل ''طوبیٰ جنت'' کا میوہ بھی ہو سکتا ہے اور جہنم کا زقّوم بھی۔۔۔ جس انسان کا دماغ نیکی، اچھائی، عفو اور تحمل کا مرکز ہو اُس کا دل ہمیشہ جنّت کے باغات کی یاد دلاتا ہے۔ اِس قسم کے انسان کے بارے میں یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ وہ بیٹھے بٹھائے چوری یا راہزنی شروع کر دے گا، زنا کر کے انسانوں کو قتل کر دے گا، شراب پی کر منشیات کا عادی ہو جائے گا، ہر شخص کو حقیر سمجھے گا اور ہر شے پر نکتہ چینی کرے گا۔ ان تمام نامناسب حرکات کے ارتکاب کے لئے شرط ہے کہ وہ شخص بہت عرصہ پہلے سے ہی بعض قسم کے بُرے خیالات اور بُری سکیمیں بنانے میں مشغول رہ چکا ہو۔

* * * * *

جس انسان کا دماغ بُرے اور شیطانی خیالات سے پُر ہو اُس کی تمام حرکات اُس کی باطنی دنیا کی عکاسی کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی باطنی دنیا کے بل پر اپنے معیّن نظام اور سمت تک نہیں پہنچ پاتا تو پھر وہ اپنی خارجی دنیا میں کسی طرح بھی نہ اچھا ہو سکتا ہے اور نہ ہی اچھا نظر آ سکتا ہے۔ اگر اچھا نظر آ بھی جائے تو وہ زیادہ عرصہ اچھا رہ نہیں سکتا۔

* * * * *

نیکی کی سوچ

انسانوں کے دلوں کو فتح کی طرف لے جانے والی سب سے اہم راہوں میں سے اہم ترین ایک راہ یہ ہے کہ انسان ہمیشہ ان لوگوں سے نیکی کرنے کے موقعوں کی تلاش میں رہے اور جونہی کوئی ایسا موقع ہاتھ لگے تو وقت ضائع کیے بغیر فوراً ان سے نیکی کر ڈالے۔ کاش کہ ہم اپنے دلوں کو ہمیشہ نیکی کرنے کی سوچ کے ساتھ ہم آہنگ کر سکتے۔۔۔!

Marfat.com

دوست اور دوستی

دوستوں اور ساتھیوں کو عزیز جانتے ہوئے ان پر احسان کرنے والے انسان اپنے دشمنوں کے خلاف بے شمار محافظ اور اپنی پشت پناہی کرنے والے لوگ تیار پاتے ہیں۔

* * * * *

انسان کے لیے سچے دوستوں کی ضرورت اُس کی دوسری ضروریات سے کسی طور پر پیچھے اور کم اہمیت کی حامل نہیں ہے۔ اگر ایک شخص دوست احباب کے نقطۂ نظر سے خود کو امن و امان اور حفاظت میں محسوس کرتا ہے تو وہ کئی دوسرے معاملات میں بھی اپنے آپ کو بے خطر محسوس کر سکتا ہے۔

* * * * *

عقلمند انسان وہ ہے جو اپنے اِرد گرد کے لوگوں سے تعلقات خراب ہونے پر آپس میں پیدا شدہ بدمزگی کو جلد از جلد دور کر کے نئے سرے سے دوستی قائم کرنا جانتا ہو۔ اس سے بھی زیادہ عقلمند شخص وہ ہوتا ہے جو اتنا محتاط رہتا ہے کہ اپنے دوستوں کے ساتھ کبھی ناچاقی پیدا ہی نہ ہو۔

* * * * *

خفیہ دشمنوں کی طرح انسان کے خفیہ دوست بھی ہوتے ہیں۔ خفیہ دوست خود کو دوست کہنے والے کو خوشامدی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ جس طرح دشمن کی پہچان کرنے میں محنت صرف کی جاتی ہے اسی طرح دوست ڈھونڈنے کو بھی کم اہمیت نہیں دینی چاہیے۔ کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ ڈھونڈے بغیر ہی مل جانے والے دوست شاید اتنے قابلِ اعتبار نہ ہوں جتنی ان سے توقع کی گئی ہو۔

* * * * *

دوستوں میں پیار محبت اور باہمی تعلقات کا دوام اس بات پر منحصر ہے کہ وہ جائز باتوں اور معقول کاموں میں ایک دوسرے کو سمجھیں اور ایک دوسرے کے لئے قربانی کا جذبہ رکھتے ہوں۔ جو لوگ اپنی سوچ اور طرز عمل میں ایک دوسرے کے لئے قربانی نہ دے سکیں ان کی دوستی

Marfat.com

مختصر اور آئی گئی ہوتی ہے۔

* * * * *

کسی شخص کا اپنے دوستوں کا رفیقِ صادق ہونا' ان کے دکھوں کو اپنے ضمیر میں محسوس کرنے اور ان کی لذتوں کو اپنی لذتوں کی طرح سمجھنے کے تناسب سے ہوتا ہے۔ جو آدمی دوستوں کے رونے پر رو نہیں سکتا' اور ان کے ہنسنے پر ہنس نہیں سکتا وہ وفادار دوست نہیں سمجھا جاتا۔

* * * * *

حقیقی دوستی اور بھائی چارہ' دوستوں اور ساتھیوں کی دنیاوی حالت اچھی نہ رہنے کے دوران بھی ان کے تعلقات کے دوام کے تناسب سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو شخص بُرے دنوں میں اور خطرے کی گھڑی میں اپنے دوستوں کا ساتھ نہیں دے سکتا اُس کا دوستی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

* * * * *

حقیقی دوست وہ ہے جو اپنے دوست کو اُن جگہوں پر بازو کا سہارا دیتا ہے جہاں گرنے کا ڈر ہو نہ کہ وہ جو ہر کام میں محض سر ہی ہلا دیتا ہو۔۔۔

* * * * *

جو لوگ اپنے اردگرد کے لوگوں سے اکثر جھگڑا فساد کرتے رہتے ہیں اُن کے دوست بھی کم ہی ہوتے ہیں۔ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے دوستوں کی تعداد بھی زیادہ ہو اور وہ وفادار بھی ہوں تو اُسے چاہیے کہ وہ دوستوں سے غیر ضروری بحث مباحثوں میں اُلجھنے سے ہر حالت میں گریز کرے۔

* * * * *

اگر تم اپنے آپ کو عزیز سمجھتے ہو تو اوروں کو بھی عزیز جانو!

* * * * *

دوستی ہر شے سے پہلے دِلوں کا معاملہ ہے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دکھاوے اور دھوکے سے قائم کی جاسکتی ہے' وہ ہمیشہ دھوکہ ہی کھاتے رہتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں کے اِرد گرد

Marfat.com

اگر وقتی طور پر چاپلوسی اور خوشامد کے چکر سے دھوکا کھا جانے والے پانچ سات سادہ لوح لوگ جمع ہو بھی جائیں تو اس بات کا قطعاً کوئی امکان نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنی دوستی کو زیادہ عرصہ قائم رکھ سکیں گے۔

* * * * *

قیمتی انسان

انسانوں کے درمیان نہایت معمولی اشیاء کے بدلے خریدے جا سکنے والے سستے لوگوں کی طرح اتنے مہنگے لوگ بھی موجود ہیں جو دنیا بھر کے سونے اور جواہرات کے عوض بھی نہیں خریدے جا سکتے۔ قوموں کو بلندیوں پر پہنچانے والے بھی اس دوسری قسم کے لوگ ہی ہوتے ہیں۔ مہنگے انسان بارش سے لدے بادلوں کی طرح ہمیشہ بلند آئیڈیل اور فضیلتوں سے لدے ہوتے ہیں۔ اُنہیں شہرت حاصل ہو یا نہ ہو‘ جب وہ رخصت ہو جاتے ہیں تو اُن کے بعد وہ زمین جہاں سے ان کا گزر ہوا ہو ضرور سرسبز و شاداب ہوتی رہتی ہے۔۔۔

* * * * *

عُمر مختار نے اطالوی لوگوں سے کہا تھا: ”میں مر رہا ہوں مگر ابد تک زندہ رہوں گا۔ مگر تم موت کے ساتھ ہی ختم ہو جاؤ گے۔“ مسلمان اپنی زندگی بڑے مہنگے داموں فروخت کرتا ہے۔ وہ حیاتِ فانی دے کر حیاتِ ابدی لے لیتا ہے۔ جہاں تک ہماری اس صحت کا تعلق ہے جو ہمیں دنیا سے باندھے رکھتی ہے‘ یعنی یہ چیز جسے صحت کہتے ہیں‘ یہ چند روزہ خوبصورتی والے گلاب کی پتی کی طرح ہے۔ گلاب کی پتی جب تک جاندار اور صحتمند ہوتی ہے توجہ اپنی طرف مبذول کراتی ہے مگر کُملا جائے تو اُس کی کوئی قیمت نہیں رہتی۔

* * * * *

Marfat.com

سب سے بڑا سرمایہ

اخلاق اور ضمیر، تربیت اور نفاست اُس سکّے کی طرح ہیں جو ہر ملک میں چل جاتا ہے۔ یہ ایک ایسے چمکدار ہیرے کی طرح ہیں جس کی قیمت سکّے کی قیمت کے اُتار چڑھاؤ سے متاثر نہیں ہوتی۔ جو لوگ یہ سکہ حاصل کر لیتے ہیں وہ اُن نہایت اعتباری تاجروں کی طرح ہوتے ہیں جو اپنے پاس کسی دوسرے سرمائے کی عدم موجودگی میں ہر جگہ خرید و فروخت کر سکتے ہیں۔

* * * * *

فانی ہونا

دل کی دھک دھک کی آوازیں، پیدائش کے ساتھ ہی شروع ہونے والے موت کے راگ کی بندش کی سرسراہٹ ہیں۔

* * * * *

یہ تو تقریباً ہر شخص جانتا ہے کہ قیامت قریب آ چکی ہے۔ مگر نہ معلوم کتنے لوگ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ قیامت کا ایک حصّہ ہر روز بپا ہوتا رہتا ہے۔۔۔!

* * * * *

اگر نوجوانوں کو پہلے سے ہی احساس ہوتا کہ اُن کی جوانی اور خوبصورتی کے گزر جانے کے بعد اُن کی قدر و قیمت کس قدر گر جائے گی تو وہ ضرور ابدی جوانی اور خوبصورتی کی راہوں کی تلاش پر مسلسل تحقیق کرتے رہتے۔

* * * * *

بے شمار چیزیں ایسی ہیں جو انسان کی نظروں میں نہایت قیمتی ہیں اور جو اُس کے ساتھ ہی مر کر ختم ہو جاتی ہیں۔ مگر اس کے پیش کردہ مفید کام اور مفید خیالات اُس کے مزار میں داخل

Marfat.com

ہونے کے بعد بھی ابد تک زندہ اور باقی رہتے ہیں۔۔۔

* * * * *

رونا اور ہنسنا

رونا' حسّاس روحوں کے ہشاش بشاش ہو جانے اور اُن کے وجدان کی جلتی آگ کو آنسوؤں سے بجھانے کی کوشش ہے۔ مگر اسے کیا کہیئے کہ اکثر انسان جہاں رونے کی ضرورت ہو وہاں ہنستے ہیں اور جہاں ہنسنا ہو وہاں روتے ہیں۔۔۔؟

* * * * *

جب روح آگ پکڑتی ہے تو ضمیر جلنے لگتا ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب انسان روتا ہے۔ عین اس لمحے آنسو پہنچ جاتے ہیں اور روح کی آگ بجھا دیتے ہیں۔ میرے خیال میں ''چشم'' اور ''چشمے'' کے درمیان یہی تعلق ہے۔۔۔

* * * * *

خوف اور امید کے بارے میں

انسان' انسانوں کے ڈر سے مفلوج ہو جاتا ہے۔ ان کے مفلوج ہاتھوں کو دیکھ کر ان سے کسی چیز کی توقع کرنا اکثر سکوتِ خیال اور نا امیدی کا سبب بن جاتا ہے۔ کسی سے نہ ڈرنے کا ایک ہی علاج ہے۔ اور وہ ہے اس ذات سے ڈرنا جس کی طرف ہر انسان رجوع کرتا ہے۔ نا امیدی میں کبھی نہ پھنسنے کی راہ بھی یہی ہے کہ انسان اُس ذات پر اعتماد کرے جو دائمی طور پر طاقتور ہے اور وعدہ پورا کرنے کی قوّت رکھتی ہے۔

* * * * *

Marfat.com

ہر شخص کے لیے دو روز

ہمارا یقین ہے کہ ہر شخص کے لئے دو دن ہوتے ہیں۔ایک وہ جو ہر انسان کا اپنا دن ہوتا ہے اور دوسرا وہ جو آنے والی نسلوں کا ہوتا ہے۔۔۔اگر ہم ان دو دنوں میں سے ایک کے لیئے روتے اور چلاّتے ہیں تو دوسرے دن کے سلسلے میں رحمتِ ابدی کی عنائت پر بھروسہ کرتے ہوئے ہنسیں گے۔یہی ہے ہمارا یقین۔

* * * * *

روتی ہنستی نسل

وہ روح جو عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اپنی عبودیت سے یک جان نہیں ہو جاتی وہ نفع کے افق پر نقصان میں پڑ جانے کی بدقسمتی کا شکار ہو جاتی ہے۔اگر اسے اس بات کا اِدراک ہوتا تو وہ آج ہنسنے والوں پر روتی اور شرمندگی سے دوہری ہو ہو جاتی۔۔۔

* * * * *

بابرکت عمر والے

سب سے زیادہ لمبی عمر پانے والے وہ نہیں ہوتے جو زیادہ عرصہ زندہ رہتے ہیں بلکہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو ہر ممکن کوشش کر کے زندگی سے زیادہ سے زیادہ ثمر حاصل کرنے کا طریقہ جانتے ہیں۔اِس پیمانے کے مطابق سو برس کی عمر کے لوگ بھی کم عمر ہو سکتے ہیں۔اسی طرح پندرہ سالہ عمر میں ہی ہزاروں سال کی برکت اور فیض اکٹھا کر کے اپنا سر آسمانوں تک بلند کر لینے والے لوگ بھی مِل سکتے ہیں۔

* * * * *

Marfat.com

حیاتِ حقیقی

زندگی، بچپن میں غنچوں کی طرح کھلنے اور مست رہنے کا نام ہے۔ جوانی مافوق الفطرت تناؤ اور جہادی روح کا، اور بڑھاپے میں بچھڑے ہوئے دوستوں سے ملنے کی آرزو میں ہمیشہ چاق وچوبند رہنے کا نام ہے۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ منکرانہ نگاہوں نے زندگی کو کبھی ایک کامیڈی کے روپ میں دیکھا اور کبھی ایک ٹریجیڈی کے روپ میں، اور اولادِ آدم میں شوق اور شکر کے تصور کو موت کے منہ میں دھکیل دیا۔۔۔!

* * * * *

تنہائی

تنہائی کا احساس اُن شکستہ حال اور آوارہ گرد لوگوں کا لاعلاج درد ہے جو اپنے دل کو ابدیت کے ساتھ ہم وقت نہیں کر سکتے اور اپنی روح میں غیر فانی ہونے کی سوچ کا خمیر نہیں اٹھا سکتے۔ یوں لگتا ہے کہ اس قسم کے لوگ اپنے جذبات کو ضد کے طور پر جوش دِلاتے رہتے ہیں۔ اور جب تک اُن کی روحوں کو ہستی کا حقیقی چہرہ دکھائی نہیں دیتا تب تک یہ قنوطیت کی دھندلی فضا سے نجات حاصل نہیں کر سکیں گے۔ اور نہ ہی ساری ہستی کے ساتھ گھل مل کر ہر شے سے دوستی اور بھائی چارہ قائم کر سکیں گے۔

* * * * *

یہ ایک گہرائی

انسان کی حیاتی بناوٹ اُس کی گزری ہوئی زندگی، اُس کی برداشت کردہ اذیتوں اور اضطراب کے ساتھ براہِ راست متناسب پیمانے پر نشوونما پاتی رہتی ہے۔ جو لوگ ہمیشہ زندگی سے

Marfat.com

الگ تھلگ رہے ہوں، جن کی سوچ صفر ہو، جنہیں اضطراب سے کبھی واسطہ نہ پڑا ہو ان کی حسیاتی دنیا بھی ان کی دیگر صلاحیتوں کی طرح کسی حالت میں منکشف نہیں ہوتی۔ اِس قسم کے لوگ کبھی بھی اپنی ہستی کے ساتھ یک جان نہیں ہو سکتے۔

* * * * *

بدی

جو لوگ متواتر بدی کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں اُن کے کام میں اگر کوئی بھی مداخلت نہ کرے تو بھی اُن کی قسمت میں لکھا جا چکا ہے کہ وہ ایک روز یقیناً اپنی بدیوں میں پھنس کر رہ جائیں گے۔ جی ہاں! مسلسل کی جانے والی بدیوں کی راہ جلدی یا بدیر وہاں جا پہنچتی ہے جہاں بدی ہوتی ہے اور جو بالآخر بدی کرنے والوں کی موت پر ختم ہوتی ہے۔

* * * * *

عارضی قسم کے شر خواہ دیکھنے میں مستقل ہی نظر آئیں مگر حقیقت میں یہ وقتی ہی ہوتے ہیں۔ یہ قدرتی بات ہے کہ جب عمر ہی ختم ہو جاتی ہے تو ایسے شر بھی ہر دوسری چیز کی طرح مر کر ختم ہو جاتے ہیں۔ لیکن کیا کیا جائے کہ بعض اوقات مرتے وقت یہ ہماری انسانی اقدار کو بھی اپنے ہمراہ لے جاتے ہیں۔

* * * * *

ایک قسم کی قلبی بیماریاں

حقیقی دیندار انسان وہ ہے جو بلند ترین اخلاق کا مالک ہو۔ اُس کی عبادت میں نمود یا دکھاوا، اُس کے معاملات میں دھوکہ بازی اور اُس کے دل میں خود غرضی اور نفاق نہیں ہوتا۔ نمود و نمائش انسان کو حق سے اور دھوکہ بازی اُسے صرف حق ہی سے نہیں بلکہ خلقِ خدا سے بھی

Marfat.com

دور لے جاتی ہے۔۔۔خودغرض انسان کو نفرت سے اور منافق کو لعنت سے یاد کیا جاتا ہے۔

* * * * *

طمع

طمع ایک ایسا جال ہے جو شیر کو چوہا بنا دیتا ہے۔ جو بھی اس جال میں پھنس جاتا ہے وہ اس سے چھوٹ نہیں سکتا۔

* * * * *

طمع ایک ایسا دیو ہے جو سب سے طاقتور جوانوں کی پیٹھ بھی زمین سے لگا سکتا ہے۔

* * * * *

جس شخص کو کوئی طمع نہیں ہوتا ایک وقت آتا ہے کہ دوسرے لوگ اُس کا طمع کرنے لگ جاتے ہیں۔

* * * * *

حاسدوں کا حسد اور طمع کاروں کا طمع دنیاوی جہنم ہیں۔

* * * * *

طمع کاری انسان کی گردن میں غلامی کا طوق ہوتی ہے۔

* * * * *

ضرورت حیا کی حس کو کپڑے کے کیڑے کی طرح کھا جاتی ہے' خاص طور پر جب اسے طمع کی مدد بھی حاصل ہو تو۔۔۔!

* * * * *

انسان جس چیز کی ہوس میں پڑ جائے اُسی کے بازوؤں میں جان دے دیتا ہے۔

* * * * *

Marfat.com

انحراف

آج تک ہم نے ایک ''مہ لقا سلطان'' کی خاطر بادبان کھول کر کتنے گمنام لوگوں کا پیچھا کیا ہے۔ مگر نہ ہمیں سودائے عشق کے باعث صحرا میں بھٹکتی لیلیٰ مل سکی، اور نہ ہی ہم اس ساحل پر واپس ہی پہنچ سکے جہاں سے چلے تھے۔۔۔

* * * * *

ایک معاشرہ جب اپنی روحانی جڑوں سے دور ہو جاتا ہے تو اُس کا زاویہ نگاہ تبدیل ہو جاتا ہے اور اقدار کے اُصول بھی مکمل طور پر تہس نہس ہو جاتے ہیں۔ ایسے معاشرے میں جہاد کو بغاوت، اور ظلم کو انصاف کا نام دیا جاتا ہے۔ تاریخ پر لعنتیں بھیجی جاتی ہیں، مرّوجہ قابلِ نفرت اشیاء کو تعریفوں کے پل باندھ کر آسمان پر چڑھا دیا جاتا ہے، ادب کو نفرت سے دیکھا جاتا ہے، بے حیائی کی تعریف کی جاتی ہے، عصمت انتقام پر ختم ہوتی ہے، بے شرمی طبعی سمجھی جاتی ہے، قوم اور ماضی سے لوگوں کے رشتوں کو عامیانہ طریقوں سے بدنام کیا جاتا ہے، جڑوں کی غیر موجودگی کو اور وہ لوگ جن کی جڑیں ہی نہیں ہوتیں اُنہیں بڑے آرام سے آسمان پر چڑھا دیا جاتا ہے۔

* * * * *

مخالف جنس کے افراد کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے کی عادت اور ہر وقت اُنہیں کے ساتھ رہنے کی آرزو یا تو کسی کمزوری کا نتیجہ ہوتی ہے اور کسی فطری نقص کو ظاہر کرتی ہے یا پھر اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اس شخص میں دوسری جنس کی مخصوص خاصیتیں پائی جاتی ہیں۔

* * * * *

Marfat.com

جہالت

جہالت' اشیاء کے چہروں پر پڑے ایک نقاب کی طرح ہے۔ جو بدبخت لوگ اُس نقاب کو اِن اشیاء کے چہروں سے نہیں ہٹا سکتے وہ کبھی بھی کائنات کی بلند حقیقتوں پر اثرانداز نہیں ہو سکتے۔ سب سے بڑی جہالت یہ ہے کہ انسان اللہ کو نہ جانے۔ خاص طور پر جب یہ بات خودغرضی کے ساتھ مل جائے تو یہ ایک ناقابلِ علاج پاگل پن کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

* * * * *

دُنیا کا اصلی چہرہ

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ دنیا کا انحصار ایک حد تک پیسے پر اور کسی حد تک صحت و تندرستی پر ہوتا ہے۔ یہ بات اُن لوگوں کے لیئے تو درست ہو سکتی ہے جن کا علم اور مشاہدہ اس بات پر مبنی ہوتا ہے کہ دنیا کی ہر شئے کا انحصار مادے پر ہے' مگر وہ بامعنی انسان جو اصل حقیقت کو سمجھنے کے لیئے بیدار ہو چکے ہوں' ان کی نظروں میں یہ بات دھوکا کھا جانے کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

* * * * *

آج کی دنیا کو برباد کرنے پر تلے ہوئے لوگ' اس کے انتظام کی حفاظت کرنے والوں سے تعداد میں بھی بہت زیادہ نظر آتے ہیں اور اُن کا اثر و رسوخ بھی بہت دکھائی دیتا ہے۔ اگر طاقت کے توازن پر اثرانداز ہونے والی معنوی قوت نہ ہوتی تو حالِ حاضر کی صورتِ احوال میں یہ کہنا دشوار تھا کہ اچھائی اور خوبصورتی کے نام پر لمبی مسافتیں طے کی جا سکیں گی۔

* * * * *

Marfat.com

مجرم روحیں

انسان اکثر اوقات دوسروں کو اپنے دل کی عینک کے شیشوں میں سے دیکھتا ہے۔ اور ان پر لگی دھند اور دھوئیں کی وجہ سے اسے تمام اشیاء اور انسان دھندلے دھندلے دکھائی دیتے ہیں۔ اِس صورت میں وہ تمام فیصلے مکمل اندھیرے میں اور بے دردی سے کرتا ہے۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ جب کوئی خودغرض انسان ایسی صورتِ حال میں پھنستا ہے تو وہ یہی سمجھتا ہے کہ ہر شے برباد ہو کر ختم ہو چکی ہے۔ حالانکہ درحقیقت وہ خود برباد ہو کر ختم ہو چکا ہوتا ہے۔

* * * * *

طفلانہ روحوں والے

بزرگوں کی ہم پر عنایات اور توجہ ہماری ضرورت ہے۔ اِنہیں اُن کی عظمت کی علامت سمجھنا اور پھر اِس غرض سے کہ ہم پر وہ عنایات جاری رہیں۔ بزرگوں کے ساتھ با ادب اور با عزت سلوک کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا اور لا اُبالی پن سے بچنا ہم پر لازم ہے تاکہ ہم لاڈ پیار میں ڈوب کر شرارتی انسان نہ بن جائیں۔ حیف ہے اُن بچگانہ روحوں والے سر پھروں پر جو بزرگوں کی طرف سے کی جانے والی عنایات کا سوئے استعمال کرتے ہیں۔

* * * * *

Marfat.com

باب سوئم

اخلاقی ۔۔۔ اجتماعی

Marfat.com

Marfat.com

ملت (قوم)

وہ افراد جو اپنی قوم کے اچھے فرد بننے کا ارادہ رکھتے ہیں' اگر وہ اس عزم میں واقعی مخلص ہیں تو وہ اپنے ذاتی مفادات کو بھول جائیں گے مگر قومی معاملات میں چھوٹے سے چھوٹے معاملوں کو پل بھر کے لئے بھی ذہن سے نہیں نکال سکیں گے۔

* * * * *

سب سے عالی مرتبت قوم وہ ہے جو اپنے تمام کاموں پر اتحاد اور یگانگت کی حدود میں رہتے ہوئے غور وخوض کرتی ہے اور اکثریت کی رائے کو وزن دیتی ہے۔ظاہر ہے کہ ایسی قوم کے افراد کے لیے ایک نہایت اہم شرط یہ ہے کہ اُنھوں نے دین زبان اور تاریخی شعور جیسے حیاتی معاملات میں ایک ہی جیسی تربیت حاصل کی ہو۔

* * * * *

جن لوگوں کو ہم چاہتے ہیں اور جن کی چاہت کے متعلق ہمیں یقینِ کامل ہے' اُن کی طرف سے ہم پر کی جانے والی تنقید ہمارے لیے سب سے زیادہ پُر لطف شے ہونی چاہیے۔ورنہ اس کے باوجود کہ ہم اپنے بعض نقائص کے باعث اپنے کئی دوستوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں' ہمیں اس بات کا خیال بھی نہیں آئے گا کہ ہم اپنے بعض نقائص اور کمزوریوں کو درست ہی کر لیں۔

* * * * *

ہمیں قومی لحاظ سے کمزور بنانے والے اہم ترین عوامل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم اپنے گردونواح پر حاوی اُن لوگوں کو مخلص سمجھتے ہیں جو بظاہر دوست دکھائی دیتے ہیں مگر اصل میں فریبی لوگ ہوتے ہیں۔حالانکہ انسان کو ہر وعدے پر بھروسہ کر کے دھوکا نہیں کھانا چاہئے۔اور نہ ہی ہر راستہ دکھانے والے پر یقین کر لینا چاہیے۔

* * * * *

کسی قوم کے افراد اگر حیلہ بازی اور فریب دہی کو عقلمندی سمجھتے ہیں تو یوں سمجھیے کہ وہ قوم

Marfat.com

ایک ایسے درد میں مبتلا ہے جو بالکل لا علاج ہے۔ایسے ڈھانچے میں بعض اشیاء کو اچھائی کی علامت سمجھنا دراصل اپنے آپ کو دھوکا دینے کے مترادف ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی دق کا مریض یہ سمجھنے لگ جائے کہ اس کے جسم میں جگہ جگہ ہو جانے والی سوجن دراصل اسے موٹا تازہ بنا کر بہتری کی طرف لے جا رہی ہے۔

* * * * *

اگر کسی قوم کے تمام افراد کے درمیان ایسے تعلقات قائم ہوں جیسے خاندانی سطح پر لوگوں کے آپس کے تعلقات ہوتے ہیں‘ تو ان تعلقات کے وسیلے سے قسمت اُس قوم کی ترقّی کی چوٹی کی طرف بڑھنے والی سڑک پر یقیناً پانی کا چھڑکاؤ کرے گی۔اس کے برعکس جس قوم کے افراد میں ایک دوسرے سے پیار محبت کا فقدان ہو‘ ہر شخص دوسرے شخص کے خلاف ہو‘ اور لوگوں کو امن و سلامتی کے سلسلے میں ایک دوسرے پر بھروسہ نہ ہو تو نہ صرف یہ کہ وہ قوم ابھی تک صحیح معنوں میں قوم کے درجے تک نہیں پہنچ پائی بلکہ اس قوم کے مستقبل کے بارے میں وعدے وعید کرنا بھی قبل از وقت ہوگا۔

* * * * *

نوجوان

جوان شخص طاقت‘ قوت اور ذکا کا نونہال پودا ہوتا ہے۔اگر اس کی تربیت اور اصلاح کی جائے تو وہ تمام مشکلات پر قابو پا جانے والا ہرکولیس‘ دلوں کو روشن کرنے والی اور دنیا کو اعلیٰ نظام کا وعدہ کرنے والی ایک طاقت بن سکتا ہے۔

* * * * *

جمعیت ایک بلّوری برتن ہے جب کہ نوجوان لوگ اس برتن میں کسی مائع شے کی مانند ہوتے ہیں جو اِسی برتن کے رنگ ڈھنگ اور شکل وصورت میں ڈھل جاتے ہیں۔وہ اسی شکل میں

Marfat.com

دکھائی دیتے ہیں۔ نہ جانے نظامِ حکومت کے وہ حواری جو انہیں اطاعت اور فرماں برداری کی تاکید کرتے رہتے ہیں' انہوں نے کبھی ان نوجوانوں کی طرف پلٹ کر دیکھا بھی ہے یا نہیں۔

* * * * *

ہوس خاصی میٹھی' اور فضیلت (نیکی) تھوڑی کھٹی' نمکین کھانوں جیسی ہوتی ہے۔ جب کسی نوجوان کو ان دونوں میں سے کسی ایک کو منتخب کرنے کی آزادی دے دی جائے تو نہ جانے یہ کہنے کی حاجت باقی رہ جاتی ہے یا نہیں' کہ وہ ان میں سے کس کا انتخاب کرے گا اور کسے رد کر دے گا۔ حالانکہ یہ ہمارا ہی فرض بنتا ہے کہ اُنہیں اس بات کی تربیت دیں کہ وہ فضیلت اور نیکی کو اپنا دوست بنائیں اور بداخلاقی اور ذلت کے دشمن ہوں۔

* * * * *

ہم جس وقت تک تربیت کے ذریعے ایک نوجوان کی مدد کو نہیں پہنچتے اُس وقت تک وہ اپنی پرورش کے ماحول کا اور ہوس اور ذوق کا پروانہ ہی بنا رہتا ہے۔ علم' بصیرت' اور منطق سے بہت دور گردش کرتا ایک دیوانہ' اور خونخوار شخص ہوتا ہے۔ نوجوانوں کی عمدہ تربیت جو اُن کے ماضی پر مبنی ہو اور اُنہیں اپنے مستقبل کے لیے تیار کرے' اُن میں سے ہر نوجوان کو مستقبل کا حضرت عمرؓ بنا دے گی۔

* * * * *

کسی قوم کا عروج و زوال اس قوم کی نوجوان نسلوں کی اُس تعلیم و تربیت پر منحصر ہوگا جو اُن کی روح اور شعور کو دی جائیگی۔ وہ قومیں جن کی جوان نسلیں پرورش کے دوران اچھی تربیت حاصل کرتی ہیں اُن کا ہمیشہ ترقّی کے لیے نامزد کیا جانا' اس کے برعکس وہ قومیں جو اس پہلو سے غفلت برتتی ہیں اُن کا ہمیشہ روبہ زوال رہنا بالکل ناگزیر ہے۔

* * * * *

جو لوگ کسی قوم کے مستقبل کے بارے میں پیشین گوئی کرنا چاہیں' وہ اگر اس قوم کے

Marfat.com

جوانوں کو دی جانے والی تربیت کا مطالعہ کر لیں تو ان کی پیشین گوئی سو فی صد درست نکلے گی۔

* * * * *

جوانی

جوان نسلوں کی طرف شفقت کا رجحان، ہمارے ملک اور قوم کے سرپرست اور مربی پیدا کرنے کی راہ پر اٹھایا جانے والا ایک بامعنی قدم ہے۔ لیکن اگر شفقت کے اس جذبے کا زورِ عمل ان کی قلبی اور روحانی زندگیوں پر ہوگا تو وہ فائدہ مند ہوگا۔ لیکن جب اسی جذبے کا رخ اُن کی جسمانیت کی طرف موڑ دیا گیا تو عین ممکن ہے کہ اس کا مقصد اصل مقصد سے ہٹ کر اُن کی جسمانی شخصیت کو ڈھالنے میں بدل جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ متعلقہ نوجوان اتنا قوی ہیکل شخص بن جائے کہ وہ نہایت بھدا معلوم ہونے لگے، یہاں تک کہ اس کی مردانگی بھی مشکوک ہو جائے۔

اپنی جوان نسلوں کی قدردان ہر قوم ہمیشہ اپنے عروج پر پہنچی، مگر جن قوموں نے اُنہیں جوانی کی اندھی خواہشوں کی لہروں پر چھوڑ دیا اُنہیں اس غفلت کی بہت بھاری سزا بھگتنا پڑی۔ آج اگر ہمارے اردگرد ہر طرف غداری اور نفرت کی بہتات ہے اور ہماری نسلیں دن بدن زیادہ ہی سرکش اور بے قابو ہوتی چلی جا رہی ہیں تو یہ سب ہماری غفلت کا نتیجہ ہے۔ جی ہاں! اگر آج ہمارا سر بادلوں میں گردش کر رہا ہے اور زہریلے سانپ ہمارے پاؤں تلے سے نکل کر ہمارے گھروں کے سونے والے کمروں تک پہنچ چکے ہیں اور ہمیں اس کی خبر تک نہیں ہوئی، تو گویا ہماری آج کی درد بھری حالت ہمارے اپنے ہی ہاتھوں کی تیار کردہ ہے۔

* * * * *

شادی اور گھر بار

شادی ذوق اور لذت کی خاطر نہیں کی جاتی۔ شادی اس لیے کی جاتی ہے کہ خاندان وجود میں آئے، قوم کو بقا اور دوام حاصل ہو سکے، فرد کے احساسات اور خیالات کو بے ترتیبی سے

Marfat.com

نجات دلائی جاسکے' اور جسمانی لذّتوں کو ربط وضبط کے تحت لایا جاسکے۔ فطرت کے بیشتر مسائل کی طرح' اس موضوع پر بھی ذوق اور لذّتیں دو عناصر پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ایک ترقی اور دوسرا خواہشوں کو اکسانے کی حس۔

* * * * *

شادی کے خواہشمند اشخاص کو شادی کا فیصلہ ایک دوسرے کے لباس' وضع قطع، یہاں تک کہ دولت اور ظاہری خوبصورتی کی بنا پر بھی نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ اس نہایت سنجیدہ مسئلے میں ایک دوسرے کی روحانی خوبصورتی' عزت' ناموس اور اخلاص کا ادراک' فضیلت اور چال چلن کی بلندی کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیے۔

* * * * *

جو لوگ شادی کرتے وقت ضروری تحقیقات نہیں کرتے یا اُنہیں اس کام کے لیے فرصت نہیں ملتی' اگر اُن پر ایسا وقت آ جائے کہ اُنہیں ایک دوسرے سے علیحدگی کے سِوا کوئی چارہ ہی نظر نہ آئے' تو پھر اُن کے لیے نہایت عاقلانہ اصول بھی بے فائدہ ثابت ہوں گے۔ جی ہاں! مسئلہ یہ نہیں ہوتا کہ نشیمن کی آگ سے کم از کم نقصان اٹھا کر کیسے جان چھڑائی جائے' بلکہ اہم بات یہ ہے کہ جن عناصر سے آگ بھڑک اٹھنے کا امکان ہے اُنہیں نشیمن میں سرے سے داخل ہی نہ ہونے دیا جائے۔

* * * * *

کسی ناآشنا کو اپنی بیٹی کا رشتہ دینا ہی نہیں چاہیے اور نہ ہی کسی ایسی لڑکی کا رشتہ مانگنا چاہیے جسے آپ جانتے نہ ہوں۔ ناواقف لوگوں سے شادی کا عقد یا طلاق پر اختتام پذیر ہوتا ہے (کہ یہ فعل اللہ جل جلالہٗ کو نہایت ناپسند ہے) اور یا پھر دونوں طرف کے لیے زندگی بھر شکنجے میں پھنسے رہنے کا وسیلہ بن جاتا ہے۔

* * * * *

Marfat.com

ایسے ایسے مبارک نشیمن بھی ہیں جن کی بنیاد پہلی کوشش میں ہی حق تعالیٰ کی پناہ لیتے ہوئے منطق اور اچھی طرح کی دیکھ بھال پر رکھی جاتی ہے' اور جو زندگی بھر بالکل ایک مکتب کی طرح کام کرتے ہیں۔ ان میں تربیت پانے والے طلباء اپنی متعلقہ قوم کے دوام اور بقا کے ضامن ہوتے ہیں۔

* * * * *

بغیر سوچے سمجھے ازدواج کے نام پر کی گئی شادیاں اور بندھن بعدازاں رو رو کر گلیوں میں دھکے کھانے والے شادی کے رفیقوں' یتیم خانوں میں ترک شدہ یتیم بچوں' اور دونوں خاندانوں کے افراد کے دلوں کو زخمی کرنے والے مجرموں پر منتج ہوتے ہیں۔

* * * * *

ایک فرد کے لیے اگر شادی کا ایک فائدہ ہو تو قوم کے لیے بے شمار فائدے ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے ایک ناکام شادی کی طرح سرے سے شادی ہی نہ کرنے سے لڑکیاں محتاج رہ جاتی ہیں اور لڑکے ذلیل ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک طرح کا ہیضہ ہے جس سے قوم کا خون اور پانی ضائع ہوتا رہتا ہے۔

* * * * *

ایک ایسا نشیمن جو روزِ اوّل سے ہی مضبوط بنیادوں پر بنایا گیا ہو اور جس میں مادّی اور معنوی خوشیوں کی لہریں موجزن رہتی ہوں' قوم کے نقطۂ نظر سے بقا کا محفوظ ترین بنیادی پتھر ہوتا ہے اور با فضیلت افراد کی تربیت اور نشو نما کے لیے بھی ایک مبارک مکتب کا کام دیتا ہے۔ وہ قومیں جو اپنے گھروں کو مکتبوں کی طرح مقدس و بابرکت اور اپنے مکتبوں کو اپنے گھروں کی طرح گرمائش والے اور آرام دہ بنا سکتی ہیں اُن کا شمار سب سے بڑی اِصلاحی تحریکوں میں ہوتا ہے۔ اور وہ آئندہ نسلوں کے امن اور خوشیوں کی ضامن سمجھی جاتی ہیں۔

* * * * *

Marfat.com

قوم گھرانوں اور افراد سے بنتی ہے۔ اِس لحاظ سے اگر گھرانے اچھے ہوں گے تو قوم بھی اچھی ہوگی اور اگر گھرانے برے ہوں گے تو قوم بھی بری کہلائے گی۔ کاش کہ قوم کی اصلاح کے خواہشمند ہر شے سے پہلے گھرانوں کی اصلاح کے لیے کام کرتے۔۔۔!

* * * * *

ایک مکان کو اُس میں رہائش پذیر انسانوں کے مطابق گھر کہا جاتا ہے۔ ایک گھر کے افراد اِسی حد تک خوش سمجھے جاتے ہیں جس حد تک وہ تمام مکینوں کی انسانی اقدار میں ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں۔ جی ہاں! ہم کہ سکتے ہیں کہ ایک انسان اپنے گھر کے سہارے ہی انسانوں کی طرح رہ سکتا ہے اور ایک گھر اپنے اندر رہنے والے انسانوں کے باعث ہی گھر کہلاتا ہے۔

* * * * *

گھر ایک چھوٹی سی قوم اور قوم ایک بڑا سا گھر ہوتی ہے۔ جس شخص نے کسی بڑے یا چھوٹے گھر کا انتظام بغیر کسی عیب کے کامیابی سے چلا لیا اور جو اس گھر کے مکینوں کو انسانیت کے اونچے درجے پر پہنچا گیا' وہ شخص تھوڑی سی مزید کوشش سے اس سے بڑے کسی اور ادارے کو بھی کامیابی سے چلا سکتا ہے۔

* * * * *

ایک گھر کی بدانتظامی اور گندگی اس بات کی آئینہ دار ہوتی ہے کہ اس میں رہنے والے لوگ گداگر ہیں اور اُن کی روحیں پریشانی کا شکار ہیں۔ اسی طرح ایک شہر میں گھروں' دُکانوں اور گلیوں کی گندگی' بے انتظامی' اور اشیاء کی کارکردگی کے نقائص اس شہر کے بلدیہ کے عملے کے درجہ حساسیت کی تصویر پیش کرتے ہیں۔

* * * * *

Marfat.com

طلاق

طلاق وہ فعل ہے جس کے ذریعے فرد نکاح کے بندھن سے چھٹکارا حاصل کر کے اپنے آپ کو آزاد کر لیتا ہے۔ اگرچہ طلاق کے نتیجے میں متعلقہ شخص شاذو نادر ہی سکھ کا سانس لیتا اور آرام کرتا دکھائی دیتا ہے مگر اکثر اوقات یہ فعل اپنے ہمراہ بے چینی اور پریشانی ہی لاتا ہے۔

* * * * *

دین کی نگاہوں میں جن کاموں کے کرنے کی ممانعت نہیں ہے اُن میں سب سے ناپسندیدہ فعل طلاق ہے۔ مگر جتنی اس کی اجازت اور جواز ناپسندیدہ ہے اُتنا ہی اسے ممنوع قرار دینا بھی غیر طبعی اور غیر فطری ہے۔

* * * * *

جن وجوہات کی بنا پر طلاق ضروری ہو جاتی ہے ان سے آنکھیں چرانے کی وجہ انسانی خصلتوں سے اور ان خصلتوں کی خصوصیات سے لاعلمی ہے۔ اس بات کی امید رکھنا کہ شادی کرنے والا ہر جوڑا آپس میں گھل مل جائے گا یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ سوچنے والا شخص سادہ لوح ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ تمام انسان بالکل سیدھے سادے ایک جیسی فطرت اور ایک ہی مزاج کے مالک ہوتے ہیں، سب کی بناوٹ ایک جیسی ہوتی ہے، اور چال چلن میں بھی سب ایک جیسے ہی ہوتے ہیں۔

* * * * *

ہرمن مانی طلاق، طلاق دینے والے کے لیے ندامت اور مطلقہ کے لیے ناانصافی کا سبب بنتی ہے اور خاندان کے ہر فرد کے لیے ایسی ذہنی پریشانی کا سرچشمہ ہوتی ہے کہ بعض اوقات اِس فعل کا درد اور اضطراب ایک رِستے زخم کی طرح ساری عمر محسوس ہوتا رہتا ہے۔۔۔

* * * * *

اگر طلاق ایک بیمار عضو پر جراحی کے عمل کی طرح سمجھی جاتی ہے تو ازدواج کے عقلی اور منطقی خطوط پر جاری رہنے کے لیے شادی کو بعض صحت بخش شرائط سے منسلک کیا جانا بھی ایک مفید

Marfat.com

احتیاطی عمل ہے۔ چنانچہ پیشتر اس کے کہ طلاق دے کر خاندان پر اور طلاق کی بندش سے ضمیر پر ظلم کرنے کی نوبت آئے' ضروری ہے کہ میاں بیوی کی باہمی ہم آہنگی کا ازدواج سے پہلے ہی نہایت احتیاط سے پتہ چلا لیا جائے اور پھر بعد میں اُن شرائط میں کسی قسم کی ڈھیل قبول نہ کی جائے جن کی وجہ سے یہ ہم آہنگی قائم رہتی ہے۔

* * * * *

کوئی زمانہ تھا جب صدیوں تک طلاق پر پابندی لگا کر یا پھر اسے کبھی پوری نہ کی جا سکنے والی ایسی شرائط سے منسلک کر کے کوشش کی جاتی تھی کہ جو خاوند اور بیوی اکٹھی ازدواجی زندگی نہ گزارنا چاہتے اُنہیں بھی اکٹھا رہنے پر مجبور کر دیا جاتا تھا۔ پھر ایک زمانہ ایسا بھی آیا جب عورت کو ایک ایسی شے کی طرح دیکھا جاتا تھا جسے جب چاہا پالیا اور جب چاہا اپنے سے الگ کر کے پھینک دیا۔ ان دونوں میں سے پہلے زمانے میں مرد کو عذاب پہنچانے کے سوا کچھ نہیں تھا اور دوسرے زمانے میں عورت کو انسان ہی نہیں سمجھا جاتا تھا۔

* * * * *

ماں باپ

ماں اور باپ دو ایسی مقدس ہستیاں ہیں جن کی سب سے زیادہ عزت کرنا انسان پر لازم ہے۔ جو شخص اُن کی حرمت کرنے میں کسر اٹھا رکھتا ہے اُسے حق تعالیٰ کے خلاف محاذ آرا انسان سمجھا جاتا ہے۔ والدین کے ساتھ بدسلوکی کرنے والا زود یا بدیر خود بھی بدسلوکی کا شکار ہو جاتا ہے۔

* * * * *

انسان جس روز سے ایک چھوٹی سی جاندار مخلوق کی شکل میں زندگی کا آغاز کرتا ہے اُسی روز سے وہ ماں باپ کے کندھوں پر ایک بوجھ بن کر نشوونما پانے لگتا ہے۔ اِس سلسلے میں اس بات کا کوئی امکان ہی نہیں کہ والد اور والدہ کی اپنے بچوں کے ساتھ شفقت کی گہرائی یا بچوں کی وجہ سے

Marfat.com

والد اور والدہ کو جو مصیبتیں جھیلنا پڑتی ہیں ان سب کی حدود مقرر کر دی جائیں۔ اس لحاظ سے ان کی حرمت اور عزت نہ صرف اولاد کے لیے ایک انسانی قرض کی حیثیت رکھتی ہے بلکہ یہ اولاد کا ایک فرض بھی ہے۔

* * * * *

جو لوگ والدین کی قدر سے آگاہ ہیں اور اُنہیں حق تعالیٰ کی رحمت تک پہنچنے کا وسیلہ سمجھتے ہیں وہ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی سب سے زیادہ خوش قسمت انسانوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ اُن کی دل آزاری کر کے اُن کی زندگیوں سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں وہ ایسے بدبخت انسان ہیں جنہیں دربدر اور ذلیل ہونے کے لیئے نامزد کیا جا چکا ہے۔

* * * * *

انسان اپنے والد اور والدہ کی جتنی عزت کرتا ہے اُسی نسبت سے وہ عزت اُس کے خالق کی عزت بھی شمار ہوتی ہے۔ جو شخص اُن کی عزت نہیں کرتا وہ گویا اللہ (جل جلالہٗ) کی بھی عزت اور احترام نہیں کرتا۔ کیا عجیب حقیقت ہے کہ آجکل صرف اللہ کا احترام نہ کرنے والے ہی نہیں وہ لوگ بھی مسلسل اپنے ماں باپ کی بے عزتی کرتے رہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے عشق کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اولاد کو چاہیے کہ اپنی والدہ اور والد کی بے انتہا عزت اور اطاعت شعاری کرے۔ اور والدین کو بھی چاہیے کہ وہ جتنی اہمیت اولاد کی جسمانی صحت کو دیتے ہیں اُتنی ہی اہمیت ان کی قلبی اور روحانی زندگی کو بھی دیں اور جلد از جلد انہیں تربیت کے لیے ماہر ترین اساتذہ کے سپرد کر دیں۔ کس قدر جاہل ہوتے ہیں وہ والدین جو بچے کے قلب و روح کو فراموش کیئے رکھتے ہیں۔ اور کس قدر بدنصیب ہوتے ہیں وہ بچے جو اس قسم کی بدتہذیبی کا شکار ہو جاتے ہیں!

* * * * *

والدین کے حقوق کی پرواہ نہ کرنے اور اُن کے خلاف بغاوت کرنے والی اولاد انسان کی بگڑی ہوئی شکل کے جنگلی حیوان جیسی ہوتی ہے۔ اور وہ والدین جو بچے کی معنوی زندگی کو یقینی بنانے کی کوششوں سے محروم ہوتے ہیں وہ دونوں مرحمت سے عاری ظالم ہیں، اور خاص کر وہ

Marfat.com

ماں باپ کہ جن کا بچہ صحیح راہ پا کر اُس پر پرواز شروع کر دے تو وہ اُسے مفلوج کر ڈالیں!

گھر معاشرے کی بنیادی اکائی ہے۔ گھر کے افراد ایک دوسرے کے حقوق اور ذمہ داریوں کا جس قدر پاس کریں معاشرہ اُتنا ہی توانا اور صحتمند ہوتا ہے۔ اس کے برعکس گھر میں کھوئی ہوئی شفقت اور عزت کو معاشرے میں تلاش کرنا بالکل بے ہودہ ہوگا!

* * * * *

بچّہ

ایک درخت کی نسل اور نوع کے دوام کے لیے جو کردار گٹھلی اور بیج ادا کرتے ہیں وہی کردار انسانی نسل اور نوع کے دوام کے لیے بچہ ادا کرتا ہے۔ جو قومیں اپنے بچوں سے غفلت برتتی ہیں اُن کی قسمت میں زوال لکھا ہوا ہے۔ اور جو اُنہیں بیرونی ہاتھوں اور بیرونی ثقافت کے رحم وکرم پر چھوڑ دیتی ہیں اُن کی قسمت میں یہی لکھا گیا ہے کہ وہ اپنی خصوصی شناخت سے ہاتھ دھو بیٹھیں گی۔

* * * * *

تیس چالیس سال کے وقفے کے بعد قوم کا سب سے زیادہ مستعد اور بار آور طبقہ آج کے بچے ہوں گے۔ جو لوگ بچوں کو حقیر اور نکما سمجھتے ہیں اُنہیں چاہیے کہ وہ یہی بات سوچ کر لرز جائیں کہ وہ قوم کے ایک اہم عنصر کو کیسے گھٹیا قرار دے رہے ہیں۔

* * * * *

آج کی نسلوں میں مشاہدہ کی جانے والی برائیوں، بعض انتظامی اداروں میں پائی جانے والی کمزوریوں، اور قومی سطح پر محسوس کی جانے والی دیگر مشکلات کی ساری ذمہ داری آج سے تیس برس پیشتر کے حکمرانوں پر آتی ہے۔ آج سے ایک چوتھائی صدی بعد ہر طرح کی فلاکت اور اچھائیوں کی ذمہ داری آج کی نسلوں کی تعلیم و تربیت کا نصاب پیش کرنے والوں پر آئے گی۔

Marfat.com

اپنے مستقبل کو یقینی بنانے کی خواہشمند ہر قوم کو چاہیے کہ دائیں بائیں اپنا وقت اور قوت خرچ کرتے ہوئے اپنے وسائل کا ایک حصہ آج کے بچوں کی نشوونما پر بھی خرچ کرے جو مستقبل کے بڑے آدمی ہیں۔ دوسری سمتوں میں جن اشیاء پر پیسہ خرچ کیا جاتا ہے وہ تو ضائع بھی ہو سکتی ہیں مگر نئی نسلوں کو انسانیت کی بلندیوں پر پہنچانے کی سمت میں خرچ کیا جانے والا پیسہ تو آمدن کے ایک لازوال ذریعے کی طرح ہمیشہ ہمیشہ کے لیے موجود رہتا ہے۔

* * * * *

جو لوگ آج معاشرے کے چہرے پر بدنامی کا دھبہ سمجھے جاتے ہیں مثلاً مفلس، محتاج، شریر و بدکار، بدنظمی پسند، عیاش، نشئی، افیمی وغیرہ یہ ماضی کے وہ بچے ہیں جن کی تربیت میں ہم نے غفلت برتی تھی۔ نہ معلوم کسی نے اس بات پر بھی غور کیا ہے یا نہیں کہ ہماری آج کی غفلتوں کے نتیجے میں مستقبل میں ہماری گلیاں کس قسم کی نسلوں سے بھری پڑی ہوں گی۔

* * * * *

مستقبل کی تقدیر پر اُن قوموں کی حاکمیت ہو گی جو ازدواج کے ادارے کو سنجیدگی سے ہاتھوں میں لیتی ہیں اور اپنی نسلوں کو انسانیت کی بلندیوں تک پہنچانے کا علم رکھتی ہیں، نہ کہ اُن قوموں کی جو محض تکنیک اور ٹیکنالوجی کے میدان میں برتری کی حامل ہوتی ہیں۔ جو قومیں ازدواج اور پیدائش کے مسائل سے سنجیدگی سے نہیں نپٹ سکتیں، اور وہ جو اپنے فلسفہ تربیت کے ذریعے اپنی نسلوں کی دیکھ بھال نہیں کر سکتیں ان کی قسمت میں آج نہیں تو کل، وقت کی ناانصاف گراریوں میں پھنس کر کچلا جانا لکھا جا چکا ہے۔

* * * * *

Marfat.com

بچّے کے حقوق

انسان تخلیق کی گھڑی سے ہی اپنے شریک حیات کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے۔ شریکِ حیات کے بغیر اُس کی زندگی کا دورنہ ہونے کے برابر تھا۔ یوں اپنی ابتدائی وجودیت کو پہنچتے ہی اپنے شریک حیات کے ساتھ پیدا ہونا انسان کے لیے ازدواج کے ایک فطری عمل ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس فطری عمل کا اہم ترین مقصد ''تناسل'' ہے۔ لہٰذا جس ازدواج کا ہدف نسلوں کی پرورش نہیں ہوتا وہ ایک تفریح اور قسمت آزمائی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔ ایسے ازدواج سے وہ بد بخت بچے پیدا ہوتے ہیں جو ایک لمحے کی خواہش کی تکمیل پر قربان کر دیئے گئے ہوں۔

* * * * *

انسانی نسل کا دوام اب بھی انسان ہی پر منحصر ہے' ایسے انسان پر جو زندگی کی قلبی اور روحانی سطحوں پر پہنچنے کے لیے مصروفِ پرواز ہو۔ وہ نسلیں جو تربیت حاصل نہیں کر پاتیں' اور جو اپنی روحانی صلاحیتوں کی نشوونما نہیں کر سکتیں' اور جو اس کے نتیجے میں انسانیت کی بلندیوں تک نہیں پہنچ سکتیں' وہ نسلِ آدم ہی کا حصہ ہونے کے باوجود ایک عجیب وغریب مخلوط النسل مخلوق ہوتی ہیں۔ جن اشخاص کے کندھوں پر اس قسم کے لوگوں کے ماں باپ ہونے کا بوجھ لدا ہوا ہو وہ ایسے بد بخت انسان ہوتے ہیں جو اپنی گود میں حیوانوں کی پرورش کر رہے ہوتے ہیں۔

* * * * *

والدین جس نسبت سے اپنی اولاد کی پرورش کر کے اُنہیں اخلاقی خوبیوں سے مزیّن کرتے ہیں اُسی نسبت سے اُنہیں حق پہنچتا ہے کہ اپنی اولاد کو ''ہماری اولاد'' کہہ سکیں۔ مگر جن بچوں سے اس سلسلے میں غفلت برتی گئی ہو ان کے بارے میں اِس قسم کا دعویٰ قطعاً برمحل نہیں ہوگا۔ خاص طور پر جب والدین ایسے بچوں کو برائی اور گندگی کی تمام راہیں دکھا کر اُنہیں انسانیت سے کہیں دور لے جا کر چھوڑ چکے ہوں۔

* * * * *

Marfat.com

کسی قوم کا دوام اور اُس کی بقا اُس کی عمدہ تربیت یافتہ نسلوں سے قائم رہتی ہے۔اُن اچھی نسلوں سے جن کی قومی وجود اور قومی روح سے متعلقہ تربیت پایہء تکمیل تک پہنچ چکی ہو۔۔۔۔ جو قومیں ایک ایسی مکمل نسل کی پرورش نہیں کرسکتیں جسے قوم کا مستقبل امانت کے طور پر سپرد کیا جا سکے' سمجھ لیجیئے کہ ان قوموں کا مستقبل تاریک ہوگا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ نسلوں کی عمدہ تربیت میں اولین فرض ماں باپ کا ہوتا ہے۔

* * * * *

اگر ماں باپ بچوں کو اپنا سمجھتے ہوئے ان کے احساسات اور خیالات کی نشوونما اس مقصد سے کریں کہ وہ اپنے لیے بھی اور معاشرے کے لیے بھی مفید ثابت ہوں' تو وہ قوم کو ایک نئے اور مکمل فرد کے حصول کا وسیلہ بنتے ہیں۔اِس کے برعکس اگر وہ انسانی احساسات کے اعتبار سے بچوں کی تربیت میں تغافل برتیں تو یوں سمجھ لیں کہ گویا اُنہوں نے معاشرے میں ایک قسم کے کیڑے مکوڑے چھوڑ دیئے ہیں۔

* * * * *

جب تک ایک درخت کی بڑھی ہوئی شاخوں کی کاٹ چھانٹ کی جاتی رہے وہ پھل بھی دیتا ہے اور اپنی نسل کی افزائش کا کردار بھی ادا کرتا ہے۔یہی نتیجہ ایک جاندار کی دیکھ بھال کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے۔دیکھ بھال نہ کی جائے تو درخت بےثمر رہ جاتا ہے اور جاندار بانجھ ہو جاتا ہے۔تو پھر انسان کے بارے میں کیا خیال ہے جو بے شمار استعدادات اور قابلیتوں کے ساتھ دنیا میں بھیجا جاتا ہے؟ کیا اُسے کم از کم ایک درخت جیسی دیکھ بھال کی ضرورت بھی نہیں ہوتی؟

* * * * *

اے اولادِ آدم! بچے کو دنیا میں لانے والے تم ہو۔اُسے بلند کر کے آسمانوں کے اُس پار کے عالموں میں پہنچانا بھی تمہارا ہی فرض ہے۔اُس کی جسمانی صحت کو اہمیت دیتے ہوئے جس طرح بھاگ دوڑ کرتے ہو اُسی طرح اس کی قلبی اور روحانی زندگی کی خاطر بھی بھاگ دوڑ کرو' اُس پر ترس کھاؤ' خدارا اُس بیچارے کو بچاؤ! اور اُسے اس بات کا موقع ہی نہ دو کہ وہ فضول ہی ضائع ہو جائے!

Marfat.com

اخلاق

عالم ہونا ایک الگ بات ہے اور انسان ہونا الگ۔ عالم اپنے علم سمیت انسانیت کے ماتحت ہو کر اخلاق اور نیکی سے اپنے علم کی جس نسبت سے نمائیدگی کرتا ہے اُسی نسبت سے محض حافظہ بردار ہونے سے چھوٹ جاتا ہے اور ایک بلند مرتبہ انسان ہونے کے درجے پر جا پہنچتا ہے۔ وگرنہ اُس میں اور ایک ایسے بد بخت شخص میں کوئی فرق نہیں رہتا جس نے اپنی ساری عمر فضول ضائع کر دی ہو۔ دراصل جہالت جو کہ لوہے کی مانند سخت ہوتی ہے اُسے سونے کی طرح مفید اور قیمتی بنا دینا بھی اخلاق اور فضیلت ہی کا کام ہے۔

* * * * *

اگر تمارے ساتھ دھوکا ہو چکا ہے پھر بھی تم کسی دوسرے کو ہرگز دھوکا نہ دو۔۔۔! علاوہ ازیں سچائی اور سیدھا راستہ سب سے بڑی خوبیاں ہونے کے باوجود اگر بعض اوقات ان سے نقصان دہ نتائج برآمد ہونے کا خدشہ ہو تو بھی اُن کا ساتھ ہرگز مت چھوڑو!

* * * * *

زمانۂ حال میں اخلاق اُن معنوں میں نہیں لیا جاتا جن میں پچھلے زمانے کے لوگ سمجھتے تھے۔ وہ لوگ اخلاق کو فضیلتوں کا مرقع کے معنوں میں لیتے تھے۔ آج کا انسان چاہتا ہے کہ اِسے اجتماعی شائستگی اور تربیت کے معنوں میں لیا جائے۔ اگر یوں بھی سمجھ لیا جائے تو بھی کتنا ہی اچھا ہوتا اگر ہم انسان کو انہیں معنوں کے اخلاق سے مزین پا سکتے!

* * * * *

اخلاق کے زمرے میں اولادِ آدم کے طرزِ عمل سے متعلق بعض اعلیٰ قوانین آتے ہیں۔ ان سارے قوانین کا منبع روح کی عظمت ہے۔ اس حقیقت پر انحصار کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو لوگ اپنی روح سے اچھی طرح واقف نہیں ہو سکتے اُن کے لیے مدتوں تک اخلاق کے قوانین کی نمائندگی کر سکنا بھی خاصا مشکل ہوتا ہے۔

Marfat.com

کسی زمانے میں کہا جاتا تھا کہ ''اب اخلاق کتابوں میں ہی باقی رہ گیا ہے۔'' اب کہتے ہیں ''اخلاق پرانی کتابوں میں ہی باقی رہ گیا ہے''۔ اگر یوں بھی ہو تو اخلاق جیسی قیمتی شے کو فرسودہ قرار دینے کے لیے کتنی نئی چیزوں کو قربان کرنا لازم ہو گا۔

* * * * *

اپنے مفاد کو دوسروں کے مفاد پر قربان کر دینا روحانی عظمت اور جوانمردی ہے۔ کسی بھی قسم کے بدلے کی امید رکھے بغیر ہمیشہ نیکی کرنے والے اگر ایک غیر متوقع مقام پر اپنے کیئے گئے تمام نیک اعمال اور دوسروں کے بارے میں نیک خیالات سے دوچار ہو جائیں تو حیرت اور تعجب سے اپنی قسمت پر مسکرانے لگیں گے۔

* * * * *

فضیلت

اپنی ابدی روح کے لیے ہمیشہ اعلیٰ وقار اور نئے نئے مراتب کی تلاش میں رہو! ہمیشہ چوکنے رہو کہ کہیں حاصل کردہ وقار و اعزازات ہاتھ سے نہ نکل جائیں۔

* * * * *

اگر ایک معاشرے میں بدصورت لوگ اور بدصورتی اس قدر پھل پھول جائے کہ اس کے متعلق کوئی غور ہی نہ کرے، خوبصورت لوگوں اور خوبصورتی کا یوں تعاقب کیا جائے جیسے چوروں اور ڈاکوؤں کا کیا جاتا ہے، حقیقت اور فضیلت کے عاشقوں کی حقارت کی جائے اور اُن پر ناجائز دباؤ ڈالا جائے، بداخلاقی آسانی سے جہاں چاہے وہیں جا گھسے، اُس ملک میں فضیلت کی خاطر زندگی گزارنے والوں کے لیے زیادہ بہتر ہے کہ وہ زمین کے اوپر رہنے کی بجائے زمین کے نیچے دھنس جائیں۔

* * * * *

Marfat.com

بجا طور پر کہا گیا ہے کہ فضیلت وہ شے ہے جس کی انسان قدر کرتے ہیں اور جو حیوانوں کو بالکل اچھی نہیں لگتی' اور ذلت وہ شے ہے جس سے انسان تھر تھر کانپتے ہوئے دور بھاگتے ہیں اور جسے حیوان کوئی اہمیت دیئے بغیر ہی اپنا وطیرہ بناتے چلے آرہے ہیں۔

* * * * *

دین' قوم' وطن' ناموس اور ملک جیسی بلند معنی تعبیروں کے لیئے گہری محبت کا اظہار کرنا جوانمرد روحوں کا کام ہے۔ وہ ان بلند حقیقتوں کو نہ خود پامال کرتے ہیں اور نہ ہی دوسروں کو پامال کرنے دیتے ہیں' اور ضرورت پڑنے پر بلاتردد ان کی خاطر دل وجان سے اپنی روحوں کو فدا کر دیتے ہیں۔ وہ بدقسمت لوگ جو روح کی اتنی بڑی عظمت سے محروم ہوتے ہیں وہ اسے دیوانگی قرار دیتے ہیں۔

* * * * *

اگر بعض حالات اور شرائط میں فضیلت نقصان کا باعث بن جاتی ہے تو اس کے باوجود وہ فضیلت ہی رہتی ہے۔ اسے حقارت کی نظر سے دیکھنا' اس کی وجہ سے پشیمان ہونا' ہمیشہ حق تلفی ہی کے مترادف ہوتا ہے۔ فضیلت کے باعث ہونے والے نقصانات کو فضیلت ہی کے ذریعے دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

* * * * *

فضیلت روح کی وہ حالت ہے جس میں حُرمت کا مستحق ہونے کے باوجود حُرمت نہ ملنے کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔ اور غرور روح کی وہ حالت ہے جس میں حُرمت کا مستحق نہ ہونے کی صورت میں بھی حُرمت کی امید کی جاتی ہے۔ جب فضیلت گویا ہوتی ہے تو غرور خودی کے سینے میں پناہ لیتا ہے اور اضطراب کی حالت میں گوش برآواز رہتا ہے۔

* * * * *

اپنے گزرے زمانے کے بڑوں کو اچھے الفاظ میں یاد کرنا اُن کا حق ہے اور ہمارے لیے قدر شناسی کی علامت ہے۔ کیونکہ اُن لوگوں میں سے ہر فرد ایک ایسی جڑ کی مانند ہے جو قوم

Marfat.com

کے لیے باعث شرف ہوتی ہے۔ اُن جڑوں کو برباد کرنے کی کوشش اس بات کے مترادف ہے کہ یہ لوگ قوم کو اپنے معززانہ ماضی سے ڈرا کر دور بھگانے والے انسان ہیں۔

* * * * *

وہ لوگ جو دوسروں کی مستحق شہرت کی قدر کرتے ہیں اور اُنہیں عزت سے یاد کرتے ہیں، ایک روز ضرور آئے گا جب وہ بھی اسی طرح عزت سے یاد کیئے جائیں گے۔ اور وہ جو چاہتے ہیں کہ دوسروں کی شہرت پر تنقید کرنے اور ان کی شہرت کو کم تر کر کے بیان کرنے والون کے نام سے مشہور ہو جائیں تو ایسے لوگ نہایت بری شہرت کما لیتے ہیں۔

* * * * *

خود شناسی بصیرت ہے اور خود بینی اندھا پن۔ خود شناس انسان حق تعالیٰ اور عوام دونوں سے قریب تر ہو جاتے ہیں۔ مگر خود بین انسان خود پرستی کے علاوہ ہر شے سے دور ہو جاتے ہیں۔

* * * * *

ماضی کی خطاؤں کا محاسبہ کر کے اُن سے فائدہ اٹھانا' اور ماضی کے انسانوں کو کسی حد تک معاف کر کے ان کے ساتھ مشغول نہ ہونا ایک عقلمندانہ روش ہے۔ خواہ مخواہ ماضی اور ماضی کے انسانوں کی برائیاں کرنا حماقت ہے۔

* * * * *

تربیت

ہمارے ہاں ایک کہاوت ہے: ''بچہ عزیز ہے تو اس کی تربیت عزیز تر ہے۔'' کیا سچ کہا گیا ہے! بچے کی تربیت کے سلسلے میں والدین کا طرز عمل یوں ہونا چاہیئے جیسے وہ ناپ تول کی غذا کھا رہے ہوں۔ یعنی بچے کی تربیت میں بھی ان کے لیے ناپ تول کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

* * * * *

Marfat.com

پیدائش سے پانچ سال کی عمر تک کا عرصہ ایسا ہوتا ہے کہ جس میں بچے کا تحت الشعور بالکل کھلا ہوا ہوتا ہے۔ اس دور میں بچوں کے لیے اچھی مثالوں کے طور پر جس قدر کام کیا جائے واجب ہے۔

* * * * *

بچپن اور جوانی کی عمر میں حاصل کردہ اثرات اور تاثرات کا ہر انسان کے مستقبل سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ اگر بچے اور نوجوان ایسی فضا میں پرورش پائیں جس میں انہیں بلند احساسات کے ذریعے جوش میں بڑے بڑے کام کرنے کے مواقع حاصل ہوں تو وہ ذہنی اور فکری حالات کے حساب سے زندہ اور اخلاق اور فضیلت کے لحاظ سے بطورِ مثال پیش کیئے جانے والوں میں شمار ہونے کے لیے نامزد سمجھے جاتے ہیں۔

* * * * *

انسان کے احساسات حقیر اور ذلیل اشیاء سے جس قدر دور ہوں گے اُتنا ہی وہ حقیقی معنوں میں انسان ہوگا۔ وہ لوگ جن کا دل برے احساسات کے دباؤ تلے رہتا ہے اور جن کی روح نفسانیت کے شکنجے میں جکڑی ہوتی ہے وہ اگر شکل وصورت سے انسان دکھائی دیتے ہوں تو غور کرنے کی بات ہوگی (کہ آیا وہ واقعی انسان ہیں)۔ تربیت کا وہ حصّہ جس کا تعلق جسم سے ہے اُس سے تقریباً ہر شخص واقف ہے۔ مگر جو شے صحیح معنوں میں کارآمد ہوتی ہے وہ فکری اور جذباتی تربیت ہے۔ اور اس کا علم رکھنے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔ حالانکہ پہلی قسم کی تربیت سے زیادہ تر ان لوگوں کی پرورش ہوتی ہے جن کا مقصد مضبوط پٹھے اور جسم ہوتا ہے۔ اور دوسری قسم کی تربیت سے روحانی اور معنوی انسانوں کی پرورش ہوتی ہے۔

* * * * *

کسی قوم کی اصلاح اُس کے اجزائے بد کو تباہ کر دینے سے نہیں ہوتی۔ یہ خدمت قومی ثقافت اور قومی تربیت کے ذریعے نسلوں کو انسانیت کی بلندیوں پر پہنچا کر کی جانی چاہیے۔ اگر دین، تاریخی شعور اور روایات کے مغلوبے پر مشتمل مقدس بیج ملک کے چاروں کونوں میں نہ بویا جائے

Marfat.com

اور پھر یہ بیج پھوٹے بھی نہ، تو ہر تباہ کی گئی بدی کی جگہ پر کئی نئی بدیاں خودرو گھاس کی طرح اُگ آئیں گی۔

* * * * *

یہ ضروری ہے کہ بچوں کو پڑھائی جانے والی کتابیں، خواہ نظم ہو یا نثر، سوچ کو قوت، روح کو سنجیدگی، امید اور عظم کی روشنی مہیا کر سکیں تا کہ قوم کو ایسی نسلیں مل جائیں جن کے ارادے مضبوط اور خیالات مستحکم ہوں۔

* * * * *

آج کی بچیاں جن پر آنے والی بچیوں کی تربیت کی ذمہ داری ہو گی اُن کی تربیت اگرچہ پھول کی سی نزاکت، نفاست پسندی اور شفقت جیسی بنیادوں پر ہونی چاہیے، مگر اس لحاظ سے کہ اُن میں تصورِ حق کا پایا جانا بہت ضروری ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ وہ فولاد کی طرح مضبوط ہوں ورنہ نزاکت اور نفاست پسندی کی خاطر ہم انہیں ایک قسم کی مسکین اور عاجز لڑکیوں میں تبدیل کر دیں گے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ نر ہو یا مادہ شیر شیر ہی ہوتا ہے۔

* * * * *

تربیت بذاتِ خود ایک خوبصورتی ہے اور یہ جس کسی میں پائی جائے اُس کی قدر کی جاتی ہے۔ جی ہاں! خواہ کوئی جاہل ہی کیوں نہ ہو اگر وہ تربیت حاصل کر لے تو اُسے پسند کیا جاتا ہے۔ وہ قومیں جو ملی ثقافت اور ملیّ تربیت سے محروم ہوتی ہیں اُن کی مثال گنوار، جاہل اور آوارہ گرد افراد کی طرح ہوتی ہے کہ نہ تو ان کی دوستی میں وفا پائی جاتی ہے اور نہ ہی اُن کی دشمنی میں سنجیدگی۔

* * * * *

جو لوگ اس قسم کے لوگوں پر بھروسہ کرتے ہیں وہ ہمیشہ مایوسی کا شکار ہوتے ہیں۔ جو ان کی مدد پر انحصار کرتے ہیں وہ جلد یا بدیر بے یار و مددگار رہ جاتے ہیں۔

* * * * *

Marfat.com

جو استاد اور استانیاں کسی استاد کی شاگردی میں نہیں رہتے اور کسی محکم ذریعے سے تربیت حاصل نہیں کرتے' وہ اُن اندھوں کی طرح ہوتے ہیں جو دوسروں کو راہ دکھانے کے لیے ہاتھوں میں چراغ لیے کھڑے ہوں۔ بچوں میں پائی جانے والی بے حیائی اور بدتمیزی کا سبب وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی گود میں انہوں نے پرورش پائی ہوتی ہے اور جو خود گدلے پانی کی طرح غیر شفاف ہوتے ہیں۔ کسی خاندان کے اندر پائی جانے والی احساسات' خیالات اور کارکردگی کی بدانتظامی اس خاندان کے بچوں کی روح پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اور پھر قدرتی بات ہے کہ اس سے یہ بدانتظامی پورے معاشرے میں بھی پھیل جاتی ہے۔۔۔۔

* * * * *

سکولوں میں تربیت اور قومی ثقافت پر بھی اگر زیادہ نہیں تو کم از کم دوسرے مضامین جتنا ہی زور دینا ضروری ہے کیونکہ اس سے ایسی نسلیں پیدا ہوتی ہیں جو اپنی محکم روح اور اعلیٰ کردار کے ذریعے وطن کو جنت میں تبدیل کر سکتی ہیں۔ تعلیم اور تربیت دو علیٰحدہ علیٰحدہ اشیاء ہیں۔ انسانوں کی اکثریت معلم تو بن سکتی ہے مگر مربّی بننے کے قابل لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔

* * * * *

سب سے زیادہ ضروری درس جن پر سب سے کم توجہ دی جاتی ہے' قومی ثقافت اور قومی تربیت کے درس ہیں۔ اگر کوئی دن ایسا آیا جب ہم نے اس راہ پر چلنا شروع کر دیا تو وہ ہماری ترقی کے لیے کیا جانے والا سب سے درست فیصلہ ہوگا۔

* * * * *

شاعر پیدائش سے ہی شاعر ہوتا ہے۔ عمرالقیس نے کبھی سکول کی شکل تک نہیں دیکھی تھی۔ آئین سٹائن سکول سے بھاگ جایا کرتا تھا کیونکہ اس کی سوچ سب سے مختلف تھی۔ نیوٹن حساب میں بہت کم نمبر لیا کرتا تھا مگر اس کی تھیوری کی بنیاد ہی حساب پر تھی۔ ہم ہیں کہ دوسروں کی دیگ میں اپنا چمچہ چلانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

* * * * *

Marfat.com

بچے جن کی روح آئینے کی طرح چمکدار ہوتی ہے اور کیمرے کی سی تیزی کے ساتھ تصویریں بنالیتی ہے' اُن کا اولین سکول اپنا گھر ہوتا ہے۔ اور اُنہیں سب سے پہلے تربیت دینے والی اُن کی اپنی ماں ہوتی ہے۔ ماؤں کو ادھر اُدھر فضول کاموں میں ضائع کرنے کی بجائے بہتر ہے کہ ان کی پرورش ایک تربیت دینے والے استاد کی طرح کی جائے۔ یہ ایک قوم کے وجود اور اُس کی بقا کے لیے اہم ترین بنیاد ہے۔

* * * * *

نصیحت

نصیحت زندگی کی کشتی کا مرکزی مستول ہے۔

* * * * *

اگر نصیحت بے فائدہ ہوتی تو کیا اللہ ایک بھی پیغمبر بھیجتا دنیا میں؟

* * * * *

نصیحت ایک اہم وسیلہ ہے جس کے ذریعے نیکیوں تک پہنچا جا سکتا ہے۔ نیکی کا بدلہ نیکی ہے اور ثواب کا بدلہ ثواب۔

* * * * *

نصیحت کرنے والے کو چاہئے کہ وہ ہر شخص سے پہلے خود اپنی بیان کردہ نصیحت پر عمل کرے تا کہ اُس کے کہے پر یقین کیا جا سکے۔ میرے خیال میں اگر ماضی میں کی گئی نصیحت کارگر ثابت ہوئی ہو مگر آج وہی نصیحت بے اثر ہو جاتی ہے تو اس کی وجوہات اِسی اصول میں ڈھونڈنی چاہئیں۔

* * * * *

اندھوں کی رہبری پر انحصار کرنے والے اگر جہاں ہیں وہیں کھڑے رہیں تو اپنی منزلِ

Marfat.com

مقصود کو زیادہ قریب پالیں گے۔

دلوں کی کنجی نرم مزاجی اور نرم زبانی میں ہے۔

* * * * *

واعظ وہ ہے جو ساری جماعت کو ایک ہی آن میں دیکھ کر قابو کر سکے۔

* * * * *

الفاظ کے ذریعے بیان کرنے کے مقابلے میں عملی طور پر بیان کرنے پر ہمیشہ جلد یقین آجاتا ہے۔

* * * * *

نرمی سے بات کرو تاکہ دلوں کے دروازے کھل جائیں۔ اپنے اندر قلبی گرمائش پیدا کرو تاکہ سننے والوں کا ضمیر تمہارے خیالات کو خوش آمدید کہے۔ اپنے طرزِ عمل سے خلوص کا اظہار کرو تاکہ تمہارے کہے کی تاثیر میں دوام آجائے۔۔۔!

* * * * *

جب تمہارے کہے ہوئے تمام الفاظ ہوا میں لٹکتے رہ جائیں (یعنی بے اثر ثابت ہوں) تو اپنے مخاطب افراد پر اچھے طریقے سے سختی کرنے کی کوشش بھی مفید ثابت ہو سکتی ہے۔

* * * * *

نیکی سے زیادہ بڑی نیکی اور بدی سے زیادہ بڑی بدی بھی ہوتی ہے۔ اِن میں سے کسے اور کب ترجیح دینی چاہیے اس کا علم عقلمندوں اور الہام پانے والوں کو ہوتا ہے۔

* * * * *

Marfat.com

مشاورت

''کسی جاننے والے سے پوچھو! دو اشخاص کا علم ایک شخص کے علم سے بہتر ہے''۔ کسی موضوع پر کیئے جانے والے فیصلے کی درستگی کو یقینی بنانے کی پہلی شرط مشاورت ہے۔ کسی مسئلے کو اچھی طرح سوچے سمجھے بغیر، اسے دوسرے لوگوں کی رائے اور تنقید کے لیے پیش کیے بغیر کیے جانے والے فیصلے اکثر اوقات نقصان اور شکست پر منتج ہوتے ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ اپنی سوچ کو اپنی ذات تک محدود رکھتے ہیں، دوسروں کی سوچ کو اہمیت نہیں دیتے، جو ہر بات کا فیصلہ خود ہی کرنے کے عادی ہوتے ہیں، وہ اُن لوگوں کے مقابلے میں زیادہ غلط فیصلے کرتے ہیں جو خواہ کتنے ہی بلند فطرت اور ذہین کیوں نہ ہوں پھر بھی اپنی ہر سوچ کو مشاورت کے لیے پیش کرتے ہیں۔

* * * * *

سب سے عقلمند شخص وہ ہے جو مشاورت کا سب سے زیادہ خیال رکھے اور دوسروں کی سوچ سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرے۔ جو لوگ اپنے مجوزہ کاموں میں محض اپنی ہی سوچ پر اکتفا کرتے ہیں، بلکہ دوسروں کو بھی اپنی رائے قبول کرنے پر مجبور کرتے ہیں وہ خام روحوں کی طرح ہوتے ہیں۔ اُنہیں اپنے اِرد گرد کے لوگوں سے ہمیشہ نفرت اور عناد ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔

* * * * *

جس طرح عمدہ نتائج حاصل کرنے کے لیے مشاورت پہلی شرط ہے اِسی طرح بری عاقبت اور شکستوں سے بچنے کے لیے ایک اہم وسیلہ یہ ہے کہ دوستوں کے اعلیٰ خیالات سے استفادہ کرنا نہ بھولیں۔

* * * * *

کوئی کام شروع کرنے سے پیشتر تمام ضروری مشورے حاصل کر کے اپنے منصوبے میں کوئی کسر نہیں چھوڑنی چاہیے تاکہ بعد ازاں اپنے اِرد گرد کے لوگوں کو موردِ الزام ٹھہرانے اور قسمت پر نکتہ چینی کرنے کی راہ پر نہ چلنا پڑے کیونکہ ایسا کرنے سے دُگنی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا

Marfat.com

ہے۔جی ہاں! کسی کام کا ارادہ کرنے سے پہلے اگر حاصل شدہ نتائج پر خوب اچھی طرح غور وخوض نہ کیا جائے' اور تجربہ کار افراد کے ساتھ مجوزہ کام کے بارے میں تبادلہِ خیالات نہ کیا جائے تو اس کے نتیجے میں مایوسی اور ندامت سے بچنا ناممکن ہوتا ہے۔

* * * * *

بہت سے کام ایسے دیکھے گئے ہیں جن کا آگا پیچھا اچھی طرح سوچے سمجھے بغیر اُن میں ہاتھ ڈال دیا گیا مگر انہیں پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھایا جا سکا۔ ایسے کاموں کو مکمل کرنے کا بیڑا اٹھانے والوں پر دوسروں کا اعتماد بھی ختم ہو گیا۔جی ہاں! اپنی عقل میں جو آئے اِسے کر گزرنے والا شخص اس قسم کی غلط راہوں پر چلنے کے باعث پریشانیوں سے دوچار ہو جاتا ہے۔اس کے باعث زود یا بدیر اِسے ان کاموں سے بھی ناامیدی سے دوچار ہونا پڑتا ہے جو وہ بخوبی سرانجام دے سکتے ہوں۔

* * * * *

انسان کو ایسے دروازے ہرگز نہیں کھولنے چاہیے جنہیں وہ بند نہ کر سکے۔ورنہ کھلی دراڑوں میں سے اندر آ گھسنے والی برائیاں اور شیاطین نہ صرف دوسروں کو تلف کر دیتے ہیں بلکہ متعلقہ شخص کی ذاتی قدر و قیمت کو بھی ساتھ لے بھاگتے ہیں۔بے شمار ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے آپ کو بڑے عقلمند سمجھتے ہوئے کسی سے مشورہ کیے بغیر کئی قسم کے خبطوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ایسے لوگ خبردار کیے جانے کے باوجود خود کو زہریلے سانپوں سے ڈسوا لیتے ہیں اور ساتھ ہی اکھاڑے سے باہر پھینک دیئے جاتے ہیں۔کیا اچھا ہوتا کہ یوں اکھاڑے سے باہر پھینکے جانے والے لوگوں کی تعداد اِکا دُکا ہی ہوتی!

* * * * *

Marfat.com

حق (سچائی)

برحق انسان پیارا بھی ہوتا ہے اور مقبول بھی' خواہ وہ مغلوب ہی کیوں نہ ہو۔ ناحق انسان کو لوگ چاہتے بھی نہیں اور اُس سے نفرت بھی کرتے ہیں خواہ وہ غالب ہی کیوں نہ ہو۔

* * * * *

حق اپنی ذات میں دلکش اور برحق انسان میٹھا ہوتا ہے۔ برحق انسان کیچڑ میں گر کر بھی پاک اور صاف ہی رہتا ہے۔ ناحق انسان مشک سے غسل کرلے تو بھی ناپاک اور قابلِ نفرت ہی رہتا ہے۔

* * * * *

رنگ اور شکل بدل بھی جائے مگر اصل تبدیل نہیں ہوتا۔ نام اور عنوان بدلنے سے ذات نہیں بدلتی۔ جن چیزوں نے آج تک انسانوں کو سب سے زیادہ دھوکے میں ڈالے رکھا ہے وہ رنگ اور شکل' نام اور عنوان' کی تبدیلی ہے۔

* * * * *

کمزور کو کچلنے والا غالب بھی ہو تو مغلوب ہی ہوتا ہے۔ برحق انسان مغلوب ہو کر بھی غالب ہی رہتا ہے۔

* * * * *

حق اور انصاف

انصاف قوی ترین ٹینکوں سے لیس فوجی یونٹوں سے بھی زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔

* * * * *

حق اگر تمہارے سر پر گرنے والی تلوار بھی ہو تو اپنی گردن اُس کی طرف بڑھانے سے گریز نہ کرو۔

* * * * *

Marfat.com

حق کو اس وقت پر لگ جاتے ہیں جب اسے بیان کرنے اور سمجھنے والے' اس کی نمائندگی کرنے والے اور اس میں دلچسپی لینے والے مل جائیں۔

* * * * *

انصاف ایک ایسا سِکّہ ہے جو ہر جگہ رائج الوقت رہتا ہے۔

* * * * *

انصاف اللہ سے قربت حاصل کرنے کی راہوں میں سے ایک راہ ہے مگر نہ جانے کیوں' انسانوں کی اکثریت اس سے دور رہنے کو ترجیح دیتی ہے۔

* * * * *

اسلام کی دیواریں حق ہیں' دروازہ انصاف ہے اور اندرونی حصّہ سعادت۔

* * * * *

وہ کھنڈرات جن پر انصاف کی حکمرانی ہو' محلوں سے زیادہ قیمتی ہوتے ہیں۔ اور وہ محل جو ظلم کے ہاؤہو میں ڈوبے ہوں وہ کھنڈرات سے بھی زیادہ منتشر ہوتے ہیں۔

* * * * *

دوسروں کے بارے میں یقین کی پختگی' حق اور انصاف کے متعلق سوچ کی پختگی اور درستگی کے مترادف ہے۔

* * * * *

حق سے جنگ کرنے والا جلد یا بدیر مات کھا کر گر پڑتا ہے۔

* * * * *

دوسروں کو کچلتے ہوئے یہ ہرگز مت بھولو کہ ایک قوت ایسی بھی موجود ہے جو تمہیں بھی کچل سکتی ہے۔

* * * * *

Marfat.com

خیر و شرّ

نیکی کے کام کرنا' دین اور عقل کی نظر میں فرض ہے اور ضمیر کی نظر میں ایک قابلِ قدر حرکت۔ جہاں تک نیکی کے کام نہ کرنے کا تعلق ہے' یہ دین میں گناہ ہے' عقل کی نگاہوں میں اخلاق کی سطح سے پستگی ہے' اور ضمیر کی نظروں میں مادر پدر آزاد ہونے کی نشانی ہے۔ نیکی بعض حالات میں بے فائدہ' بلکہ کسی حد تک نقصان دہ بھی ثابت ہوسکتی ہے مگر بدی میں ہرگز تبدیل نہیں ہوسکتی۔ بدی نیکی کا سو فیصد اُلٹ ہے۔۔۔۔۔

* * * * *

جمہوریت

جمہوریت کا مطلب ایک ایسی انتظامیہ ہے جس میں عوام کو انتخاب اور مشاورت کا حق حاصل ہو۔ اس کی تعلیم دینے والی سب سے پہلی مکمل کتاب قرآنِ کریم ہے۔ جمہوری انتظامیہ کو قرآن کے برعکس ظاہر کرنا اگر کسی خاص مقصد کے لیئے نہیں تو پھر سو فیصد لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ جمہوریت کی طرفداری کرتے ہوئے اُس کے سرچشمے کو جان بوجھ کر نظر انداز کرنا ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں۔

* * * * *

جس طرح پیغمبر ﷺ نے بادشاہت کا دعویٰ نہیں کیا تھا' اُن کے ممتاز اور برگزیدہ خُلفاء نے بھی اپنے آپ کو نہ خدا کہلوایا نہ بادشاہ۔ بادشاہت اسلام کی روح سے بُعد کے باعث رونما ہوئی اور جتنی اسلام سے دور ہوتی گئی اُتنی ہی ظلم واستبداد کا ذریعہ بنتی گئی۔

* * * * *

Marfat.com

جمہوریت جو کہ حقیقی حرّیت اور انصاف کے مفہوم پر مبنی ہے' ایک بلند اور محفوظ اداری شکل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نہایت شائستہ نظام بھی ہے' خاص طور پر اگر اس کی ان جہتوں کو زیرِ نظر رکھتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ نہ رکھا جائے تو اِس کے سینے میں الحاد اور طوائف الملوکی کا پرورش پا کر بڑھنا ناگزیر ہو سکتا ہے۔

* * * * *

حقیقی جمہوریت بلندیوں پر پہنچی ہوئی روحوں کی اداری شکل ہے جو سب سے زیادہ انسان کے وقار کے شایانِ شان بھی ہے۔وہ خام روحیں جو ابھی تک بلوغ کی پختگی تک نہیں پہنچ سکیں یا انسانی کمالات تک لے جانے والی راہوں کا مکمل ادراک نہیں پا سکیں ان کے لیے جمہوریت صحراء کے سراب کی طرح یا پھر عارضی طور پر پھچیوں سے بنے ایک نا قابلِ رہائش ڈھانچے کی طرح ہے۔

* * * * *

جمہوریت' آزادی کی ماں یا مرّبی کی مانند ہے۔وہی حرّیت کی عاشق نسلوں کی پرورش کرتی ہے اور وہی اُنہیں بڑا کرتی ہے۔وہ پرورش کر کے بڑا تو ضرور کرتی ہے مگر جمہوریت ''بے لگام آزادی'' کا ایک ادارہ بھی ہرگز نہیں ہے۔یہ ایک ایسی حکومت ہے جس میں فضیلت اور اخلاق کی آزادی ہوتی ہے۔

* * * * *

جمہوریت انسان کو بلندیوں پر پہنچانے والی اقدار کے ذریعے اُسے بلندی کی طرف لے جانے کے لیے زمین ہموار کرتی ہے۔اور پھر اُسے بلند اخلاق اور بیدار ضمیر سے دوچار چھوڑ دیتی ہے۔اس کے بعد ہر شخص اپنے گھر میں اور اپنے کام کے دوران ایک با ارادہ انسان کی حیثیت سے ہمیشہ اچھائیوں اور فضیلتوں کے بارے میں سوچتا اور بلند انسانی اقدار پر عمل پیرا رہتا ہے۔

* * * * *

Marfat.com

روح اپنے خمیر میں پائی جانے والی آزادی کی آرزو کے باعث اپنے آپ پر کسی قسم کی حکمران طاقت برداشت نہیں کرتی۔ یہی وجہ ہے کہ سوچ، حرکت اور اظہارِ خیال پر لگائی جانے والی پابندیوں کے خلاف ردعمل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہی مصلحتیں ہیں جن کی وجہ سے جمہوریت کے پرستاروں کو چاہیے کہ وہ ایک طرف تو عوام کے وسیع حقوق اور آزادیوں کو تسلیم کریں اور دوسری طرف عوام کو اخلاق، فضیلت، غور وفکر اور سوچ کے انسان بنا کر انہیں بلندیوں کی طرف لے جائیں۔

* * * * *

دینی احساسات اور دینی خیالات کی حفاظت کے دوران ان پر کڑی نگاہ رکھنا جمہوریت کے لیے ضروری اور لازم ہے۔ اس لحاظ سے بھی، جمہوریت جیسے ایک ادارے میں دینی احساسات اور دینی خیالات کی بنا پر انسانوں سے حقارت آمیز سلوک کرنا، ان پر زیادتیاں کر کے اُن کی بدنامی کا سبب بننا، درحقیقت جمہوریت کی حقارت اور جمہوریت پر زیادتیاں کرنے کے مترادف ہے۔

* * * * *

جمہوریت ایسے لوگوں کی محتاج ہے جو اُسے پوری طرح محسوس کرتے ہوں، اس کے بارے میں غور وفکر کر کے اُس کی حقیقت کو سمجھنے والے ہوں۔ جمہوری مجلس (اسمبلی) صاحبِ عقل اور صاحبِ فکر لوگوں پر مشتمل مجلسوں کی طرح باوقار ہونی چاہیے۔ اور اس کی کارکردگی بھی ہر شے کی تہہ تک پہنچنے والی عدالتوں کی طرح حق پرستی اور انصاف پر مبنی ہونی چاہیے۔

* * * * *

سیاست

سیاست خدا اور خلقِ خدا کی خوشنودی کے چوکھٹے کے اندر رہتے ہوئے اداری کنٹرول کا فن ہے۔ حکومتیں جس حد تک عوام کو طاقت اور اقتدار کے ذریعے شر سے بچاتی ہیں اُنہیں

Marfat.com

عدالتوں کے ذریعے ظلم وستم سے محفوظ رکھتی ہیں اُسی حد تک سیاست میں کامیاب سمجھی جاتی ہیں اور اچھے مستقبل کے وعدوں پر پوری اترتی ہیں۔اس کے برعکس اقبال کی موم بتیاں جلد ہی بجھ جاتی ہیں اور پھر گر کر یہ جادہ جا' اپنے پیچھے ایک دشنام طراز ہجوم چھوڑ جاتی ہیں۔

* * * * *

قدیم زمانے سے لے کر آج تک ذکی' باخبر اور بڑے بڑے چلتا پرزہ قسم کے سیاستدان' لوگوں کے ہجوموں کو کنٹرول کرتے چلے آرہے ہیں۔اور یہ سیاستدان اچھے ہوں یا برے' اِنہیں میں سے عقلمند اور تجربہ کار لوگ اِنہیں کنٹرول کرتے ہیں۔دنیا پر ہماری حکومت کے دوران ایسے دور دیکھنے میں آتے ہیں جن میں' ہمارے ہاں بھی اس قسم کے لوگ پائے جاتے تھے۔

* * * * *

ایک اچھے منتظم اور سیاستدان کے لیے یہ نکات نہایت اہم ہیں۔برحق سوچ' حقوق کی برتری' فرائض کا شعور' اُلجھے ہوئے اور مشکل کاموں میں احساسِ ذمہ داری' دقیق اور نازک کاموں میں مہارت اور قابلیت۔

* * * * *

حکومت کے معنی ہیں انصاف اور امن۔جس جگہ یہ دونوں چیزیں موجود نہ ہوں وہاں حکومت کا وجود مشکوک ہو جاتا ہے۔اگر حکومت کا کسی پن چکی سے موازنہ کیا جائے تو چکی سے نکلنے والا آٹا نظام' امن اور سلامتی کی نمائندگی کرتا ہے۔جو پن چکی یہ اشیاء نہ نکال سکے وہ سوکھے شور شرابے پر مشتمل ہوتی ہے اور ہر وقت محض ہوا ہی پیستی رہتی ہے

* * * * *

اگر ایک حکومت اپنی قوم کو ''میری قوم'' کہتی ہے تو اس سے بڑھ کر اہم بات یہ ہوگی کہ قوم بھی اپنے سر پر بیٹھی حکومت کو ''میری حکومت'' کہے۔میرے خیال میں ہمیشہ ایسا ہی ہونا چاہیے۔اس کے برعکس اگر قوم اپنے سر پر بیٹھی حکومت کو اپنے جسم پر مسلط دیمک کا ایک سلسلہ سمجھے

Marfat.com

تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کا سر اور دھڑ مدت مدید پہلے ایک دوسرے سے الگ ہو چکے ہیں۔

* * * * *

عوام کے دلوں میں ریاست کے لیے عزت اور حکومت کے لیے حرمت، حکومت کے کارکنوں کی سختی کے ذریعے پیدا نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ اسے سرکاری اہلکاروں کے طور اطوار اور طرزِ عمل کی سنجیدگی سے، ان کے کام اور خدمات کے خلوص سے پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ آج تک نہ ظالم کارکنوں کے استبداد سے اور نہ ہی عوام کو غفلت کا شکار بنانے سے کسی حکومت کو دوام حاصل ہو سکا ہے۔

ایک عمدہ اور فضیلت مآب ریاست کے اِداری اہلکار اگر اپنے خمیر کی نجابت، سوچ کی نجابت اور احساسات کی نجابت کے اعتبار سے منتخب کیئے گئے ہوں تو وہ ریاست ایک اچھی اور طاقتور ریاست ہوگی۔ ان اعلیٰ قابلیتوں سے محروم اشخاص کو سرکاری حکام مقرر کر کے جو بدنصیب حکومت ان سے کام کروائے گی وہ ایک اچھی حکومت نہیں ہو سکتی اور ایسی حکومت کی عمر کسی حالت میں دراز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اگر سرکاری ملازم مطلوبہ قابلیت کے حامل نہیں ہوں گے تو ان کے ناقص طرزِ عمل کی عکاسی زود یا بدیر ان کے چہروں پر سیاہ دھبوں کی شکل میں نمودار ہونے لگے گی اور عوام کے ضمیر میں بھی ان کے چہرے سیاہ ہی دکھائی دیں گے۔

* * * * *

سرکاری حکام کو چاہیے کہ وہ اپنی کارکردگی کے دوران قانون کی حدود کے اندر رہیں مگر اپنے ضمیر کی نرمی کے حساب سے نرمی بھی برتا کریں۔ یوں نہ صرف ان کا اپنا اعتبار قائم رہے گا بلکہ قوانین اور ریاست کا اعتبار بھی محفوظ رہے گا۔ یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ انتہائی سختی کے باعث ایسے دھماکے ہو سکتے ہیں جن کی امید بھی نہیں کی جا سکتی۔ اِسی طرح ان کی انتہائی نرمی بھی معاشرے میں غیر انسانی رجحانات کے پودے کی شکل میں ظاہر ہو سکتی ہے۔

* * * * *

Marfat.com

قانون ہمیشہ' ہر جگہ اور ہر شخص پر لاگو ہوتے ہیں۔ ان پر عمل کروانے والے جرات مند بھی ہونے چاہئیں اور عادل بھی' تاکہ عوام ایک طرف تو ان کے مقابل آتے ہوئے خوف کھائیں اور دوسری طرف اپنے اعتماد اور اپنی سلامتی سے مکمل طور پر ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔

* * * * *

جس قدر پختہ یقین' ذکی' جرائت مند اور متحرک افراد ایک ریاست کی نمائندگی کریں گے اتنی ہی وہ ریاست مضبوط اور قائم و دائم رہے گی اور اس کے نتیجے میں خوش قسمت سمجھی جائے گی۔

* * * * *

باغبان پودوں کی پرورش کرتا اور اُنہیں بڑا کرتا ہے۔ اُنہیں آفات سے اور دیگر ضرر رساں عوامل سے بچاتا ہے' پھر جب پھل توڑنے کا موسم آتا ہے تو ان کا پھل اکٹھا کرتا ہے۔ حکومت اور قوم کا باہمی تعلق بھی وہی ہے جو ایک باغبان اور پودوں کے درمیان ہوتا ہے۔

* * * * *

عالیشان حکومتیں عالیشان قوموں میں ہی پیدا ہوتی ہیں۔ عالیشان قومیں علمی قابلیت' مالی وسائل اور ایسی نسلوں سے بنتی ہیں جن کے افراد کی سمجھ بوجھ کا زاویہ وسیع ہو اور جو روحانی معاملات کو بھی اہمیت دیتی ہوں۔

* * * * *

ایک ایسی قوم جس میں ہر فرد کا پختہ کار ہونا ابھی ثابت نہ ہو سکا ہو اُس میں حکومت کا انتظام' آبادی کے سب سے عالم' سب سے تجربہ کار' اور سب سے ماہر اشخاص کو تلاش کر کے اُن کے سپرد کیا جانا چاہیے۔ کسی قوم کے لیے اس سے بڑھ کر کسی دوسری تباہی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ حکومت کے کام ایسے لوگوں کے سپرد کر دیئے جائیں جن کے پلّے نہ علم و عرفان ہو اور نہ ہی متعلقہ کام کی مہارت۔

* * * * *

Marfat.com

اگر غلطی سے بھی ایسے بدنصیب لوگ کسی محکمے کے سربراہ بنا دیئے گئے ہوں جو علم و عرفان اور شرافت سے محروم ہوں اور جنہیں سرکاری کاموں کی بھی شدھ بدھ نہ ہو تو وہ لوگ حکومت کی طاقت کو غلط استعمال کرنے سے' اقتدار کے ناجائز استعمال سے' ہر معاملے میں اپنے مفاد کو پیش نظر رکھنے سے اور ایک مطلق العنان بادشاہ کی طرح محض حکم چلانے سے گریز نہیں کریں گے۔ جس ملک میں اس قسم کے لوگ اقتدار میں ہوں گے وہاں محض ظالموں کی ہاؤ ہو اور مظلوموں کی آہ و زاری ہی سنائی دے گی۔ آج تک جہاں سے بھی ایسے بدنصیبوں کی آوازیں اٹھیں تقریباً ہر ایسی جگہ عاد اور ثمود کی عاقبت سے کسی صورت نہ بچ سکی۔

* * * * *

ہر حکومت کو چاہیے کہ وہ محض قوم کے معاملات' عملی اقدامات اور طرزِ عمل ہی کو نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ قومی تفکر اور اِدراک کو بھی منظم کرنے کی کوشش کرے۔ اُنہیں یوں منظم کرنے کے عمل میں سب سے اہم اور بنیادی عناصر سوچ' احساس اور تعلیم و تربیت کی یک جہتی ہیں۔ جن افراد سے مل کر قوم بنتی ہے اگر وہ سب مختلف ثقافتوں اور مختلف سوچوں کے تحت پرورش پا چکے ہوں' ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرا رہتے ہوں' اور ایک دوسرے کی متضاد ادراک کے باعث اٹھنے والے جھگڑوں میں اُلجھے رہتے ہوں تو اس قوم کے مقدر میں یہی لکھا گیا ہے کہ وہ آپس میں ہی ایک دوسرے کو کھا کر اپنے آپ کو ختم کر دے گی۔

* * * * *

احساسات' سوچ اور ثقافت کی یک جہتی ایک قوم کے طاقتور ہونے کے لیے جس حد تک اہم ہے' اُس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر جانے میں' دینی اور اخلاقی وحدت میں بگاڑ لانے میں بھی اُسی حد تک موثر ہوتی ہے۔

* * * * *

ہر شے میں ایک سیاست ہوتی ہے۔ جو لوگ ایک قوم کو اس کی حیاتِ نو کے لیے تیار

Marfat.com

کرتے ہیں اُن کی سیاست یہ ہے کہ وہ ہر شے کو' حتیٰ اپنے لطف و مزے کو بھی بالائے طاق رکھ کر' صرف اور صرف اپنی قوم کی خوشیوں اور لذتوں سے قوت پائیں اور اس کے دکھ درد سے دہرے ہو جائیں۔

* * * * *

اعلیٰ انتظام اور بلند پایہ سیاست نہ سفید بالوں اور نہ ہی سفید داڑھیوں میں' نہ خوشامد اور ریاکاری کے ذریعے حاصل شدہ مناصب اور رتبوں میں' اور نہ ہی اس مصنوعی شہرت میں ڈھونڈنی چاہیے جو ایک طرح کے مقامی حلقوں کی مدد سے حاصل کی گئی ہو۔ ایسی سیاست تو روحانی طور پر بلند پایہ انسانوں میں' نہایت محنتی دماغوں میں اور اُن غلاموں میں ڈھونڈنی چاہیے جنہیں حقیقت آزاد نہیں سمجھتی۔

* * * * *

ہر گھر ایک مکتب ہے جس میں اس گھر کے افراد کی تعلیم و تربیت کی جاتی ہے۔ ہر مکتب ایک چھوٹی سی چھاؤنی ہے جس میں عسکری روح کی پرورش کی جاتی ہے۔ ہر چھاؤنی ایک اسمبلی ہے جس میں قوم کی حیات' بقا' اور امن و سکون کے بارے میں بحث مباحثہ کیا جاتا ہے۔ اگر ہر اسمبلی اس قابل ہو کہ اس کے فرائض اور صلاحیت کے پیش نظر جو مسائل اس کے سپرد کیئے جائیں ان مسائل کی قومی روح اور قومی سوچ کی روشنی میں تشخیص کرنے والی ایک اجتماعی لیبارٹری کی حیثیت سے خدمات ادا کر سکے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اس قوم کے پاس ایک نہایت مثالی اداری اور سیاسی عملہ موجود ہے۔

* * * * *

مختلف خیالات اور مختلف مطالعوں کا مالک ہونا انسانوں کے پختہ کار ہونے کی علامت ہے۔ البتہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ معاشرے کو تقسیم کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور اسے مختلف سوچ اور مشاہدات والے گروہوں میں تقسیم کر دے اور پھر ان میں سے کسی ایک کی حمایت کرنے لگ جائے۔ کیونکہ تقسیم ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا اور پھر اس تقسیم کو برداشت کرنا یوں ہے

Marfat.com

جیسے کوئی اپنی قوم کو تباہ ہوتا دیکھ کر آنکھیں بند کر لے۔

* * * * *

وہ لوگ جو قومی احساسات اور سوچ میں برابر کے شریک نہیں ہوتے اُن کے متعلق آپ خواہ کتنے ہی پُر امید اور اچھی نیت کے مالک کیوں نہ ہوں آپ کو یہ بات ہرگز نہیں بھولنی چاہیے کہ وہ لوگ آپ کے لیے ضرر رساں ثابت ہو سکتے ہیں۔ بالخصوص اُنہیں ایسا موقع ہرگز ہرگز نہیں دینا چاہیے کہ وہ قوم اور معاشرے کی شہ رگ کی اہم جگہوں پر قبضہ جما لیں!۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ انسان ایسے حالات سے دوچار ہو جائے جہاں اُسے اپنے آپ کو خطرے میں دھکیلنا پڑ جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں مگر اُسے یہ حق کسی صُورت میں حاصل نہیں کہ وہ قوم اور ریاست کو بھی خطرے میں دھکیل دے۔

* * * * *

بعض لوگ ایسے بھی ہوں گے جن کے خیالات آپ کی سوچ سے مختلف ہوں اور جن کا دنیا کے بارے میں نقطہ نظر بھی آپ سے مختلف ہو، مگر جو اس کے باوجود نہایت مخلص اور مفید ثابت ہو سکتے ہوں۔ اس بات کے پیشِ نظر خدشہ ہے کہ آپ جلد بازی سے کام لیتے ہوئے ہر اُس سوچ کے خلاف محاذ آرا نہ ہو جائیں جو آپ کے خیالات سے مختلف ہے۔ ایسے لوگوں کو ہاتھ سے نہیں گنوانا چاہیے، بلکہ ان کے خیالات اور مطالعے سے استفادہ کرنے کی راہیں تلاش کرنی چاہئیں اور پھر ان سے بات چیت کا آغاز کر دینا چاہیے۔ ورنہ محض یہ کہہ کر کہ وہ لوگ ہماری سوچ سے مختلف سوچ رکھتے ہیں ان سے ایک ایک کر کے دور ہوتے جانا یا ان کو دور ہو جانے دینا درست نہیں ہو گا۔ کیونکہ یہ غیر مطمئن لوگ عوام کو جوق در جوق اکٹھا کر کے اُنہیں آپ کے خلاف محاذ آرا کر سکتے ہیں اور یوں آپ کو خاک میں مِلا سکتے ہیں۔ انسانی تاریخ میں غیر مطمئن عناصر نے آج تک کبھی کوئی مثبت کارِ نمایاں تو کر کے دکھایا نہیں، البتہ جن ممالک کو اُنہوں نے برباد کیا ہے ان کی تعداد ان گنت ہے۔

Marfat.com

انسان کو چاہیئے کہ جو علم اور مشاہدات اپنے طرزِ حکومت' اپنے تفکر' اور اپنی دنیا کے لیے مفید ثابت ہو سکتے ہیں' جہاں کہیں سے بھی حاصل ہو سکتے ہوں' اُن کے بارے میں معلومات حاصل کرے اور خاص کر تجربہ کار لوگوں کے تجربات سے استفادہ کرنے میں تو کبھی بھی غفلت نہ برتے۔

* * * * *

دین ایک ایسا حیاتی ادارہ ہے کہ اگر اس کی متحد کرنے کی قوت اور تکمیل کی خصوصیت کو قوموں کے منتظموں کی نگاہوں کے سامنے رکھا جائے تو وہ اُس کی ناقابلِ شکست قوت کے سائے تلے رہ کر ہمیشہ اس سے استفادہ کرنا ضروری سمجھیں گے۔

* * * * *

سلامتی اور امن وامان کے حصول کے سلسلے میں ریاست اور قوم کے لیے دین کی قوت جیسی کوئی دوسری قوت سامنے لانا ناممکن ہے۔ کیونکہ دین جس طرح ضمیر کے لیے ایک موئثر ترین طاقت ہے اُسی طرح افراد کی حرکات وسکنات اور ان کے طرزِ عمل کو ربط وضبط کے تحت لانے کے لیے بھی ایک سب سے بڑا حاکم عنصر ہے۔ اِس لحاظ سے منتظمینِ سلطنت کو چاہیے کہ وہ دینی حیات کو قومی حیات سمجھتے ہوئے اسے عوام کے وجدان میں ہمیشہ زندہ رکھنے کی کوشش کریں۔

* * * * *

قوم کو بلندی کی طرف لے جانا' نوجوانوں کو اس معیار پر پہنچا دینا جہاں سے وہ ہمارے اپنے یقین وایمان اور سوچ کے چوکھٹے میں رہتے ہوئے اپنے دورِ حیات کو سمجھنے کے قابل ہو جائیں' ان باتوں پر منحصر ہے: غربت دور کرنے اور ضروریات بہم پہنچانے کے لیے ایک باشعور مہم کا اجراء' جس سے عوام کے دلوں میں اپنے لیے پیدا شدہ اعتماد کی حفاظت ہو سکے' اور صنعت و تجارت کو ہمیشہ علم اور مہارت کے ساتھ پابند کیا جانا کہ دونوں ساتھ ساتھ آگے بڑھ سکیں۔

* * * * *

قوموں کو زندہ رکھنے کے لیے تین اہم عناصر کی ضرورت ہے: دین' حکمت اور اسلحہ۔ ان میں سے حکمت کا مطلب یوں سمجھایا جا سکتا ہے: حکمت' علمِ حقیقت کو سمجھنے کے بعد اس علم کو

Marfat.com

زندگی کے ساتھ یک جان بنا لینے کا نام ہے۔

* * * * *

دنیا ایک تجربہ گاہ ہے۔ یہاں تجربوں کے ذریعے حاصل شدہ معنوں اور اقدار کے مطابق ہر شے کو ایک مقام دیا جاتا ہے۔ میرے خیال میں ایک طرف تو تجربات سے گزاری جانے والی اشیاء کو اہمیت دیتے ہوئے' اور دوسری طرف نئے نئے تجربات اور اشیاء کی اقدار مقرر کرتے ہوئے کوئی غلطی نہیں کرنی چاہیے

* * * * *

گورنروں میں شفقت' زود حسی' اور ذمہ داری' بلدیہ کے چیرمینوں میں انتظام' صفائی اور بازاروں اور مارکیٹوں کی سلامتی' عدلیہ کے اراکین کے لیے سچائی کا خیال' غیر جانبداری اور شہری جسارت بنیادی چیزیں ہیں۔

* * * * *

ریاستوں اور قوموں کا ایک دوسری کو برداشت نہ کرسکنا ایک قدرتی امر ہے۔ اس لحاظ سے ان کی باہمی سیاست یا تو صمیمی دوستی کے اردگرد جاری رہتی ہے اور یا پھر اپنے اپنے مفاد کے اردگرد۔ طرفین کے اداروں پر ''نہ کسی کو ضرر پہنچاؤ نہ خود کسی کے ضرر کا نشانہ بنو'' کے اصول کے سوا اور کوئی پابندی نہیں ہوتی۔ لیکن اگر ایک ریاست کسی دوسری ریاست کو فریب دینے کا سوچ بھی نہیں سکتی تو پھر بھی اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کے فریب سے بچے رہنے کے لیے ہمیشہ اپنی آنکھیں کھلی رکھے۔ یہ سیاست کا دوسرا رخ ہے۔

* * * * *

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سیاست محض پارٹی' پراپیگنڈا' انتخابات اور اقتدار کی جنگ پر مشتمل ہے وہ غلط سمجھتے ہیں۔ دراصل سیاست ایک ایسا وسیع وعریض انتظامی فن ہے جس میں آج کو کل سے اور کل کو پرسوں سے ملا کر مجموعی طور پر غور کیا جاتا ہے۔ اور عوام کی خوشنودی کو رضائے الٰہی کے ساتھ ملا کر مطالعہ کیا جاتا ہے۔

* * * * *

Marfat.com

ماضی ایک ایسا سکول ہے جولوہے کی ایسی پلیٹوں سے بھرا پڑا ہے جن پر زندگی سے حاصل شدہ مثالیں اور عبرت آمیز عبارتیں کندہ ہیں۔ جولوگ اس لحاظ سے اس سکول کی اچھی طرح تشخیص کر سکتے ہیں کہ اس نے ہمیں کیا دیا اور کیا حاصل کرنے میں ہمارے لیے کس حد تک مددگار ثابت ہوا' وہ مستقبل کو بھی کامیابی سے کنٹرول کر سکیں گے۔ کیونکہ آج گزشتہ کل کی طرح اور گزشتہ کل اس سے پہلے کے روز کی طرح ہی ہے۔۔۔۔صرف رنگ ہیں جوتبدیل ہوتے رہتے ہیں۔

* * * * *

طاقت کا راج آنا جانا ہوتا ہے' مگر حق اور انصاف کی حکومت پائیدار ہوتی ہے۔ طاقت کے بل پر راج کرنے والے آج نہیں تو مستقبل قریب میں یقیناً آئے گئے ہوجائیں گے۔ چنانچہ سب سے بڑی سیاست حق اور انصاف میں تلاش کرنی چاہیے۔

* * * * *

اگر ہمارے قبول کردہ پیمانوں کی حدود میں رہتے ہوئے یہ کہا جائے کہ ''میں سیاست میں دخل نہیں دیتا' تم بھی سیاست میں دخل مت دو!'' تو اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ ''میں وطن اور قوم کے کاموں میں' قوم کی زندگی اور بقا کے معاملات میں دخل نہیں دیتا تم بھی دخل مت دو!''

* * * * *

ہمارے موجودہ زمانے میں اکثر لوگ روزمرہ کے سیاسی کھیلوں' عوام کو دھوکا دے کر فریب کے جال میں پھنسانے' اقتدار اور ذاتی مفاد کے جھگڑوں اور ان سب سے متعلقہ تمام غیر مشروع حرکات کو مشروع ظاہر کرنے کو ہی سیاست کا نام دیتے ہیں۔ ان کے مقابلے میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنی قلبی زندگیوں' سوچ کی جہتوں اور حق تعالیٰ سے تعلقات کی خاطر ہر سیاسی حرکت سے دور رہنا ضروری سمجھتے ہیں۔ افسوس صد افسوس! کہاں وہ سیاست جو انصاف اور حق کی سوچ سے مکمل ہوتی ہے اور کہاں وہ گلیوں میں گھومنے والے جھوٹے مدعی جن کی اکثریت کی بنیاد ہی جھوٹ اور دھوکے پر رکھی گئی ہوتی ہے۔۔۔

Marfat.com

مساجد اور ان کے فرائضِ منصبی

مساجد وہ سب سے نورانی مقامات ہیں جہاں بدترین دنوں میں بھی ایمان اور قرآن کے متعلق مسائل پر بحث مباحثے ہوتے ہیں۔

* * * * *

مساجد ہر سطح کے مکاتب کی طرح کام کرنے والے علم و عرفان کے گہوارے ہیں۔

* * * * *

مساجد وہ سماوی عمارتیں ہیں جن میں عبودیت کے ساتھ ساتھ نہایت جاندار طریقے سے ذکر و فکر جاری رکھا جاتا ہے۔

* * * * *

مساجد ایک مخصوص دور میں مجلسِ مشاورت کے طور پر استعمال کی جاتی رہی ہیں جہاں اراکینِ ریاست مشاورت کیا کرتے تھے۔

* * * * *

عالمِ لاہوتی کی خاطر کھولی گئی عبادت گاہوں میں دنیاوی کاموں کا کرنا بھی روحوں کے فائدے کے لیے اسلوبِ بیان کے دوسرے تمام طریقوں سے برتر ہے۔

* * * * *

ہر مسجد مومنوں کی زندگیوں میں نظم و ضبط پیدا کرنے کے لحاظ سے ایک سماوی درس گاہ ہوتی ہے۔

* * * * *

Marfat.com

تجارت

روپے پیسے اور تجارتی اجناس کی زبان میں تجارت کا مطلب ہے رزق کے لیے اُس ذاتِ عالی سے رجوع کرنا جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی باگ ڈور ہے۔ اُس ذات سے مراجعت کرنا ہر حال میں ضروری ہے مگر یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ آپ کی خواہشات کو پورا کرنے کا کام بھی اُسی ذات کے ہاتھ میں ہے۔ فن اور ٹیکنالوجی خواہ کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر جائے، مستقبل میں تجارت اور اِس سے متعلقہ موضوعات کا کردار آج کل کے مقابلے میں اور موجودہ تخمینوں سے کئی گنا زیادہ ہوگا۔ یہاں تک کہ حکومت اور اقتدار اُسی کی وصیت کی روشنی میں سامنے آئیں گے اور اُسی کی مدد سے اپنی بقاء کے لیے قدم اٹھائیں گے۔

* * * * *

باقی تمام معاملات کی طرح تجارت اور صنعت کے لیے بھی علم اور اختصاص (کسی موضوع میں خصوصی مہارت حاصل کرنا) کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہرگز نہیں بھولنا چاہیے کہ خاص طور پر یہ دو پیشے ایسے میں جن کا انحصار نو آموزی یعنی اپرنٹس شپ کے سسٹم پر ہوتا ہے۔ بے شمار مسائل ایسے ہیں جو کتابوں میں تو بیان کیئے جاتے ہیں لیکن اگر یہ کسی ماہر استاد یا ٹیچر کے ماہر ہاتھوں سے نہ گزریں جو خود ایک نو آموز کی حیثیت سے استاد کے درجے تک پہنچے ہوں، تو کتابی بیان سے کسی صورت بھی متعلقہ نتائج کی امید نہیں کی جا سکتی۔

* * * * *

وہ تاجر جو لین دین کے دوران حلال و حرام کو ملحوظِ خاطر رکھتا ہے، وہ جتنا وقت اپنے کام پر خرچ کرتا ہے وہ سارا وقت اس کے لیے عبادت گنا جائے گا۔

* * * * *

کام کی جگہ اور تجارت خانے کی صفائی اور ترتیب اور صفائی یا اُس کی گندگی اور بے ترتیبی اکثر اوقات دکاندار اور فروخت کنندہ کی روحانی حالت کی عکاسی کرتی ہے۔ لہٰذا یہ نہیں بھولنا

Marfat.com

چاہیے کہ یہ عنصر بھی گاہک اور اشیاء کے طلبگاروں پر مثبت یا منفی اثر ڈالے گا۔

* * * * *

دھوکا باز تاجر، دھوکا باز دکاندار اپنے اس طرزِ عمل کے باعث سب سے پہلے اپنے رب اور اپنے ضمیر کے سامنے پیش ہوں گے۔ اور پھر جب ان کی دھوکا دہی کا پول کھل جائے گا تو عوام میں بھی ان کا اعتماد اٹھ جائے گا اور اُنہیں تجارت میں فائدے کی بجائے نقصان ہونا شروع ہو جائے گا۔

* * * * *

سچائی، امن وامان، حالاتِ حاضرہ کا علم، اور خریدار کے ساتھ نہایت پُر اخلاق اور مہذبانہ طریقے سے پیش آنا تجارت کی روح ہے۔ ان خاصیتوں میں سے کسی ایک میں بھی کوتاہی کرنے والا تاجر تجارت کی روح کے ساتھ برے برتاؤ کا مرتکب ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے منافع کی راہوں کو بند کرنے کا سبب بن جاتا ہے۔

* * * * *

تاجروں اور صنعت کاروں کو چاہیے کہ وہ زبان کے میٹھے ہوں، چہرے پر مسکراہٹ رکھیں، خاصے منکسر مزاج ہوں، اپنی بات کے پکے ہوں، بوریت سے مکمل گریز کریں، اور کاہلی سے بچیں۔ یہ صفات جو تقریباً ہر پیشہ ور کے لیے نہایت اہم ہیں، عوام کے ساتھ گھل مل جانے اور ان کے نفع نقصان میں شریک ہونے کے لحاظ سے ان دو پیشوں کے لیے اور بھی زیادہ ضروری ہیں۔

* * * * *

اپنی دکان یا کاروبار کی جگہ کو ہر روز معمول کے اوقات سے ایک گھنٹہ پہلے کھول کر ایک گھنٹہ دیر سے بند کرنے والے تاجروں کا مہینہ پینتیس دنوں کا اور سال چارسو بیس دن کا ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ جہاں تک ممکن ہو دکانوں یا کاروبار کی جگہوں میں اپنے اصلی کام کو نظر انداز نہ کیا جائے۔

Marfat.com

زبان کے بارے میں

انسان کو رحمتِ لامتناہی کے عطا کردہ سب سے بڑے انعامات میں سے ایک انعام زبان ہے۔ اسی سے انسان انسانیت کے گن گاتا ہے' اسی سے علوم سیکھتا ہے' اور اسی سے آنے والی نسلوں کے ہمراہ زندگی گزارتا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ زبان کو خراب کر کے اسے پرندوں کی زبان میں تبدیل کرنے والوں کو اس بات کا علم ہے یا نہیں کہ ان کی یہ خیانت کتنی بڑی خیانت ہے۔

* * * * *

دورخی یا شاطرانہ سوچ

شروع شروع میں دوسروں کی برائیاں کر کے اپنے آپ کو روشناس کرانے اور اپنا مدعا بیان کرنے کا راستہ محض مشرق میں ایک نفاق پرست گروہ کی کارستانی سمجھا جاتا تھا۔ افسوس کی بات ہے کہ اب یہ حرکت اس قدر وسعت اختیار کر چکی ہے کہ حق کے نام پر جنگ کرنے والوں کے ایک حصے نے اس حرکت اور حملے کو دورُخی یا شاطرانہ حکمت عملی کے ساتھ جا ملایا ہے۔ خدا رحم کرے ان لوگوں پر جو باطل کے ذریعے حق کی تلاش کرتے ہیں! خدا رحم کرے شاطرانہ پالیسی پر عمل کرنے والے تمام لوگوں پر۔۔۔!

* * * * *

اچھائی اور عمدگی کا غلبہ

اچھائی' عمدگی' سچائی اور فضیلت' یہ سب دنیا کا بنیادی خمیر ہیں۔ خواہ کچھ بھی ہو' زود یا بدیر دنیا پٹڑی پر چڑھ کر اِسی لائن پر آجائے گی اور اسے روکنے کے لیے کسی کی طاقت کافی نہیں ہوگی۔

Marfat.com

Marfat.com

باب چہارم

حرکت / اِرتقاء کا تناظر

Marfat.com

Marfat.com

نکات برائے اتحاد

دورِ حاضر میں کئی طرح کی حرکات اور رجحانات مروّج ہیں۔ اور ایسا ہونا بھی چاہیے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہمارا انسان گلا گھونٹ دینے والے بحرانوں میں مبتلا ہے۔ جس طرح علوم کی بنیاد تحقیق ہے جس کی رغبت کے محرک شکوک وشبہات ہوتے ہیں اِسی طرح ایک لحاظ سے بُحران' سوچ کی حرکات اور رجحانات کا سرچشمہ ہیں۔ جو معاشرے دورِ حاضر کے مطالبات کے مطابق اپنی تمام ضروریات پوری کرنے کے قابل ہو چکے ہیں اور اپنی طبعی ترقی کی راہ پر گامزن ہیں اُن کے اجتماعی مسائل نہ ہونے کے برابر ہیں۔ مگر جو معاشرے ابھی اپنی مادی اور معنوی ضروریات پوری نہیں کر سکتے اور نہ ہی ابھی اِس قابل ہوئے ہیں کہ اپنی فطری ترقی کو تیز کر سکیں' اُن میں داخلی اور خارجی دباؤ اور مجبوریاں بتدریج بڑھتی چلی جا رہی ہیں جن کی وجہ سے اُن کو پیش آنے والے بحران بھی اُسی نسبت سے بڑھ گئے ہیں۔

بحران' اِجتماعی افراتفری اور ہنگامے' برف باری' شدید برفانی طوفانوں اور آندھیوں کی طرح ہوتے ہیں۔ اکثر اوقات نتیجے کے اعتبار سے یہ فائدہ مند بھی ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ معاشرہ بحرانوں سے نمٹنے کے لیے اپنے آپ کو بھی اچھی طرح سمجھ جاتا ہے۔ جو معاشرہ اپنے دور کے بارے میں کچھ نہیں جانتا' جو عمل اور ردِّ عمل کے ساتھ اُس دور کے حوادث کے درمیان نہیں رہ سکتا اُسے ایک زندہ معاشرے کے طور پر قبول کرنا ناممکن ہے۔ کیونکہ وہ ایک لحاظ سے مجبوراً بربادی کی راہ پر چل رہا ہوتا ہے۔

ہمارے اِس دور میں بشری طبقات کی سطح پر جو شورشیں اور ہنگامے برپا ہوتے رہتے ہیں اُس طرح کے بحران اور داخلی اور خارجی دباؤ بلاشبہ موجودہ نظام کی دیواروں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ اِس وجہ سے نئی تشکیل اور تعمیر کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ جو قومیں اِن عمومی شورشوں اور واقعات کے باوجود تباہی سے بچ کر نکل سکتی ہیں وہ اپنے حصّے کا انعام پالیں گی اور

Marfat.com

مکمل طور پر ایک نئی دنیا قائم کریں گی۔

ہماری قوم اور جن قوموں کے ساتھ ہمارے روابط ہیں اِن کے معاشروں کا اِن حالات سے مستثنیٰ رہ جانا کسی حالت میں بھی سوچا نہیں جا سکتا۔ احتمال یہ ہے کہ یہ معاشرے بھی ایک بحران کے بعد دوسرے بحران میں اور ایک مصیبت کے بعد دوسری مصیبت میں گھرے رہیں گے اور ہزار قسم کی سردردیاں برداشت کریں گے' لیکن آخر کار یقیناً وہ نئی زندگی پا کر اپنی پہچان قائم رکھیں گے۔

اصل مسئلہ اِس سارے ماجرے کے بعد اپنے آپ کو مکمل طور پر ایک ایسی نئی تشکیل کے لیے تیار کرنا ہے جو بنیادی ہو' جس میں کوئی کمی نہ چھوڑی گئی ہو اور جو نہایت مستحکم اصولوں پر مبنی ہو۔ اِس کے برعکس اگر معاشرے میں اِجتماعی قوانین کے علم کا فقدان ہو' علاج بھی سائنسی بنیادوں پر نہ کیا جا سکتا ہو' اُلٹا اور منفی طرزِ عمل اپنا لیا گیا ہو تو ہر ایسے معاشرے کو یہ سب کچھ تہس نہس کر سکتا ہے۔

آج ہم بھی اِسی ''ہُوں'' یا ''نہیں ہُوں'' کے مخمصے سے دوچار ہیں۔ یا تو ہم اِن تمام بحرانوں کے بعد گہری سمجھ بوجھ اور ذکا کے ساتھ ایک ایسی دنیا تعمیر کریں گے جس کا منصوبہ ہماری پوری قوم نے بنایا ہو' اور یوں امن سے ہمکنار ہو جائیں گے' اور یا پھر اپنی سمجھ اور طرزِ عمل کے بل بوتے پر ایک قسم کی معمولی سی جمع تفریق اور فوائد کی خاطر اٹھائی گئی ہزارہا مصیبتوں کو بے ثمر بنا دیں گے اور' خدا بچائے' اُلٹے پاؤں پیچھے ہی پیچھے کی طرف چلتے جائیں گے۔

سچ تو یہ ہے کہ اتفاق اور نفاق (اتحاد اور پھوٹ) ایک ایسا حقیقی موضوع ہے جو ہمارے اِس دور میں اپنی اہمیت برقرار رکھے ہوئے ہے۔ یہ موضوع اپنی اہمیت خواہ ہر دور میں اسی طرح برقرار کیوں نہ رکھے' مگر ایک ایسے دور میں جب کہ اپنے آپ کو ایک نئی دنیا کے لیے تیار کرنا ضروری' بلکہ نہایت ضروری ہو گیا ہے' یہ موضوع اُن تمام اِجتماعی مسائل میں سرِ فہرست آ گیا ہے جو دن بدن نہایت سنجیدہ شکل اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ وہ لایعنی باہمی اختلافات اور پھوٹ جس کا خمیازہ یہ قوم صدیوں سے بھگتتی چلی آ رہی ہے' حساسیت کی صفِ اوّل میں پہنچے ہوئے موجودہ

Marfat.com

دور میں ہولناک حدود تک پہنچ چکے ہیں۔ مجھے بڑے اطمینان سے کہنا چاہیے کہ یہ تصور کرنا بھی ممکن نہیں ہے کہ ہماری زندگی کی بقا کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی اور خطرہ بھی لاحق ہوسکتا ہے۔

آج ہمارا معاشرہ علمی اور فکری ساخت کے اعتبار سے حتی الامکان اُتھلے پانی میں ہے، قلبی اور روحانی زندگی کے لحاظ سے بھی نہایت مفلس ہے، لیڈروں اور رہنماؤں کے اعتبار سے اِس کا کوئی مالک ہی نہیں اور اِس کی حالت انتہائی قابلِ رحم ہے۔ وہ معاشرہ جس کا سرچشمہ ہی رواداری کے فقدان اور تعصب کا شکار ہو اور جس کے ماحول سے یہ وبائیں ختم نہ کی جاسکی ہوں، وہاں اتفاق اور اتحاد کے بارے میں سوچنا بھی خاصا مشکل کام ہوگا۔

سمجھوتہ اور باہمی مصالحت چونکہ کسی اور شے سے پیشتر عقل اور منطق پر منحصر ہیں اِس لیے وہی وحدت اور قلبی اتحاد قابلِ برداشت ہوسکتا ہے اور دیرپا رہ سکتا ہے جو عقل اور منطق پر مبنی ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمارے اِس دور میں زیادہ باتیں جذباتی وحدت اور بھائی چارے کے بارے میں کی جاتی ہیں۔ مگر ایسی وحدت اور بھائی چارہ کمزور، ناکافی اور کم عمر ہوتا ہے۔

کِسی ایک مخصوص گروہ کی مخالفت میں مجمع لگانا، یا پھر دشمنی کے جذبات کے تحت اکٹھے ہونا، کِسی پر حملہ کرنے یا خود پر حملہ کیئے جانے کی روحانی حالت کے تحت اکٹھا کیا جانا، جذباتی اِتحادوں کی وقتی لہروں پر مبنی ہوتا ہے۔ آج کل اہمیت اور کمیت کی حدود کے اندر معرضِ وجود میں آنے والا ایسا اتحاد چاروں طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے ایک ملک کے لیے قطعاً ناکافی ہے اور اِسے خاص کر ہمارے مقدس اصولوں کے نقطۂ نظر سے تو بالکل ہی جائز نہیں سمجھا جاسکتا۔ اِسی طرح یہ ہمارے قومی لحاظ سے بھی بالکل بے معنی ہوگا۔

لہٰذہ آپس میں پھوٹ ڈالنے والے اندرونی اور بیرونی عناصر کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اِس بات کی بڑی شدت سے ضرورت ہے کہ ایسے مشترکہ نکات پر مذاکرہ کیا جائے جو قومی سطح پر ہمارے اتحاد کی بنیاد بن سکیں۔ اِس کے ساتھ ہی ہماری قومی وحدت کو عقل اور منطق کی روشنی میں نئے سرے سے زیرِ غور لایا جائے۔ جی ہاں! آج اِس بات کی بھی ضرورت ہے کہ اپنے وسائل، ہدف اور مقاصد کے تعین اور توثیق کے معاملات کو ازسرِ نو زیرِ نظر لا کر ایک وجدانی میثاق کو مطمع نظر

Marfat.com

بنا لیا جائے۔ وحدت ہماری مادّی، معنوی، دنیاوی اور اُخروی فلاح و بہبود کی بنیادی اینٹ ہے۔ اِس کی خاطر اور کچھ نہیں تو کم از کم اینگلو سیکسن۔ ویلز معاہدے کی نوعیت کے ایک معاہدے کی ضرورت ہے، بلکہ نہایت اہم ضرورت ہے۔

ہمیں اپنے دشمنوں کو مصروف رکھنا چاہیے، اُنہیں اپنے مسئلوں پر غور و فکر کرنے اور اپنی آنکھیں کھولنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ اِسی طرح جن مسئلوں کے حل کے لیے عقل، قابلیت اور ادراک کی ضرورت ہوتی ہے اگر ہم اُن سے نپٹ نہیں سکتے تو بھی ہمیں کم از کم اتنی سمجھ اور قابلیت کا تو ضرور اظہار کرنا چاہیے کہ ہم دشمنوں کی چالوں میں نہ آئیں اور خود اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ختم کرنے کی تیاریاں نہ کرنے لگ جائیں۔ دراصل یہ سب کچھ تو ہماری مجبوری بھی ہے۔۔۔

سوچ اور فہم کا اختلاف پیدائش کے فرق کا نتیجہ ہوتا ہے۔ یہی خالق کی منشاء ہے اور اِسی میں اُس کی رحمت اور حکمت پوشیدہ ہے۔ لیکن انسان اِس بات پر مجبور ہے کہ وہ اپنی مرضی سے بھی وہی آہنگ اور انتظام اپنائے جو شریعتِ فطری میں موجود ہے۔ عالمِ اصغر میں قضاو قدر حکم فرما ہے جبکہ عالمِ بشری میں عمومی شرائط کی حدود کے اندر ہی اندر خود اختیاری کا حکم چلتا ہے۔ اگر سب سے پہلی ہستی کا معرضِ وجود میں آنا ایک احسان تھا تو بعد ازاں آنے والا ہر احسان، کسی نہ کسی سبب پر منحصر ہوتا ہے۔

اِجتماعی اتحاد اور برابری ایک احسان ہے جسے حاصل کرنے کا راستہ ضمیروں کے باہمی اتحاد اور دلوں میں پیدا ہونے والی مروت اور انسانیت پسندی کے خمیر سے گزرتا ہے۔ لہٰذا خود پرستی کو، جو کہ اپنے نفس کی محبت اور اِسی کی عبادت کا اظہار ہے، اور خود پرستی کے وسائل کو ہدف اور مقاصد کا مقام دے دینا پسِ پردہ شرک ہے۔ یہ تو ایک ایسی حق ناشناسی ہے جیسے کوئی کہے کہ "اگر میرے ہاتھوں ایک نیکی نہیں ہوسکتی تو مجھے دوسروں کی طرف سے کی جانے والی نیکی اور اُس نیکی کے وسائل کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" یہ ایک ایسا بے ڈھنگا پن اور تعصب ہے جیسے کوئی اپنے ماتحت اشخاص کی اچھائیاں تو دیکھ لے مگر اپنے ماتحت نہ ہونے والے ہر شخص پر کفر، گمراہی اور گناہ کاری کا ٹھپہ لگا دے۔ میرے خیال میں اگر ایسا تعصب اور بے ڈھنگی سوچ وجدان سے الگ کر

Marfat.com

کے دور نہ پھینک دی گئی تو متذکرہ بالا طرز کا سمجھوتہ یا عہد نامہ ناممکن ہوگا۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ یہ بہت ہی ضروری ہے' بلکہ ناگزیر ہے' اور ہمارے مقدس اتحاد اور بقاء کا تقاضا بھی ہے کہ ہم اپنے خیالات کے اُن باہمی تفرّقات کو جو بنیادی نہیں ہیں بالکل نارمل قبول کریں اور اپنی قوم کے دوسرے افراد کو بھی اِسی خیال میں حصّہ دار بنائیں' خاص کر کسی دوسرے ملک کے باشندے کے سامنے' خواہ بناوٹی خوش خلقی کے طور پر ہی کیوں نہ ہو۔ باقی رہے آپس میں پھوٹ ڈالنے والے ایک طرح کے وہ عناصر جو ہمارے لازمی اور مقدس قومی اتحاد کے لیے خطرے کا باعث ہیں اور جنہیں ہم معمولی سمجھ کر نظر انداز نہیں کر سکتے' تو اِن کے وجود کو قبول کرنا بھی حقیقت کا اظہار ہے۔ مثلاً:

۱۔ دینی خدمات کا ایک لمبے عرصے تک بیچ میں لٹکتے رہنا' پھر الگ الگ افراد اور جماعتوں کا اِس فرض کو اپنے ذمہ لے لینا' اس حالت میں جب کہ ان جماعتوں میں ایسے لوگوں کا فقدان ہو جو اِن افراد اور جماعتوں سے اپنی بات منوا سکتے ہوں اور اُن کو لیڈر کے طور پر صحیح راستہ دکھا سکتے ہوں۔

اِس فقدان کے باعث ہر گروپ کا علیحدہ علیحدہ راہیں پکڑ کر اُن پر چلنا شروع کر دینا۔ اُن میں سے ایک گروہ نے گاؤں میں قرآن کورس شروع کر کے' ایک اور گروہ نے احیائے دین کے نقطۂ نظر سے لکھی گئی کتابیں پڑھ پڑھ کر' ایک گروہ نے روشن خیال لوگ تیار کر کے' اور ایک گروہ نے سیاسی معاملات میں حصّہ لے کر اپنی قوم کی خدمت کرنے کا سوچ لیا۔ اِس اعتبار سے یہ سب لوگ دین اور وطن کی خدمت کرنے میں مصروف تو ہیں مگر ہیں سب الگ الگ۔۔۔۔

۲۔ اِن گروہوں میں سے ہر گروہ کا اُن افراد کو مجددوں کی طرح دیکھنا جو راہبر کے طور پر اُن کے راستوں کو روشن کرتے اور اُن کے لیڈروں کا کام کرتے ہیں۔ یہ بات خواہ ایک لحاظ سے بالکل معصومانہ ہی کیوں نہ ہو' مگر آپس میں پھوٹ ڈالنے کا سبب بن رہی ہے۔ کیونکہ ''مسلمانوں کے وجدان کے مطابق جتنا عرصہ دین کی تشریح مجدد کرتے تھے' کہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا' اُن ادوار میں جب دین کے مقابلے میں بُرائیاں بڑھ جائیں گی' تب علمی اور عملی خدمات

Marfat.com

کے لیے سامنے آنے والے اشخاص اور اُن کے تابع افراد ہمیشہ مل جائیں گے۔'' اُن ادوار میں عوام کی سوچ اور روح کی تشکیل کے دوران اور جمعیت کے مُردہ پہلوؤں میں زندگی پھونکتے وقت موجود متعلقہ لوگوں کو مجدّد کہا جائے گا۔ یہ لوگ اپنے تابعین کے لیے بے ضرر ہوں تو ہوں مگر مبتدیوں اور عجمی لوگوں کے ہاتھوں میں اُن کا ایک پھوٹ ڈالنے کا عنصر بن جانا بالکل ناگزیر ہے۔

۳۔ مہدی مسلک میں بھی وارد ہونے والے لیڈروں کی اِنہی خصوصیات کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ آخری زمانے کے اِس دہشتناک فتنے کے خلاف مہدی مسلک کا عقیدہ افراد کے لیے بھی اور جمعیت کے لیے بھی ڈوبنے سے بچانے والے ایک کمر بند کی طرح ہے۔ جی ہاں! جس دور میں اعتقاد کے بندھن کمزور پڑ جائیں، عمل ترک کر دیا جائے، اور لین دین کے معاملات کو پوری طرح پسِ پردہ ڈال دیا جائے، تو پھر ایک ایسے حریق العادت ذات کا وجود لازم ہو جاتا ہے جو ایک ہی ہلّے میں اور ایک ہی سانس میں اِن سب کاموں کے لیے جنہیں ہم محال کہتے ہیں ضروری اصلاحات نافذ کر دے۔ اِس پلان کے مثالی پہلو ایک طرف، اِس کی نیک خیالی کے بارے میں حیران ہونے کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ لیکن افراد سے منسوب کردہ بڑائی اور جمعیت سے منسوب کردہ زودحسی کو پیشِ نظر رکھا جائے تو عین ممکن ہے کہ اِس سے آپس میں پھوٹ یا علیحدگی پیدا ہو جائے۔

۴۔ اِن کے علاوہ ہماری ایک مجبوری یہ بھی ہے کہ ہم اپنے باہمی اختلافات کے بیرونِ ملک سے بھڑکائے جانے کو نظرانداز نہیں کر سکتے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہمارے ہمسایہ ممالک اور معاصر اِس بات کو کبھی بھی ہضم نہیں کر سکے کہ ہم ایک ایسی قوم ہیں جو سلطنتیں قائم کرتی، اور صدیوں تک انسان کی تقدیر پر حکمرانی کرتی رہی ہے۔

گزشتہ تقریباً ایک ہزار سال میں لڑی گئی ''تمام لڑائیاں اور حملے اُس دشمنی کی علامت ہیں جو ہماری قوم کے خلاف پالی جاتی رہی ہے۔'' اسلحے کی ناکہ بندی کے ساتھ ساتھ تجارتی ناکہ بندیاں، ہمارے بعض بین الاقوامی مسائل میں ہمارے اتحادیوں کا ہمارے مفاد کے خلاف موقف کا غیر متوقع اظہار، اِسی اثناء میں بعض مغربی ممالک کا اُن بین الاقوامی اِداروں میں بھی جن کے ہم ممبر ہیں، ہمیں تیسرے درجے کی ریاست کے طور پر دیکھنا، ان سب باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ

Marfat.com

ہمارے ملک اور ہماری قوم کو ابھی تک دوستانہ نگاہوں سے نہیں دیکھا جاتا۔ اب جبکہ یہ معاملہ اور طرزِ عمل پانی کی سطح کے اوپر آ چکا ہے اگر اب بھی ہم اِس کے پسِ پردہ بعض منفی طور طریقوں کی موجودگی کو نظر انداز کرتے رہیں تو یہ یقیناً ہمارے نابینا ہونے کی دلیل ہوگی۔ ایک نقطۂ نظر سے اگر یہ منفی طور طریقے مفاد پرستی پر مبنی باہمی تعلقات کے حامی ممالک کی صورت میں نارمل بھی سمجھ لیے جائیں پھر بھی یہ ایک تاریخی حقیقت سے کم نہیں ہیں۔ یہ حقیقت جس کے پیچھے بلاشبہ ایک مختلف قسم کی ذہنیت بروئے کار ہے' ہمیشہ سے مختلف قسم کے جاسوسی اداروں کی مصروفیت کا میدانِ عمل بنی رہی ہے۔

پرانا بھیس بدل کر ہی سہی' آج بھی خطرہ پہلے ہی کی طرح موجود ہے۔ جی ہاں! گزشتہ زمانے میں یہ خطرہ بیرونی ہوتا تھا' چنانچہ اِس کا مقابلہ کرنا آسان تھا۔ مگر آج اِس کے ساتھ اندرونی خطرہ بھی شامل ہو گیا ہے۔ لہٰذا مقابلہ نسبتاً زیادہ مشکل سمجھا جاتا ہے۔ بداخلاقی جو ایک وبائی مرض کی طرح سارے معاشرے کے گرد چکی ہوئی ہے' اور اب جبکہ اِس معاشرے کو اپنے پاؤں پر کھڑا رکھنے والی تمام بنیادیں گر چکی ہیں' تو وہ نسلیں جو لادینی اخلاق' انکاری اخلاق' تشہیری اخلاق کے نام سے پہچانی جانے والی مختلف ذہنی بیماریوں کی وجہ سے اپنی مقدس اقدار کے خلاف بے لحاظ نسلیں بن چکی ہیں۔ اُن کے بارے میں اگر نہایت شرمناک اسلوبِ بیاں استعمال کریں تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ فکری اور روحانی بدنسلی کا شکار ہو چکی ہیں۔ اور آج اُنہیں اِس چیز کا احساس بھی نہیں ہے کہ وہ ایک لرزا دینے والی کشمکش میں مبتلا ہیں۔

یہ دعویٰ کرنا تو خاصا مشکل ہے کہ اِس ساری گڑبڑ اور ابتری کا اہلِ ایمان طبقے پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ جی ہاں! اُن کے نزدیک کبھی تفہیمِ دین کا تخمینہ لگانا' کبھی عادات واطوار اور مزاج کی تعمیل کرانا' اور کبھی نسلی معاملات کو کُریدنا' اِن سب معاملات کی طرف توجہ دینا نہایت ضروری ہے کیونکہ بیرونی طاقتیں اُنہیں اپنے حوالہ جات کے مرکز کے طور پر استعمال کرتی ہیں۔ یہ درست ہے کہ دین کی خدمت کرنے والے گروہوں کے بارے میں ایسا کوئی سنجیدہ قسم کا شعبہ موجود نہیں ہے کہ یہ گروہ اِس قسم کے اختلافات پیدا کرنے والے رجحانات میں الجھ چکے ہیں۔ یا یہ کہ اِن کی

Marfat.com

پرورش اور کنٹرول اِن رجحانات کو پھیلانے والے اداروں کے ہاتھ میں ہے۔" اگر بعض دینی گروہوں کے بارے میں اِس طرح کے دعوے اور افواہیں موجود ہوں بھی تو" ایمان اور قرآنی تعلیمات پر مبنی جماعتوں کے متعلق ایسے مضبوط شواہد موجود ہیں جن کے مطابق وہ بیرونی عناصر سے کبھی ہدایات نہیں لیں گے۔ لیکن جماعتوں کے فکری اور روحانی پختگی کی سطح پر نہ پہنچ سکنے کے باعث اِن میں تعصب کا موجود ہونا ممکن ہوسکتا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اِس تعصب کے باعث اندرونی چپقلشیں بھی ظہور پذیر ہوسکتی ہیں۔ اِس قسم کی چپقلشیں جن کی موجودگی پر لاعلمی کا پردہ پڑا ہو' وہ دشمن کے نفرت انگیز مقاصد کے لیے استعمال کی جاسکتی ہیں۔

خواہ ترکی ہو خواہ ساری دنیائے اسلام' اُسے باہمی امداد کی خاطر اکٹھا ہونے کی ہر تحریک کے لیے مندرجہ ذیل خطرات ہمیشہ موضوعِ بحث ہوسکتے ہیں:۔

۱۔ بعض بڑے بڑے لوگوں کا اپنے مادّی اور معنوی مفاد میں مقام اور شہرت کے جنون کے احساس کو روبکار لا کر اپنے مخالف گروہوں کو رقابت کی طرف دھکیلنا۔

۲۔ اسلام کے نام پر کی جانے والی سرگرمیوں کے دوران خدمتِ خلق کرنے والی مخالف جماعتوں کو توڑ پھوڑ پر مبنی حرکات پر اُکسانا۔

۳۔ علم و فضیلت کا پھل حاصل کرنے کا زمان و مکان آخرت ہے جسے بہت ہی دور کا مستقبل سمجھا جاتا ہے۔ اُس کی بجائے ہر چھوٹی سی سرگرمی اور سعی کے فوراً بعد اس کے پھل کے حصول کی اِسی دنیا میں امید رکھنا۔

۴۔ خدمت کرنے والے اداروں میں بااثر اور حیران کُن طریقے سے کام لینے والے عملے کے اثر و رسوخ کو زائل کرنے کی خاطر اُن کے مقابلے میں ایک نیا گروہ لا کھڑا کرنا اور اِس متبادل گروہ کے ذریعے داخلی چپقلشوں کی ابتداء کر کے ملک کے اندر پھوٹ اور تقسیم پیدا کرنا اور یوں سارے معاشرے کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ختم کر دینا۔

۵۔ تمام قومی خدمت کرنے والوں کا بنیادی محرّک اُن کے اپنے مسلک کی محبت ہو تو اُس

Marfat.com

کی جگہ اُنہیں دوسرے مسلک کے لوگوں کے خلاف دشمنی میں اتنا مشغول کر دینا کہ اُن کے پاس اپنے اصل مقصد کے لیے وقت ہی نہ بچے۔ یوں خدائی مدد کے ایک اہم وسیلے کو ختم کر دینا۔

اِن سب خطرات کے علاوہ ہم اِس بات کا بھی ذکر کر سکتے ہیں کہ ہمارے لوگ اپنی تسکین نہ کر سکنے کے باعث ایک قلبی اور روحانی خلاء تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں' اور عوام ایک طرح کے عجیب وغریب خیالات اور سسٹم میں پھنسے ہوئے ہیں جس کے باعث وہ بڑی حد تک اپنی قلبی اور روحانی زندگی سے بہت دور پہنچا دیئے گئے ہیں۔۔۔۔

جی ہاں' ہمارے لوگ ایک طرف سے تو یوں اپنے علمِ باطنی کی بنیادوں اور قواعد سے محروم کر کے چھوڑ دیئے گئے ہیں اور دوسری طرف ایک الگ' غور طلب موضوع یہ بھی ہے کہ یہ لوگ بعض وجوہات کی بناء پر اپنی قومی حدود سے بہت دور پہنچا دیئے گئے ہیں جہاں اِنہیں ایک ''خوش باش اقلیّت'' کہا جا سکتا ہے۔ اِن وجوہات میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ اِن لوگوں کو آزاد منش' اپنے آپ میں سرمست' اپنے حیوانی احساسات کے حوالے سے سٹیج پر پیش کیا جاتا ہے۔ یہ کیوں کیا گیا ہے اِس کے ذمہ دار بعض محرّکات اور عناصر ہیں جو دل میں شبہات پیدا کرتے ہیں۔

عمرانیات اور علم اُلانسان کے ماہرین کا آپس میں اِس بات پر اتفاق ہے کہ روئے زمین پر آج تک بے دین قوم کوئی نہیں گزری۔ ''تاریخ کے کسی بھی دور میں روئے زمین کے کسی بھی مقام پر آج تک کسی بھی بے دین معاشرے سے پالا نہیں پڑا۔'' دِین کا احساس فطری اور طبعی ہے۔ یہ بات صاف ظاہر ہے کہ انسان کی اولاد کو اِس احساس سے محروم کرنے سے انفرادی اور اجتماعی افسردگی کی بعض قسموں کی راہ کھل جاتی ہے۔ وہ لوگ جن کا قلب اور وجدان بھوکا رہنے دیا جاتا ہے وہ کسی نظام کے مطابق یا کسی بھی نظام کے بغیر' اپنی مرضی کے مطابق یقیناً اِس بھوک کی تسکین کی راہیں تلاش کریں گے اور کوشش کریں گے کہ اِس طبعی ضرورت کو پورا کریں۔ اِس طرح تسکین کے لیے ہر مزاج اور مشرب کے اپنے رنگ کے مطابق انتخاب کی جانے والی راہ کس قسم کی پیچیدگیوں کا باعث بنے گی۔ میرے خیال میں وہ ہر طرح کی وضاحت سے بَری ہے۔

Marfat.com

''کسی معاشرے میں اقدار کی طوائف الملوکی اور اس کے نتیجے میں چاقوؤں کا استعمال اور خون خرابہ۔۔۔'' تو جناب یہ ہے نتیجہ زندگی کے اُس فلسفے کا جو قدرت اور فطرت کو مدِنظر رکھے بغیر اپنایا جاتا ہے' اور یہ ہے ہمارا پریشان وطن جس پر ہزار قسم کی ابتری اور گڑبڑ کی حکمرانی چلتی ہے!

علاوہ ازیں' اِس قدر ابتری اور گڑبڑ کے ساتھ ساتھ ایک اور علیحدہ سنجیدہ موضوع بھی ہے جس پر غور وخوض کرنا ضروری ہے' اور وہ ہے بھونچکے ہوئے لوگوں کی حالت۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ''وطن'' کا مطلب ''توران'' ملت کا مطلب ''فاشزم'' اور ''دین'' کا مطلب ''رجعت پسندی'' سمجھتے ہیں۔ اِن ''عُشّاقِ ماہ لقا سلطان'' کے سو دو سو سال سے زبان پر لائے ہوئے الفاظ اور کاغذ پر لکھے ہوئے کلمات کو سمجھنا خاصہ مشکل کام ہے۔ ایک وقت تھا جب یہ لوگ تمام راستوں کو مغرب سے جا ملاتے تھے۔ مغربی ڈھلانوں اور ساحلوں کی سیر و سیاحت کا انتظام کیا کرتے تھے۔

یہ عجیب و غریب گروہ جتنا عجیب و غریب تھا اُتنا ہی اٹلی کے سیاسی مافیا کی طرح اِس کا کوئی سنجیدہ حساب کتاب بھی نہیں تھا۔ اِس گروہ نے بعدازاں اپنی پوری طاقت کے ساتھ ''شہنشاہیت'' اور سرمایہ داری نظام کے بارہ اماموں پر گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ اِس کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح ہمارے ہاں تقلیدِ مغرب کسی چھان بین کے نتیجے میں شروع نہیں کی گئی تھی اسی طرح دوسرے سوداؤں کے ساتھ ساتھ ہمارا اس سے اور اس کے نظام سے منہ پھیر لینا بھی کسی ایسے ویسے حساب اور پلان سے منسلک نہیں تھا۔ اِن کی ہر چیز محض ایک سوکھے سودا پر اور ہر حملہ ایک مہم پر مشتمل تھا۔۔۔

نتیجے کے طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اِس دور میں قومی اور مذہبی اقدار کی تباہی نے ایک طرف تو ایک ایسے گروہ کے پھلنے پھولنے کی راہ ہموار کی جو الحاد اور دہریت کا حامی تھا' اور دوسری طرف بعض مشروع ضروریات پوری کرنے کی غرض سے الگ الگ گروہ قائم کر دیئے جو ایک دوسرے کے وجود سے بے خبر تھے اور کسی نظام سے بھی منسلک نہ تھے۔ ان گروہوں کے اپنے اپنے مذہبی اور اجتماعی خدمات کے حلقے مقرر کر دیئے گئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سی جماعتوں کے

Marfat.com

معرضِ وجود میں آنے کی راہیں کھل گئیں ۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اِن فرقوں کے مابین جگہ جگہ سخت قسم کی تُو تُو میں میں' اندیشہ آمیز جھگڑے اور خطرناک لڑائیاں شروع ہو گئیں۔ اِس پر طرہ یہ کہ اخلاص اور صداقت جو عمل کی روح ہیں کہیں نظر نہ آئیں۔ اگر چہ محبتِ نفس اور انحصار فکر نے اپنا کردار ادا کیا مگر لڑائی جھگڑے بے قابو ہونے کی حد تک جا پہنچے۔

اس قدر مشکلات اور پریشانیوں میں' جب کہ ہستی کی حفاظت بھی بہت دشوار ہو چکی تھی یہ بات باعثِ شکر ہے کہ ایک دستِ عنایت نے ہمیں نئی اور صحتمند صورتِ احوال سے روشناس کرا دیا۔ اس میں بعض نئے عناصر بھی ظہور پذیر ہو گئے ۔ ہماری روحیں قربان ہوں ہمارے اُس رب العزت پر جس نے ہمیں اِن حالات سے دوچار کرایا۔

گروہ بندی کی حِس انسان کی فطرت میں پوشیدہ ہے۔ احکام کا بجالانا بھی طبعی ہے۔ مگر مسئلہ یہ ہے کہ اِس احساس کو بے ضرر' بلکہ فائدہ مند کیسے بنایا جائے۔ اگر اِسے اچھائی کی طرف نہ موڑا جائے تو یہ اکثر انسان کو اور اِس کی فطرت کو بھی اُلٹی سمت میں لے جانا شروع کر دیتی ہے۔ اور خود متعلقہ شخص کے لیے بھی اور دوسروں کے لیے بھی ضرر رساں بن جاتی ہے۔ جتنا عرصہ یہ حِس جہالت' ناشائستگی اور تعصب جیسے مضرِ انسانی پہلوؤں سے مدد لیتی رہتی ہے تب تک سمجھ لیجیئے کہ قتل و غارت اور لڑائی جھگڑے تیار کھڑے رہتے ہیں۔ اِس کے برعکس جِس نسبت سے تعلیم و عرفان' تحمل و برداشت کا جذبہ پھیلتا جائے گا اُسی نسبت سے باہمی سمجھوتوں اور صلح صفائی کا ماحول پیدا ہوتا جائے گا اور مختلف گروہوں کے مابین ایک ''امن کی لکیر'' کے دکھائی دیتے رہنے کا احتمال ہمیشہ موجود رہے گا۔ میرا خیال ہے کہ یوں فطرت اور فطرت کے قوانین کی حدود میں رہتے ہوئے ہمارے ردِ عمل کی تیزی کو بریک لگ جائے گی اور ہماری گرم مزاجی اور غصے پر قابو پایا جا سکے گا۔

دعوے کا انصاف پر مبنی ہونا' ہدف اور بنیادی اصولوں کا مشترک ہونا' یہ اتنے مضبوط' گہری جڑوں والے اور کبھی نہ ڈولنے والے عناصر ہیں جو ضوابط اور وسیلوں کے اختلافات کو بے اثر بنا سکتے ہیں۔ اس صورتِ حال میں غیر اہم بہانوں کے ذریعے اختلافات پیدا کرنا طفلانہ

Marfat.com

مزاج، حقیقت سے ناواقفیت، اور بے مروّتی کی علامت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ "اللہ جل جلالہٗ سے وصال کے راستوں کی تعداد مخلوق کے سانسوں جتنی ہے"۔ اگر ہم اس حقیقت کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں تو اِس راہ میں جو کوشش بھی کی جائے اُسے سراہنا چاہیے۔ اِن راہوں پر کیا جانے والا سفر عزیز سمجھا جانا چاہیے اور ہر خدمت کی تعریف کی جانی چاہیے۔ دوسروں کو کفر اور گمراہی میں دیکھنا یا گنہگار کہنا بے فائدہ ہونے کے علاوہ ایک خطرناک سوچ بھی ہے۔

میرے خیال میں ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنی منتخب کردہ راہ کو بیان کرنے، اِسے متعارف کرانے اور اِس پر چلنے کی رائے دینے میں مشغول رہے اور زندگی اُس کی محبت میں گزارے۔ یہ راستہ جس طرح عقل اور منطق کا راستہ ہے اِسی طرح ایمان اور قرآن کے مطابق ایک ضرورت بھی ہے۔ اِس راہ پر "ہر شخص اپنے مسلک کی محبت کے مطابق حرکت کرتا ہے، دوسرے گروہوں کے خلاف دشمنی نہیں پالتا، دوسروں پر اس کی طرف سے کی جانے والی تنقید تخریبی، تباہ کن، اور توہین آمیز نہیں ہوتی۔ وہ اپنے گروہ کا اعتماد کسی دوسرے گروہ کی جڑ کاٹنے اور ذلت میں نہیں تلاش کرتا، وہ اُسے بھی ایک بھائی سمجھتا ہے اور اُس کے نقائص کا کھوج نہیں لگاتا، اُس کی فضیلت اور کامیابیاں دیکھ کر اُن کی قدر کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔" مختصر یہ کہ وہ ایک لمحے کے لیے بھی یہ بات ذہن میں سے نہیں نکالتا کہ وہ ہر شخص کے ساتھ مل کر ایک نیکی کی دوڑ میں شامل ہے اور پھر اُس کی مجبوری ہے کہ وہ اِنہیں لوگوں کے ساتھ اپنی کمر پر ایک قیمتی خزانہ اٹھائے رکھے۔ یوں وہ ہر شخص کو ایک ہی سمت میں جانے والا اپنا مددگار قبول کرتا ہے، ہر کامیابی کی عزت کرتا ہے، ہر سعی کی تعریف کرتا ہے، اور مدد کرنے والے ہر ہاتھ پر بوسہ دیتا ہے۔

دورِ رسالت پناہ میں لوگوں کی یہی سوچ تھی اور عملی زندگی بھی اِسی سوچ کے خطوط پر جاری رہتی تھی۔ باوجود اِس بات کے کہ افہام و تفہیم کے عناصر شعور کی سطح تک پہنچ چکے تھے اور دوستی کے معنی بھی خاصی حد تک آگے کی سطح تک پہنچائے جا چکے تھے، پھر بھی اس وقت تک علیحدہ علیحدہ قسم کے پھولوں اور پھلوں کی ضمانت دینے والی مختلف قسم کی استعداد کسی طور پر حاصل نہیں ہو

Marfat.com

سکی تھی۔

اِدھر ابُو ذر اور عبدالرحمٰن بن عوف' اُدھر بلال اور حضرت عثمانؓ کی ایک ہی موضوع پر دی جانے والی رائے کا اختلاف، کسی طرح کم اہمیت کا حامل نہیں تھا۔ یہی حال بعض موضوعات کی تفصیل پر اُن کے نقطۂ نظر کے اختلاف کا تھا۔ مگر اِس کے باوجود اِن اختلافات پر کبھی کوئی شخص تعجب کا اظہار نہیں کرتا تھا۔

اِس خیال سے کہ اجتماعی وحدت پر چوٹ نہ آئے' قبیلوں کے تصور کو کسی حد تک بیچ میں نہیں لایا جاتا تھا۔ جی ہاں' بالکل اسی طرح جیسے مہاجر اور انصار جیسے دو معزز عنوان کبھی موضوع بحث نہیں بنائے جاتے تھے۔ عوث اور حزرج جیسے نام بھی ہمیشہ ہمیشہ سے استعمال ہوتے چلے آ رہے تھے۔ جب سعد بن معاذ کے قبیلے سے کہا جاتا ''حضرتِ پیغمبر ﷺ کے لیے کھڑے ہو جاؤ'' تو ''طبیعتِ بشر'' اِس کی تائید کرتی۔ ہر قبیلے کو علیحدہ علیحدہ احکام کے تحت جہاد کے لیے لے جایا جاتا تھا۔ مگر فتح اور ظفر کے نام پر وطن دوستی کے آتشدان جلائے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ آپس میں جنگ کرنے کے علاوہ اپنے قبیلوں کا فخر سے نام بلند کرنے کے لیے کیئے جانے والے دوسرے تمام مقابلوں کو نظر انداز کر دیا جاتا تھا۔ ''قرآن حفظ کرنے والے ہم میں سے ہیں (یعنی ہمارے قبیلے کے لوگ ہیں)'' ''فلاں ہم میں سے ہیں' فلاں ہم میں سے ہیں'' کی طرح کے کلمات ہر موقع پر بولے جاتے تھے اور اِن میں سے تقریباً سبھی کا ہمیشہ تحمل سے جواب دیا جاتا تھا۔ ایسی ہر بات تیزی سے ترقی کرنے والے متعلقہ گروہ کے لیے ترقی کے سنگِ میل کا کام دیتی تھی۔

جی ہاں' یہ سب کچھ بھی تھا اور ساتھ ہی آپس میں اتفاق اور ہم آہنگی بھی تھی۔ رضائے الٰہی حاصل کرنے کی ڈھلان پر سمفونی کے نغموں میں ہم آہنگیِ اُصوات کی سی حالت کی طرح قوم کا ہر فرد نغمے میں حصہ لینے والے باقی تمام افراد کے ساتھ ہم آہنگ آواز میں نغمہ سرا ہوا کرتا تھا۔ یہ اِس لیے ممکن تھا کہ ہر شخص روحانی پختگی کی سطح کو پہنچ چکا تھا' ہر شخص حق پرست تھا' اور جن اشیاء کو مقدس سمجھتا تھا اُن کے اُفق پر جھنڈا گاڑنے کے لیے پاگل ہو جاتا تھا' اور اِس بات کا خواہشمند

Marfat.com

ہوتا تھا کہ فرائض کی تعظیم کی جائے۔ اُس کے لیے یہ بات کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی کہ وہ فرض کون ادا کرتا ہے۔۔۔ جب دن چڑھ آیا اور صبح ہوگئی تو پھر اگر اُسے سلطان بنا دیا جاتا یا بھکاری‘ کیا فرق پڑتا تھا۔۔۔۔!

نئی نسل کے انصار اور اُن کے حواری اپنی خوشیوں کو دوسروں کی خاطر بھول جانے والے پرلے درجے کے بے لوث انسان ہونگے جو اپنے اِرد گرد کے لوگوں کی لذتوں اور خوشیوں کو دیکھ دیکھ کر اپنے دلوں میں جنّت پیدا کر لیتے تھے۔

ہمارے دور کی فرقہ بندیوں میں سے شاید سب سے خطرناک وہ ہے جو خون اور نسل کی بنیاد پر قائم ہوگئی ہے۔ یہ بھی بیرونی ذرائع سے یہاں پہنچی ہے۔ اِس کے بیرونی وسائل سے ہمارے ہاں آنے کے بارے میں ہمارے روشن خیال طبقے کے کسی شخص کے دل میں شک کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ اِس دور میں جب باہمی جھگڑے ریاستی بلاکوں کے درمیان ہوتے ہیں‘ جب پوری دنیا کو متاثر کرنے والے ٹکراؤ مختلف نظریوں کے مابین ہوتے ہیں‘ جب ساری دنیا ایک بہت بڑے گاؤں کی شکل اختیار کر چکی ہے جس میں مختلف قومیں واضح یونٹوں اور بلاکوں میں شامل ہو چکی ہیں‘ وہاں اِس طرح کی فرقہ وارانہ سوچ بڑی عجیب و غریب نظر آتی ہے۔ بالخصوص ایک ہی علاقے میں ایک ہی معاشرتی وضع کے باشندوں کا مختلف نسلی گروہوں میں مطالع کیا جانا بے حد مضحکہ خیز سوچ ہے۔ یہ سوچ نہ صرف مضحکہ خیز ہے بلکہ مستقبل میں ہنگاموں اور لڑائی جھگڑوں کے لیے زمین تیار کرنے کے نقطۂ نظر سے بھی نہایت خطرناک ہے۔ یہ سوچ اِس لیے بھی مضحکہ خیز ہے کہ ہمارا وطن جس نے اپنی سرزمین پر صدیوں سے مختلف قوموں کو آپس میں ایک ہی قوم کی طرح گھل مِل کر رہتے دیکھا ہے وہاں ایسی شے تلاش کرنا جسے ہم ”صاف خون“ یعنی اصیل کہتے ہیں‘ ایسا ہی ہے جیسے لوحِ محفوظ کے بارے میں مطلع ہونے کی کوشش کرنا ہو۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اناطولیہ کے شمال‘ جنوب‘ مشرق‘ مغرب مختصر یہ کہ تقریباً اِس کی ہر سمت میں ایک دوسرے سے خاصے مختلف طبقوں کے لوگ آباد ہیں۔ اِن میں کئی ایسے گروہ بھی ہیں جو مختلف نسلوں سے منسلک

Marfat.com

ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ اِن گروہوں میں سے ہر ایک دانستہ طور پر یا غیر دانستگی کے باعث اِس مضحکہ خیز صورتِ حال میں پھنسا ہوا ہے۔

اب چونکہ قرآنِ کریم کی سارے عالم کے لیے دی گئی دعوت کو قبول کرنے کے سوا نہ کوئی اور چارہ رہ جاتا ہے اور نہ ہی کوئی دوسری سند موجود ہے' لہٰذا ہمیں اپنے سیاسی اور غیر سیاسی تمام گروہوں کے انسانوں کو قرآن کی یہ دعوت دے کر یوں پکارنا چاہیے: ''اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور خبردار آپس میں تفرق سے ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جاؤ۔'' ماضی کی طرح آئندہ بھی اِس قسم کے بھائی چارے کو حقیقت کی شکل دینا ممکن ہے۔ مناسب ہوگا کہ یہ نہایت سنجیدہ مسئلہ فرمانِ الٰہی کے عدس کے نیچے رکھ کر عقل اور منطق کے اصولوں کے مطابق حل کیا جائے۔

آخر اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنے مسائل کو جذبات اور ہیجان سے متاثر ہو کر راگ الاپنے کی طرح حل کرنے کی کوشش کی بجائے اپنے مقدس اصولوں کے اندر رہتے ہوئے ایک اجتماعی معاہدے کی شکل میں حل کریں۔ یہ اب ہماری مجبوری بھی ہے۔ کیونکہ بیرونِ ملک سے دخل اندازی کرنے والے عناصر کے گھڑے ہوئے مختلف امکانات' اور خود ہمارے درمیان بھی بعض ذاتی مفاد پرست گروہوں کا ظہور' علاوہ ازیں اپنے مقدس نصب اُلعینوں اور تصورات کے بارے میں ہمارے جذبہء احترام کا تذبذب' ہمارے عظیم قومی نظریے اور متعلقہ قابلِ توقیر معنوں کی جگہ کا ایک طرح کے چھوٹے موٹے حساب کتاب اور مفادات کا قبضہ کر لینا' یہ سب حقیقتیں اِس بات کی متقاضی ہیں کہ ہم آپس کے رابطوں کو اور زیادہ مضبوط سطح پر لے آئیں۔ یہ اِس طرح ہونا چاہیے کہ اپنی تمام مشترک اقدار کو اکٹھا کر کے اُن کا موازنہ اُن عناصر سے کیا جائے جو ہمارے درمیان پھوٹ ڈال رہے ہیں۔ ایمان کی بنیادوں پر ہمارا اتحاد' اعمال اور عبادت کے لحاظ سے باہمی اتفاق' اور پھر وطن اور ثقافت کی وحدت اچھی بری تقدیر کے معاملوں میں صدیوں پرانی باہمی شرکت' بیرونی دوستوں اور دشمنوں کا ہم سب کے لیے ایک ہی ہونا' وغیرہ وغیرہ' یہ سب ہماری اقدارِ مشترک ہیں۔۔۔ جی ہاں! سب سے زیادہ قابلِ قدر چیزوں سے بھی بڑھ کر متحد کرنے والے اِن

Marfat.com

عناصر کی موجودگی میں صاف ظاہر ہے کہ آپس میں پھوٹ ڈالنے یا باہمی تقسیم کو ضروری گردانتے والے عناصر تو اِس قابل بھی نہیں ہیں کہ اُن کا ذکر بھی کیا جائے۔

دراصل ہمارے پیغمبر کی طرف سے بھی اِس مسئلے کا حل اِسی شکل میں کیا گیا تھا۔ کلمۂ شہادت سب سے بڑی بنیاد ثابت ہونے اور قبول کیئے جانے کے ساتھ ساتھ یہ کلمہ ادا کرنے والے ہر فرد کی معصومیت کا راز بھی بن گیا ہے۔ اُسامہ کا شدید عتاب کے بعد سرزنش کیا جانا' حضورؐ کی طرف سے محلّم کا دور کر دیا جانا' اور پھر رسولِ خدا کا اُس کے منہ کی طرف بھی نہ دیکھنا' اور اِس طرح کے اور بہت سے واقعات ہیں جن سے صاف پتہ چلتا ہے کہ صاحبِ شریعتؐ کے نزدیک باہمی ملاپ پیدا کرنے والی بنیادی چیزیں کون کون سی تھیں۔

جب مسئلہ اِس طریقے سے سامنے رکھا جائے تو پھر اہلِ ایمان اور دوسروں کی پاسداری کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اِس بات کی کیسے وضاحت کی جاسکتی ہے کہ اہلِ ایمان' اہلِ سجدہ اور اہلِ قبلہ لوگوں کے مابین سمجھوتہ نہ ہو سکے' آپس میں صلح صفائی ممکن نہ ہو' یہاں تک کہ اُن پر کفر' گمراہی اور گناہوں کے الزام لگانے کی جُرات بھی کی جائے۔۔۔! اور پھر اگر یہ کام کرنے والے ایسے افراد ہوں جن کا عوام پر گہرا اثر ہو تو کیا اِس وقت تباہ کاری کی قسم کے جرائم تک بھی نوبت نہیں آجائے گی؟ جی ہاں' عمومی توازن کے اِس بگاڑ کے سلسلے میں سب سے بدبخت انسان امام' رہبر' اور لیڈر ہیں جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں ''جن کی اجتماعی سطح پر کی گئی ایک غلطی ہزاروں لوگوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔''

ہمارے خیال میں تمام راہبروں' راستہ دکھانے والوں' لیڈروں اور سرداروں کو ایک بار پھر یہ بات یاد دلانی مفید ہوگی کہ عمومی وجدان کی تعمیر کی جانب ایک قدم اٹھایا جائے۔

آپ کی محبت' آپ کی نفرت' آپ کا غصّہ' یہ سب اللہ کے نام پر ہو۔ آیئے بالآخر خودغرضی اور نفس پرستی کو خیرباد کہیں کیونکہ اپنے نفس کی پرستش کرنے والے کے لیئے نہ حق تعالیٰ کو اور نہ خلقِ خدا کو ممنون کرنا ممکن ہے۔ آیئے اپنے دوستوں سے حق کے پیمانوں کے اندر رہتے

Marfat.com

ہوئے محبت کریں اور اُن کے مقابلے میں مروّت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اپنے دشمنوں کے مقابلے میں چوکنے رہیں اور اُن کی چالوں میں نہ آئیں۔ ہماری سوچ اور سمجھ کے اختلافات کو دشمنی کا وسیلہ نہ بنائیں بلکہ خوشحالی کے طور پر اِن کی قدر کریں۔

ایک دفعہ پھر دُہرائیں کہ کینہ اور نفرت کبھی ایک مسئلے کو بھی حل نہیں کر سکے۔ یہ یقین رکھتے ہوئے کہ مہذب قوموں پر غالب آنا صرف قناعت کے ذریعے ممکن ہوگا' آیئے ایک مرتبہ پھر اتحاد اور مساوات کا ''عہد و پیمان'' کریں۔

اتحاد کے مبلّغوں کی طرح ہر ملنے والے سے یہ کہنا کہ ''آؤ ہم متحد ہو جائیں'' بڑی بے تکی سی بات ہے۔ اور پھر اگر یہ بات کہتے ہوئے ہم متعلقہ شخص کو اپنے گروہ میں شامل ہونے کی دعوت بھی دے دیں تو وہ سوفی صد بے حرمتی کے مترادف ہوگی۔ کیونکہ اِس قسم کی حرکت آج تک حق پرست لوگوں کی اپنے گروہ سے وفاداری کو شہ دینے کے سوا اور کسی کام نہیں آئی۔ اِس کے برعکس ہم اپنے آمنے سامنے والے لوگوں کی خدمات کو سراہتے ہوئے اُن کے رہبروں اور بزرگوں کے بارے میں عزت کا اظہار کریں تو اِس سے ہم سخت ترین اشخاص کے دلوں کو بھی موم کر سکتے ہیں۔

ایک مومن کی حیثیت سے ہمارے لیے نہایت اہم ہے کہ ہم کائنات کو ''مہدِ اخوت'' (بھائی چارے کا گھوارا) کی نظر سے دیکھیں' ہر فرد کے ساتھ تعلقات پیدا کرنے کا راستہ تلاش کریں' خواہ کچھ بھی ہو دوسرے مومنوں کے ساتھ ہمیشہ نرمی سے پیش آئیں اور اُن کے خیالات سے متاثر ہونے کے لیے اپنے دل و دماغ کو کھلا رکھیں۔

ہمیں اُس دستِ عنایت کی تنقید نہیں کرنی چاہیے جو ہمیں تیار کر کے موجودہ سطح تک لے آیا ہے اور اب ہم جس کے انصرام اور کنٹرول کے ماتحت ہیں۔ کون جانتا ہے کہ شاید ابھی انسانیت اپنی پختگی کا پورا ادراک نہ کر سکی ہو اور اُس کا کچھ مدتِ مقررہ کے لیے مزید موجودہ صورتِ احوال میں رہنا ضروری سمجھا گیا ہو۔

اور ہم سب کے لیے ضروری ہے کہ تنقید کو ایک طرف پھینک دیں اور ذرا تقدیر پر بھروسہ کرتے ہوئے خوش خلقی کی زندگی گزاریں تاکہ اللہ بھی ہمارا حامی و ناصر ہو۔۔۔

Marfat.com

بندۂ خدمت گزار

خدمت کرنے والے انسان کو چاہیئے کہ جس دعوے کو دل سے اپنا لے اُس کی خاطر خون اور پیپ کے دریاؤں کو پار کر کے دوسری طرف جانے کا عزم اور فیصلہ کرلے' اتنا کامل کہ اپنے ہدف تک پہنچ کر ہر شے کو اُس کے حوالے کردے جو اُس شے کا حقیقی مالک ہے' اللہ تعالیٰ کے سامنے مہذب اور باادب رہے۔۔۔ خدمت کے نام پر ہر آواز اور ہر سانس کو ذکر و تسبیح' اور ہر فرد کو معزز اور عزیز سمجھے۔ اُسے اپنے رب کے ارادوں پر اتنا یقین ہو اور وہ بذاتِ خود اِس قدر متوازن ہو کہ جن لوگوں کی کامیابیوں پر اُن کی تحسین و آفرین کرے اُنہیں بالکل بت ہی نہ بناڈالے۔ اگر کوئی کام ادھورا رہ جائے تو اُس کے لیے سب سے پہلے خود اپنے آپ کو اُس کام کی تکمیل کے لیے ذمہ دار نامزد کردے' اگر اُسے حق کو کندھا دینے کی ضرورت پڑ جائے تو اس کام میں بھاگ کر اُس کی مدد کو پہنچنے والے ہر شخص کے ساتھ عزت سے پیش آئے اور اُس سے انصاف کرے۔ اگر اِس کا کوئی اِدارہ مسمار ہو جائے اور یوں اُس کی مجوزہ پلان برباد ہو جائے' یا آپس کا اتحاد تتر بتر ہو کر ساری قوت بکھر بکھر ا جائے تو پھر بھی امید اور یقین کو ہاتھ سے نہ چھوڑے' جب نئے سرے سے پر نکال کر بلندیوں پر پرواز کرنا شروع کرے تو غرور بالکل نہ کرے اور سب کچھ برداشت کرتا رہے۔ اُس کے معقول اور صاحبِ بصیرت ہونے کی یہ حالت ہو کہ وہ اِس راستے کے دشوار گزار اور عمودی چٹان کی مانند ہونے کو ابتداء سے ہی قبول کرلے۔ اُس کا راستہ روکنے کے لیے خواہ جہنم کے گڑھے ہی کیوں نہ سامنے آجائیں وہ پار نکل جانے پر مکمل یقین رکھے اور ہمت نہ ہارے۔ اُسے چاہیے کہ جس دعوے کی خاطر سر کٹوانے کو تیار ہو اُس کی کامیابی کے لیے سودائیوں کی طرح کام کرے اور اتنا وفادار ہو کہ اپنی جانِ جاناں کو بھی قربان کردینے سے دریغ نہ کرے' اور اُسے اتنا متحمل اور اللہ لوک ہونا چاہیے کہ اپنی ساری گزشتہ کارکردگیوں میں سے کسی ایک کو بھی دوبارہ ذہن میں نہ لائے۔

* * * * *

Marfat.com

بندگانِ ارشاد کے لیے

ہمارے رسولِ اکرمؐ نے ساری زندگی میں صرف ایک بار حج کیا تھا۔ مگر اُنہوں نے اپنی پوری زندگی تبلیغ اور ارشاد (رہنمائی) میں گزار دی۔

* * * * *

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عنایت کردہ نعمتوں سے مطابقت رکھنے والے کام نہیں کرتے وہ اپنے چشموں کے خشک ہونے کا سبب بنتے ہیں۔

* * * * *

بعض آنسو بہت سے دلوں کی فتح کا وسیلہ بن جاتے ہیں۔

* * * * *

بڑائی بڑے بڑے کاموں اور بڑے منصوبوں میں نہیں ملتی۔ یہ انسان کے اپنی آنکھیں رضائے اِلٰہی پر جمائے رکھنے میں اور اللہ تعالیٰ کے اِن الفاظ میں ڈھونڈنی چاہیے کہ "میں تم سے راضی ہوں۔"

* * * * *

خبردار، بیج بونے کا کام فصل کاٹنے کے وقت تک مت چھوڑو ورنہ دونوں موسموں کی کاوش ضائع جائے گی!

* * * * *

ایک صاحبِ یقین انسان کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ اپنے ایمان کو ہر حالت میں عمل کے میدان میں رکھے۔ جب ایمان اور عمل دونوں کسی شخص کے احساسات پر حاوی ہو جاتے ہیں تو اُس کے طرزِ عمل کو بھی سیدھا راستہ دکھائی دینے لگتا ہے۔

* * * * *

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی زمین پر ہمارا قبضہ، سرکاری زمین پر لوگوں کے ناجائز قبضے کی طرح ہے۔

* * * * *

اگر انسان کو اپنی کی ہوئی غلطیاں پریشان کرتی ہوں تو اِس کا یہ مطلب ہے کہ اُس کی نیکیوں میں سے اُس کے گناہ تفریق کیئے جا سکتے ہیں۔

* * * * *

کامیابی کے دشمن خوشحالی اور عیاشی ہیں۔ مسلمانوں کی کامیابی صرف ایک کمانڈو کی طرح سادہ زندگی گزارنے سے ہی ممکن ہے۔

* * * * *

اگر آپ کے پاس بہت سے انڈے اور چوزے ہیں تو خبردار اُن سب کو ایک ہی ٹوکرے میں مت رکھیئے گا۔۔۔!

* * * * *

اگر تدبیر تقدیر کو نہ بھی بدل سکے تو بھی انسان کو آخرِ کار تقدیر پر پتھر برسانے سے بچاتی ہے۔

* * * * *

حسنِ ظن اور عدم اعتماد دو مختلف چیزیں ہیں، اِن کی اپنی اپنی جگہ کا تعین کرنا اربابِ فراست کا کام ہے۔

* * * * *

تبلیغ کے لیے اہم بات یہ ہے کہ جس موضوع کا ذکر کیا جا رہا ہو وہ اخلاص پر مبنی ہو اور اُسے خوشی سے قبول کیا جائے۔ ہر شخص کو چاہیے کہ جن لوگوں کا علم خود اُس کے علم کی سطح سے بلند ہو اُنہیں کسی موضوع پر تبلیغ کرنے کی کوشش نہ کرے ورنہ اُس کا اُلٹا ردِعمل ہو سکتا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ بیٹا اپنے باپ کو، شاگرد اپنے استاد کو، اور چیلا اپنے گرو کو کچھ نہ سمجھائے۔ حضرت ابوطالبؑ کا ہمارے پیغمبرؐ کو خوش آمدید نہ کہنا ایک قابلِ غور موضوع ہے۔

* * * * *

Marfat.com

ماں اور باپ کو کسی مقصد کے لیے قربان نہیں کیا جا سکتا' لیکن اگر وہ کہتے ہیں کہ ''اسلام کی خدمت مت کرو'' تو پھر اِس پابندی کے بارے میں اُن کے حکم کی تعمیل جائز نہیں ہے۔ اِس کے سوا ماں باپ کے حکم کی تعمیل کرنے والا اپنی زندگی میں برکت پاتا ہے۔

* * * * *

مومن دنیا بھر میں سلامتی اور اعتماد کی علامت ہے۔

* * * * *

انسان حق بات بھی کہہ رہا ہو تو اُسے اپنے باپ سے بحث نہیں کرنی چاہیے۔ جلال کی خوبی ہر شخص میں ہوتی ہے' کسی میں کم کسی میں زیادہ۔ غصّہ کرنا پسند نہیں کیا جاتا لیکن اگر اسے تربیتِ محمدیؐ کے ذریعے تربیت دی جائے تو یہ دشمنوں کے لیے وقار اور مومنوں کے لیے تواضع کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

* * * * *

وہ نشریات جو اسلام دشمنی پر مبنی ہوں یا اسلام پر حملہ آور ہوں' اگر انہیں پڑھنا ناگزیر ہو جائے تو ضروری ہے کہ انہیں غور سے پڑھا جائے۔

* * * * *

برائیوں کے بندھن میں بندھے ہوئے شریر لوگوں سے انسانیت کے ساتھ سلوک کیا جائے تو اُن کے شر کو روکا جا سکتا ہے۔ یہ ضرب المثل یاد رکھنی چاہیے کہ ''انسان اچھائی کا غلام ہے۔''

* * * * *

ذاتی اقدار کے اعتبار سے کم مایہ انسان اپنے اِرد گرد بھی ہمیشہ تمام کم مایہ اور گھٹیا شخصیت کے لوگوں کو اکٹھا کر لیتے ہیں۔ اُن کا خیال ہوتا ہے کہ اِس ذریعے سے اُنہیں تھوڑی ہی سہی کچھ نہ کچھ بلندی تو مل ہی جائے گی۔

* * * * *

Marfat.com

شیطان اکثر ایسے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے جو اپنی زندگی دینی احکام کے مطابق بسر نہیں کر رہے ہوتے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر نہ چلنے والے لوگ وحی کی برکتوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اِس قسم کے لوگوں کو کسی صورت میں بھی الہام کی ہوا نہیں لگ سکتی۔ وہ کتابیں تو لکھ سکتے ہیں مگر جو کچھ لکھتے ہیں اُس میں فلاح اور برکت نہیں ہوتی بلکہ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے رہتے ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرنے والے ایسے ایسے لوگ بھی ہیں جن میں ہر وقت الہام کے جھونکے دکھائی دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم لوگوں کو چاہیے کہ پڑھیں، سوچیں اور ہر شخص کو بتانے کی کوشش کریں تاکہ ہم روحانی اعتبار سے زندہ و تابندہ رہیں۔

* * * * *

اِس زمانے میں ہر مرشد کا مسئلہ اللہ جلِ جلالہٗ کی خوشنودی ہونا چاہیے۔ اُس کا مطمعِ نظر کسی نوعیت کے دنیاوی احساسات اور خیالات نہیں ہونے چاہئیں۔ ایک مرشد کو یوں سوچنا چاہیے: شاید اگر ایک روز مجھے جہنم کی راہ لینی پڑ جائے تو مجھے چاہیئے کہ وہاں بھی کوئی آشنا چہرہ ڈھونڈ کر اُسے حق و حقیقت کے بارے میں کچھ بتاتا رہوں"۔ تو یہ ہے ایک ایسے دعوے دار شخص کے خیالات کا خاکہ جس کی ہمارے ہاں اشد ضرورت ہے۔

* * * * *

عظیم ترین انسانوں کا عقیدہ

میری زندگی کے وہ مقاصد جن کے حصول سے میں کسی حالت میں باز نہیں رہ سکتا یہ ہیں: اللہ کی خاطر انسانیت کی خدمت کرنے کے اپنے آئیڈیل کو نفسانی اور جسمانی آرزوؤں سے بلند رکھنا، اُسے تمام بشری خواہشات اور ہر قسم کی طلب پر ترجیح دینا، حقیقت کو پانے کے بعد اُسے جاننا اور پھر اِس حد تک اپنے عہد کا پکا ہونا کہ اپنے عزیزوں اور قلبی تعلقات سے منسلک رشتہ داروں کو بھی قربان کرنے سے دریغ نہ کرنا، اپنے بلند آئیڈیل کی خاطر سب سے ناقابلِ برداشت

Marfat.com

حوادث کا بھی سامنا کرتے ہوئے آئندہ آنے والی نسلوں کی خوشحالی کی راہیں کھولنا' اپنے آپ کو مادی اور معنوی تمام لذتوں سے بچا کر اپنی زندگی کو دوسروں کی خوشیوں کے لیے صرف کرنا' ''خدمت میں آگے' اجرت لینے میں پیچھے کی صفوں میں جگہ لینا'' کے فلسفے پر عمل کرتے ہوئے عہدے اور منصب کی جنگ سے اور سنہری موقعوں کے جنون سے دور رہنا۔

* * * * *

جس طرح عمل اور حرکت کے معاملے میں پیش پیش رہنے والے لوگ اپنے مقام کے اعتبار سے اپنی ہر اچھی عادت اور خصلت کو اپنی رضا سے بعد میں آنے والے لوگوں کو منتقل کرتے ہیں اُسی طرح پیشروؤں کا ہر نامناسب حال اور طرزِ عمل بھی بعد میں آنے والے لوگوں کو اُن کی اصلیت سے دور لے جا سکتا ہے' اُنہیں ایک ذلیل روح اور ولایتی نقال میں تبدیل کر سکتا ہے۔

* * * * *

فدائین محبت

مستقبل کی روشن اور مسرور دنیائیں صرف محبت سے جوش و خروش میں آنے والے محبت کے قہرمان ہی قائم کر سکیں گے۔ وہ جن کے ہونٹوں پر محبت کا تبسم' جن کے دل محبت کی وجہ سے کھلیان' جن کی نگاہیں انسانی احساسات کے باعث دھندلی دھندلی' جو ہر شخص اور ہر شے کو شفقت سے غمزے دکھاتے ہیں' طلوع ہوتے اور ڈوبتے سورجوں سے لے کر ٹمٹماتے ستاروں تک سب سے محبت کے پیغامات وصول کرنے والے محبت کے قہرمان۔۔۔

* * * * *

محبت کے یہ فدائی جو اپنے آپ کو محبت کی بناء پر اپنے ماحول میں ڈھال لیتے ہیں' اِن کی گرم مزاجی اور غصّے سے بھی لوگوں میں نظم و ضبط پیدا ہو جاتا ہے اور اُنہیں سیدھی راہ نظر آنے لگتی

Marfat.com

ہے۔ اِس وجہ سے اُن کے طرزِ عمل سے سنجیدگی اور دبدبہ ٹپکتا ہے۔ چنانچہ وہ اصلاحی اور مفید انسان تصور کیئے جاتے ہیں۔

* * * * *

مقصد اور وسیلہ

ہر کام اور مہم کے لیے پہلے اس کا ہدف اور مقصد مقرر کرنا لازمی ہوتا ہے تاکہ انسان اپنے وسائل سے ہی بندھا نہ رہ جائے۔ قوم کی راہ میں کی جانے والی خدمات کے سلسلے میں اگر روحانی اقدار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہدف مقرر نہ کیا جائے تو خیالات ایک گرداب کی شکل حاصل کر لیتے ہیں اور خدمت کرنے والے لوگ خیالات کے اِس گرداب کے رحم و کرم پر چکر کاٹتے رہ جاتے ہیں۔

* * * * *

غور و فکر کے پلیٹ فارم پر ضروری ہے کہ پہلا مقام ہدف اور مقصد کو دیا جائے اور یہ بالکل واضح ہوں۔ ورنہ آپ کی سوچ بے اعتدالی کا شکار ہو جائے گی جس کا نتیجہ ذہنی الجھاؤ ہوگا۔ ایسے بے شمار منصوبے دیکھنے میں آئے ہیں جو دیکھنے میں تو بڑے شاندار تھے مگر مقصد اور وسائل کے آپس میں خلط ملط ہو جانے کے باعث بے ثمر رہ گئے۔ ایک تو اِن سے کوئی فائدہ مند نتیجہ حاصل نہ ہو سکا اور دوسرے یہ اپنے پیچھے بے انتہا کینہ اور نفرت چھوڑ گئے۔

* * * * *

فعال انسان اور منصوبے بنانے والے ہر شخص کو چاہیے کہ ہر شے سے پہلے خالقِ اعظم اور اُس کی خوشنودی کو پیشِ نظر رکھے ورنہ کئی قسم کے بُت بیچ میں ٹانگ اڑا سکتے ہیں، باطل حق دکھائی

Marfat.com

دے سکتا ہے، ہوس اور لالچ سوچ کو اپنی لپیٹ میں لے سکتے ہیں، اور مذہبی جنگ کے نام پر جرائم کیے جا سکتے ہیں۔

* * * * *

حقِ تعالیٰ کی خوشنودی کی راہ میں کیے جانے والے کاموں کا ہر ذرہ سورج، ہر قطرہ دریا، اور ہر آن ابد کی قیمت رکھتی ہے۔ اِدھر تو یہ بات ہے اور اُدھر جس راہ پر چلنے سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نہ حاصل ہوتی ہو اِس سے دنیائیں بے شک جنتوں میں تبدیل ہو جائیں مگر اِس کام کا اثر صفر ہی ہوگا، قیمت کچھ نہیں ہوگی، اور یہ متعلقہ شخص کی کمر پر ایک وبال ہوگا۔

وسائل اور ذرائع کی قدر و قیمت کا پیمانہ یہ ہے کہ مقصد کا حصول کس حد تک ممکن رہا اور مقصد کے حصول کی راہ میں نقائص کس حد تک حائل ہوئے۔ اِسی اعتبار سے جو وسائل مقصد کے حصول تک نہیں پہنچاتے بلکہ مقصد کے حصول کی راہ میں روڑا اٹکاتے ہیں اُنہیں ''ملعون'' کہا جاتا ہے۔ دنیا پر لعنت کا بھیجا جانا بھی خدائے تعالیٰ کے اسی پہلو سے منسلک ہے۔ ورنہ یہ دنیا جو ہزاروں اسمائے الٰہی کے جلووں کی عکاسی کرنے والی ایک محتشم نمائش گاہ کی حیثیت رکھتی ہے، یہ ایک ایسی جگہ ہے جس سے محبت بھی کی جاتی ہے اور جس کی تعریف کے پل بھی باندھے جاتے ہیں۔

* * * * *

حق کو ہاتھ میں لے کر بلند کرنے کے موضوع سے متعلق قسم قسم کے راستے اور ذرائع موجود ہیں۔ ان کی قدر و قیمت اِس بات پر منحصر ہے کہ یہ حق کی کس قدر عزت اور احترام ملحوظِ خاطر رکھتے ہیں اور حقیقت کے بارے میں انسانی سوچ کی کس حد تک نشوونما کرتے ہیں۔ اگر ایک گھر اپنے اندر پناہ لینے والوں کو اپنی مہارت سے اُڑنے کے قابل بنا دیتا ہے، ایک معبد اپنے محراب میں جمع ہونے والی جماعت کے ابدیت کے تصور کا خمیر اٹھا کر اس کی ماہیت بدل دیتا ہے، اور ایک مکتب اپنے طلباء کو امید اور یقین کے ذریعے بڑے بڑے کام کرنے کی جرات عطا کر دیتا ہے تو گویا یہ سب ان کاموں کا وسیلہ بننے کا فرض ادا کر دیتے ہیں۔ لہٰذہ یہ سب مقدس ہیں۔ ورنہ ان

Marfat.com

میں سے ہر ایک ایک ایسا جادو کا جال ہے جو اولادِ آدم کی راہ کاٹ دیتا ہے۔ یہی حال معاشرے' اِدارے' اوقاف' سیاستدانوں وغیرہ کا بھی ہے۔۔۔!

* * * * *

ہر اِدارہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا' اس کے بانی کو چاہیے کہ وہ اِس اِدارے کے بنانے کا مقصد اور اُس کے جاری رہنے کی حکمت کو اکثر ذہن میں لاتا رہا کرے تاکہ اس کے کام کا ہدف ہاتھ سے نہ چھوٹے اور اِدارہ بارآور ثابت ہو سکے۔ اس کے برعکس وہ ہوسٹل' یتیم خانے اور مکتب جو اپنے ہدف اور قیام کے مقصد کو بھول جاتے ہیں' بالکل اُن انسانوں کی طرح ہوتے ہیں جو اپنی پیدائش کے مقصد کو بھول چکے ہوتے ہیں اور اَصل راہ سے ہٹ کر اُلٹی راہ پر چلتے رہتے ہیں مگر اپنے اصل ہدف تک کبھی نہیں پہنچ سکتے۔

* * * * *

ذہنی اجارہ داری اور سچ کو صرف اپنے آپ تک محدود رکھنا وسیلہ پرستی اور ہدف تعین نہ کرنے کی علامت ہے۔ ایک ہی یقین' ایک جیسے احساسات اور خیالات کے لوگوں کے خلاف کینہ پروری اور نفرتیں اگر ہدف اور مقصد کے خیال سے محرومیت کی دلالت نہیں ہیں تو پھر کیا ہیں؟ حیف ہے اُن لوگوں پر جو یہ سوچتے ہیں کہ کائنات کا نظام اُنہیں کے ناقص حساب سے چلایا جا رہا ہے' اور حیف ہے اُس ذلیل مخلوق پر' اُن نفس کے غلاموں پر جو نفس سے آزادی کو قبول نہیں کرتے۔۔۔!

* * * * *

صلاح مشورہ

مشورہ محدود عقل اور محدود سوچ کو لامحدود بنانے کا اہم راستہ ہے۔

* * * * *

Marfat.com

مشورے جتنی امیر کوئی ریاست نہیں اور اس جیسی طاقتور کوئی فوج نہیں۔

* * * * *

جب صحابہ کرام کی تعریف کی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ ''اُن کے کام باہمی مشورے سے کئے جاتے تھے''۔ یعنی اُن کی دیگر صفات سے نہیں بلکہ باہمی مشورے کے وسیلے سے انہیں یاد کیا جاتا ہے۔

* * * * *

عقلمند سے چند قدم بڑھ کر عقلمند وہ شخص ہے جو دوسروں کی عقل اور سوچ کی قدر بھی کرتا ہے۔

* * * * *

خیالات کا زنگ دور کرنے کے لیے سب سے موثر اور اکسیر شے صلاح مشورہ ہے۔

* * * * *

اگر ایک عقل سے دو عقلیں بہتر ہوتی ہیں تو سینکڑوں عقلیں یقیناً ایک عقل سے بہتر ہوں گی۔ تو گویا باہمی مشورہ اِس عقلوں کے یکجا ہونے کا نام ہے۔

* * * * *

وہ لوگ جو اپنی عقل پر بھروسہ کرتے ہوئے دوسروں کے خیالات کی طرف توجہ نہیں دیتے وہ خواہ غیر معمولی ذہانت کے مالک ہی کیوں نہ ہوں' بے عقل سمجھے جاتے ہیں کیونکہ وہ مشورے کو ترک کر دیتے ہیں جو کہ استدلال کو اہم گہرائی مہیا کرتا ہے۔

* * * * *

پیش بندی (احتیاط)

پیش بندی ایک ایسا اہم طرزِ عمل ہے جو کسی کام یا منصوبے کے دوران نقصان کے احتمال کے پیشِ نظر اور ایسی مصیبتوں کے خلاف اختیار کیا جاتا ہے جن میں انسان مبتلا ہو سکتا ہے۔ اِن مصیبتوں کے نتیجے میں آہ و بکا شروع کر دینے کی بجائے احتیاطی تدابیر پر عمل کیا جا سکتا

Marfat.com

ہے۔ بے شمار ایسے مہم جُو دیکھے گئے ہیں جو حادثات کی وجوہات کی تہ تک پہنچنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ لہٰذا ان حادثات سے مقابلے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ چنانچہ حادثے کے نتیجے میں یا گھٹنے پیٹ لیتے ہیں اور یا تقدیر کو کوسنے لگتے ہیں۔ جی ہاں، وہ پہلے تو اپنی تدبیر میں غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں اور پھر تقدیر کی تنقید کر کے دوسری غلطی کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔

* * * * *

ہدف کے طور پر کسی منصوبے یا پلان کا مقرر کردہ نتیجہ جس قدر عظیم ہوگا اُس کے حصول کے لیے لازم تدابیر پر عملدر آمد بھی اُتنا ہی زیادہ اہم ہوگا۔ لہٰذا اگر ایک شخص اپنی ذمہ داری کے سائز کے حساب سے اور نفع نقصان کے اندازے کے مطابق اپنے کام کو منظم نہیں کرتا تو وہ یا تو اپنے ذمے لیے گئے منصوبوں کے ساتھ غیر سنجیدہ مہم جُو کا سا سلوک کرتا ہے اور یا پھر وہ ایک سادہ لوح احمق ہے۔ اس قسم کے احمقوں کی کاوشیں کام کاج چھوڑ کر بیٹھ جانے سے بھی زیادہ ضرر رساں ہوتی ہیں۔

* * * * *

اپنی امید کے مطابق نتائج حاصل کرنے میں تدبیر اور احتیاط انسان کے لیے بہت بڑے سرمائے کا کام دیتے ہیں۔ اِس سلسلے میں کی جانے والی چھوٹی سی ڈھیل یا غفلت بھی اُن بڑی خطاؤں میں شمار کی جاتی ہے جو ایک دوسرے پر الزام لگانے کا سبب بنتی ہیں۔ عقلمند انسان وہ ہے جو محتمل نقصانات کے معرضِ وجود میں آنے سے پہلے ہی اِن سے بچاؤ کی تدابیر ڈھونڈ کر ہر چیز کو اُس کے مناسب مقام پر رکھ دے۔ جی ہاں، جیسے ہمارے بزرگوں نے فرمایا: ''پیشتر اِس کے کہ چور آپ کو آ پکڑے آپ کو ہر حالت میں چور کو پکڑ لینا چاہیے'' تا کہ چور اور تقدیر پر الزام دھرنے کے درمیان بھاگتے رہنے کی نوبت نہ آئے۔

* * * * *

Marfat.com

انسان کو چاہیے کہ کوئی کام شروع کرنے سے پہلے ایک ابتدائی پلان اور اُس کی تدابیر تیار کر لے۔ نتیجے کے اعتبار سے بھی جو اشیاء مادی اور معنوی فائدے اور فضیلت کا وعدہ نہیں کرتیں اُن سے ہر حالت میں بچنا چاہیے۔ اِس قسم کے ابتدائی پلان کے بغیر ہاتھ میں لیا جانے والا ہر منصوبہ عبس ہوگا۔ اور اپنے آپ کو عبس اشیاء میں الجھانا اِس بات کی دلیل ہے کہ متعلقہ شخص میں عقل کا فقدان ہے اور وہ ابھی تک اپنے بچپن ہی کی زندگی گزار رہا ہے۔

* * * * *

ایک شخص دقت طلب امتحانوں اور نامساعد شرائط میں حاصل کردہ کامیابیوں کے ذریعے اپنی قدر و قیمت کی توثیق کرتا ہے اور پھر اِسے دوسروں کے آگے رکھتا ہے۔ جہاں تک اِن مشکل شرائط میں پیش کی جانے والی خدمات سے حاصل کی گئی کامیابی کا تعلق ہے' اُس کی قدر و قیمت ہر شے سے پہلے ایک معقول پلان اور اُس پلان کے مطابق عمل کرنے سے وابستہ ہے۔ اِس طرح' ایک فرد کی قدر و قیمت اُس کی کامیابیوں کے اور اُس کی کامیابیاں کسی عظیم منصوبے کی ابتداء سے پہلے کئے جانے والے فیصلوں کی نسبت سے ہوتی ہے۔

* * * * *

جس طرح احتیاط کرنا ڈر کر پیچھے کھڑے رہنے سے بالکل مختلف عمل ہے اُسی طرح بغیر سوچے سمجھے کام کرنے کا جسارت اور مردانگی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر سال کے پہلے نصف حصّے میں ہی اخراجات میں افراط ہو جائے تو ایک طرح کے نقصان کا سامنا ہونا موضوعِ بحث ہو سکتا ہے۔ مگر یہ نقصان قطعاً مقامی ہوگا اور یہ اُن خساروں میں سے ہوگا جن کا علاج ڈھونڈا جا سکتا ہے۔ جو لوگ اندھا دھند کئے جانے والے کام کو مردانگی سمجھتے ہیں اُن کی بے بنیاد حرکات اور ڈان کشوٹ جیسا طرزِ عمل ہمیشہ خطرناک ثابت ہوتا ہے۔

* * * * *

Marfat.com

ہر بُری خصلت کی طرح ہمیں مغرب کی طرف سے تحفے کے طور پر دی گئی ایک بات یہ بھی ہے کہ ہم ایک ہجوم کی سی روحانی حالت میں ہوتے ہوئے (کہ جو محض ایک چال یا فریب ہے) ایک ہجوم کے شکار کے لیے گھر سے نکل کھڑے ہوں۔ جو لوگ اِس باطل اور موروثی جھوٹے خیال پر یقین رکھتے ہیں اُن کے مطابق "اگر ایک انڈے کے اِرد گرد (بچہ نکالنے کے لیے) کوّوں کا ایک چیختا چلّاتا ہجوم منڈلاتا رہے تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہوگی۔" مگر ہماری سوچ کے مطابق ہر قومی مسئلہ ایک مناسب ماحول اور حدود اربعے کے اندر حل کیا جانا چاہیے۔ اِس کام کے لیے ماحول ایسا پُرسکون ہونا چاہیے جیسا اُن مقامات پر ہوتا ہے جہاں مُونگے انڈوں سے بچے نکالنے کی نہایت پُر اضطراب حالت میں ہونے کے باوجود صبر اور خاموشی سے بیٹھ کر انڈوں کو سینچتے اور بچے نکالتے ہیں۔

* * * * *

حق تعالیٰ کے نزدیک انسان کی عظمت اُس کی بلند حوصلگی سے ناپی جاتی ہے۔ بلند حوصلگی کی واضح ترین علامت یہ ہے کہ انسان دوسروں کی خوشی کی خاطر اپنی ذاتی لذتیں اور ذوق قربان کر دے۔ مجھے نہیں معلوم آیا کوئی اِس سے بڑی قربانی کا بھی تصور کر سکتا ہے یا نہیں کہ ایک شخص معاشرے کی سلامتی کی خاطر اپنی حیثیت اور شہرت پاؤں تلے روند دے، جہاں چنگھاڑنا بھی جائز ہو وہاں بھی اپنا غصہ پی کر برداشت کرنا جانتا ہو اور جو ہر ایسی جگہ پر جہاں ذاتی خوشی اور فلاح موضوع بحث ہو وہاں اپنی خواہشوں اور ضروریات سے دستبردار ہو جائے۔

جس طرح فاتح افواج کی بہادری کو اور جنرل سٹاف کے جنگی منصوبوں کو اُن کی تمام فتوحات میں کوئی اہمیت نہ دینا بے وقوفی ہے، اِسی طرح تمام کامیابیوں کو عمومی جسارت سے جا ملانا اور پلاننگ کو بالکل کوئی وقعت ہی نہ دینا بھی حماقت ہے۔

* * * * *

کسی کام کا بیڑا اُٹھانا اور اُس کام کی تدابیر دونوں ایک ایک دعوت نامے کی طرح ہیں جو حق تعالیٰ کی خدمت میں اُس کی عنایات حاصل کرنے کے لیے پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ دونوں

Marfat.com

ایک ہی حقیقت کے دو رخ ہیں۔ اِن میں سے اگر ایک میں بھی کوئی غلطی ہو جائے یا کمی رہ جائے تو کئی بار عنایاتِ باری تعالیٰ رُک جاتی ہیں جو کہ ناکامی کا سبب بن سکتی ہیں۔ پرُ رکاوٹ کے بغیر چلتے جانا اُسی حالت میں ممکن ہوتا ہے جب بصیرت سے کام لیا جائے۔ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو یہ بات سمجھتے ہیں۔

* * * * *

صبر

صبر دردوں کو دور کرنے والی کڑوی بوٹی کی طرح ہے۔ یہ انسان کی جان کو جلاتا بھی ہے اور اِس کا علاج بھی کرتا ہے۔

* * * * *

ہر مشکل کے پیٹ میں آسانی کا جرثومہ بھی ہوتا ہے مگر مدتِ حمل کا صبر سے انتظار کرنا بھی لازم ہے۔

* * * * *

صبر وثبات اور کامیابی ایک دوسرے سے مختلف دکھائی دیتے ہیں مگر دونوں جڑواں بچے ہیں۔

* * * * *

دریا قطروں سے معرضِ وجود میں آتے ہیں مگر قطروں کے دریا بننے کے لیے درکار وقت کو کم کرنے کی طاقت کسی میں نہیں ہے۔۔۔

* * * * *

تمنا کے پورا ہونے کی بہترین راہ صبر واطمینان ہے۔

* * * * *

Marfat.com

جلد باز کے کھلیان میں جس شے کی بہتات ہوتی ہے وہ ہے غلطی۔

* * * * *

چوٹیوں کا راستہ وادیوں سے شروع ہوتا ہے مگر صرف صبر کرنے والوں کے لیے۔۔۔

* * * * *

اگر کسی چیز کی ابتداء زہر اور انتہا شربت و شکر ہے تو وہ صبر ہے۔

* * * * *

حوادث کے مقابلے میں مثبت طرزِ عمل کا نام صبر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا رسیدہ لوگ صبر کا وقت آنے سے پہلے صبر کی خواہش کرنے کو ناپسند گردانتے ہیں۔

* * * * *

خفگی نہیں، برداشت

جب ماحول پر ابھی اچھا خاصا اندھیرا ہی چھایا ہوتا ہے اُس وقت ہر طرف اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچانے والے تم ہو۔ قدر ناشناس لوگوں کو اِس بات کا پتہ نہ بھی ہو مگر زمین و آسمان دونوں تو اِس کے شاہد ہیں۔ خبردار! اصولوں سے ناواقف لوگوں کو دیکھ کر تم ملامت کرنے والے نہ بن جانا! تمہاری خدمات کی تعریف خلقِ خدا نہ بھی کرے مگر حق تعالیٰ تو جانتا ہی ہے نا!

* * * * *

تم نے اخلاق کے مطالبات پورے کر دیئے اور اب تمہارا اِرد گرد کا ماحول ایک لالہ زار کی طرح ہے۔۔۔ تمہارے ماحول میں پھلنے پھولنے والے گلاب اِس قدر زیادہ تعداد میں ہوتے ہوئے بھی تم پانچ سات کانٹوں کی شکایت کیوں کرتے ہو؟ خاص طور پر جب یہ بدنصیبی

Marfat.com

پھلواریوں کی دیکھ بھال میں کی گئی کسی غلطی یا کمی کے ردِعمل کا نتیجہ ہو تو!؟

* * * * *

ایک دل جس نے اپنے آپ کو حق تعالیٰ سے جوڑ رکھا ہو اُس کے لیے آخرت کی راہ میں کی گئی خدمات کا بدلہ دنیا میں مانگنا آداب کی خلاق ورزی نہیں تو اور کیا ہے؟ اور پھر دنیا اور اِس میں رہنے والی ہر چیز تو فانی ہے جبکہ آخرت' جس کی خوبصورتی اور احتشام سے عقل دنگ رہ جاتی ہے' کیا وہ باقی نہیں ہے؟ اگر یہ بات ہے تو پھر حق کی راہ میں کی گئی جدوجہد کا بدلہ مانگنے سے باز آ جا! آخرت اور بعد کی دنیا ہزار ہا دنیاؤں سے بہتر ہے۔

* * * * *

اگر عوام اپنی توجہ تمہاری طرف مبذول رکھتے ہیں' خواہ وہ کتنا ہی جائز کیوں نہ ہو' تم اِسے اپنی بڑائی کی علامت سمجھتے ہوئے حُسنِ ظن کے باعث ذہن میں آنے والے بلند مقامات کے لیے کمربستہ نہ ہو جانا۔ خاص کر دوسروں کو اپنے آپ سے گھٹیا سمجھنے کی بے ادبانہ حرکت کا ارتکاب ہرگز نہ کر بیٹھنا! کیونکہ حق تعالیٰ کے نزدیک انسان کی قدر و قیمت کا انحصار روح کی پاکیزگی اور دل کی عظمت پر ہوتا ہے۔ جسمانیت کو قیمتی سمجھتے ہوئے گوشت اور ہڈیوں کے بوجھ تلے رہ کر چلا جانا کتنی اذیت ناک بدقسمتی ہے۔۔!

* * * * *

بڑوں کے لیے احساسِ حرمت ایک بنیادی بات ہی سہی مگر یہ ضروری ہے کہ اِسے خود طلب نہ کیا جائے۔ اگر تمہارے مانگے یا امید رکھے بغیر دوسرے لوگ خود بخود تمہاری عزت کرتے ہیں تو اِس میں کوئی حرج نہیں۔ اِس کے مقابلے میں اِس بات کی آرزو کرنا اور پھر دوسروں کے پیچھے پڑے رہنا ایک ایسے محبوب کی طرح ہوگا جس سے کبھی وصال نہ ہو سکے۔ یہ حرکت انسان کو غربت اور اضطراب میں پھنسا کر چھوڑ دیتی ہے۔

* * * * *

Marfat.com

عوام کا تمہیں بڑا سمجھنے اور لوگوں کی نظروں میں تمہیں بڑا کر کے دکھانے پر تمہیں بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ عوام کی ایسی توجہ آسمانوں کے اُس طرف حُسنِ قبول کا ایک عکس ہونے کے اعتبار سے اگر مقبول بھی سمجھی جائے پھر بھی یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی آرزو کی جائے۔ اگر یہ انسان کو تھوڑی سی مدت کے لیے خوش بھی کر دے تو اُسے اکثر اوقات رُلاتی اور کراہنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ تمہیں چاہیے کہ اِس طرح کی آئی گئی نوازشوں سے دھوکا کھا کر اپنے دل کو آزردہ نہ کرو۔

* * * * *

کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ تمہاری خدمات جس قدر بڑھ کر وسیع علاقے میں پھیلیں گی اُسی لحاظ سے تمہیں اپنے دشمنوں اور اپنے علاقے کے لوگوں کے سامنے امتحان سے گزرنا پڑے گا؟ ذرا سوچو! تمہارے جن دوستوں میں سے ہر ایک حق تعالیٰ کے ہاتھوں میں امتحان کے ایک عنصر کی طرح استعمال کیا جائے گا اُن کے ساتھ فیاضانہ سلوک کیا کرو!

* * * * *

خبردار اپنی قوم کی خاطر کی ہوئی خدمات' اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ کی ہوئی نیکیوں کو اُن کے منہ پر مار کر اپنے اردگرد کے لوگوں کو اپنے آپ سے بیزار نہ کرنا! یہ نہ بھولنا کہ جو کچھ تم نے کیا وہ تمہارا فرض ہے اور تم اُسے کرنے کے لیے جوابدہ اور ذمہ دار بھی ہو!

* * * * *

جو کتابیں تم نے پڑھی ہیں' وہ موضوعات جن کے بارے میں تم نے سوچ بچار کر کے اُن کا تجزیہ کیا ہے' اور حق کی راہ میں پھولے ہوئے سانس سے جو جہاد کیے ہیں اِن سب کی نسبت سے اگر تم انکساری کی حدود میں نہیں رہتے' اور قہر و کرم کو ایک ہی چیز سمجھتے ہو تو یہ سوچ کر کانپ اٹھو کہ ہر بڑا کام کرتے وقت خُودی کے خونخوار پنجوں میں کچل دیئے جاؤ گے!

* * * * *

خبردار! میرے سامنے اپنی خدمات کی بڑائی اور بڑی بڑی قربانیوں کے متعلق کبھی

Marfat.com

بات چیت نہ شروع کر بیٹھنا! اگر مجھے کچھ بتانا چاہتے ہو تو میری درخواست ہے کہ مجھے یہ بتاؤ آیا تم اپنی کاروائیوں کو سرکاری مال کی طرح سرِ بازار لا کر رکھتے وقت یہ دیکھ سکتے ہو کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں میں سے ایک مہربانی ہے جو تمہارے دوستوں کی کوششوں سے معرضِ وجود میں آئی ہے۔ یا یہ کہ خدمت کا وقت آنے پر تم اگلی صفوں میں اور اجرت لینے کے لیے پچھلی صفوں میں کھڑے ہو سکتے ہو! اِن باتوں کا ذکر کرو تا کہ تمہاری شیریں زبان میرے دل کو آباد کر دے۔

* * * * *

''میرا علم' میری عزت' میری شہرت'' جیسے الفاظ استعمال کر کے اپنی خودسری کے گیت گا گا کر اپنے دشمنوں کو خوش اور دوستوں کو دلگیر نہ کرو! اگر تم میں استعداد ہے تو اِسے یوں استعمال کرو کہ یہ اگلے جہان میں تمہارے لیے سنبل پیدا کرے' بارآور ہو سکے! اگر تمہاری زندگی کی کوئی قابلِ ذکر داستانیں ہیں تو انہیں ملائکہ کے ابدی نغموں کی شکل میں استعمال ہونے کے لیے رہنے دو۔

* * * * *

بے ثباتی اور ثبات

حقیقت کو پا لینا اور اُسے اپنا دل دے دینا جس قدر اہم ہے' حقیقت کو پا کر اُس سے وفاداری کرنا' اُس کی بتائی ہوئی راہ پر ثبات سے چلتے رہنا بھی اُتنا ہی اہم ہے۔ اور اُس پر سختی سے قائم رہنا بھی ایک قابلِ قدر خاصیت ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جو شخص روحانی طور پر حقیقت کی روشنی پا لیتا ہے اُس کے بارے میں یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ وہ آسانی سے اپنی راہ اور جہت تبدیل کر لے گا۔۔۔! جہاں تک ایسے لوگوں کا تعلق ہے جو صبح شام بغیر وقفے کے اپنے محراب تبدیل کرتے رہتے ہیں' تو وہ اِن بدنصیبوں میں سے ہوتے ہیں جو ابھی تک حقیقت کو نہیں پا سکے' یا اُن نالائقوں میں سے ہوتے ہیں جنہیں حقیقت کی قدر و قیمت کی سمجھ ہی نہیں آ سکی۔

* * * * *

Marfat.com

وہ خوش قسمت لوگ جنہوں نے اپنے دلوں کو حقیقت کے سمندر کا ساحل بنا لیا ہے' وہ ایک غیر تسکین پذیر آرزو اور اشتیاق کے ساتھ اُس سمندر سے آنے والی لہروں کو اپنے سینے پر قبول کرتے اور پھر یہ پوچھ کر اپنے لیے شہرت کماتے ہیں کہ ''کیا اور بھی ہیں؟'' یہ وہ لوگ ہیں جن کا دورِ جستجو ختم ہو چکا ہے' جو اپنا محراب پا چکے ہیں' اور جن کی روحوں میں حقیقت ہمیشہ کے لیے گھر کر چکی ہے۔ جہاں تک لگاتار موجزن رہنے والے لوگوں کا تعلق ہے تو وہ یا تو جستجو کے اصولوں سے نابلد محدودِ چند ناتجربہ کار شخص ہوں گے یا پھر ایسے قوتِ فیصلہ سے محروم افراد ہوں گے جو جستجو اور حصول کے فرق سے ناواقف ہونے کے باعث اِن دونوں کو آپس میں خلط ملط کر دیتے ہیں۔ حاصل وہی کرتے ہیں جو جستجو کرتے ہیں۔ جو حاصل کر چکتے ہیں وہ اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے ہیں۔ اور جو سرگرداں یہ سمجھتے ہیں کہ اُنہوں نے حقیقت کو پا لیا ہے وہ زندگی بھر ایک ہی جگہ پر گھومتے رہتے ہیں۔

* * * * *

ایک ہی جگہ پر ڈٹ کر اپنی پوزیشن کی حفاظت کرنا دشمن کو مغلوب کرنے اور اپنے ہدف تک پہنچنے کا اوّلین ذریعہ ہے۔ محاذ کو ترک کر کے الگ ہو جانے والے' اپنی پوزیشن کو ترک کر دینے کی گھڑی سے ہی شکست کی راہ پر گامزن سمجھے جاتے ہیں۔

* * * * *

محاذ سے فرار ہونے والا ہر شخص سب سے پہلے اپنے ضمیر کے سامنے اور پھر تاریخ اور آنے والی نسلوں کے سامنے اپنے آپ کو ملزم گردانتا ہے۔ اِس وجہ سے گویا وہ اپنے مقصد کے دشمن عناصر کے ہاتھوں پٹ جاتا ہے۔ ہر عظیم دعوے کی خاطر اپنی پوزیشن کا ثبات کے ساتھ دفاع کرتے رہنا بہادری کی علامت ہے۔ ہوا کی رَو کے مطابق اڑتے پھرنے والے نفس کے غلام جو آزادی قبول نہیں کرتے' اگر یہ بات نہ سمجھیں' اِسے سمجھنے کی نیت بھی نہ رکھتے ہوں تو وہ علیحدہ بات ہے۔ مگر جو حقیقتاً انسان ہیں وہ جب ایک مرتبہ حقیقت کو سمجھ لیتے ہیں تو پھر ذاتی مفادات اُن کے پاؤں کی زنجیر نہیں بن سکتے' خوف اُن کا راستہ روک کر اُن کے لیے سدِ راہ نہیں بن سکتا' شہوت اُن کا پیچھا نہیں کر سکتی۔ وہ اِن سب رکاوٹوں کے اوپر سے گزر جاتے ہیں جیسے وہ ہوا میں پرواز کر رہے ہوں۔

* * * *

Marfat.com

خدمت کے دوران لگاتار اپنے افکار اور مقام تبدیل کرنے والے لوگ نہ صرف اپنی خود اعتمادی اور بھروسے کے احساسات کو ٹھیس پہنچاتے ہیں بلکہ مسئلے کے حل میں اپنے ساتھیوں کے لیے بھی امید شکن ثابت ہوتے ہیں۔ جس طرح ذوق وشوق سے مارچ کرنے والی کسی جماعت میں سے کسی ایک شخص کا صف سے نکل کر غائب ہو جانا اُس یونٹ کی رفتار کی روانی میں خلل اور اِس جماعت میں ابتری پیدا کرنے کا سبب بن جاتا ہے بالکل اسی طرح ایک مشترکہ آئیڈیل کے حصول کی خاطر ترتیب دیئے گئے کسی گروہ میں سے بعض لوگوں کا علیحدہ ہو جانا بھی دوستوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتا ہے۔ اُن میں (شرمندگی) بدبینی اور ذلت کا احساس پیدا کرتا ہے، جبکہ دشمنوں کو خوشیوں سے ہمکنار کر دیتا ہے۔

* * * * *

وہ لوگ جو اکثر اپنے عہد و پیمان توڑ کر فیصلے کرنے کے معاملے میں ڈھلمل یقینی کے گڑھے میں جا گرتے ہیں، ایک دن آتا ہے جب وہ خود اعتمادی کھو کر آہستہ آہستہ دوسروں کے زیرِ اثر چلے جاتے ہیں۔ یہ مفلوج روحیں وقت کے ساتھ ساتھ اپنی شخصیت مکمل طور پر کھو بیٹھتی ہیں اور پھر اپنے لیے بھی اور اپنے معاشرے کے لیے بھی ایک ضرر رساں عنصر بن کر رہ جاتی ہیں۔

* * * * *

آج ایک قسم کے چھوٹے چھوٹے حسابوں تلے پسے جانے والے، اپنی حیثیت، منصب، شہرت، اور شہوت جیسی چیزوں میں الجھ کر رہ جانے والے لوگ جب مفادات کی قوس قزح کی طرح ہمارے افق پر چھا جائیں گے، جب اُن کے خوف اور اندیشے ہمارے اِرادوں پر کمند پھینکیں گے تو پھر کون جانے وہ لوگ کیا کچھ کر ڈالیں گے۔۔۔؟

* * * * *

انسانی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جن سے پتہ چلتا ہے کہ ہزاروں مزدوروں اور جانبازوں کا خون پسینہ بہا کر کئی شہر اور قلعے فتح کیے گئے مگر کئی بار محض ایک غدّار اور

Marfat.com

نامرد کی غدّ ارانہ حرکت کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ سب دوبارہ ہاتھوں سے نکل گئے۔ایسے واقعات خواہ صرف کسی ایک قوم تک ہی محدود کیوں نہ ہوں' تعداد میں اتنے زیادہ ہیں کہ لغاتوں میں بھی نہیں سما سکتے۔

* * * * *

آہ' قاتل شہرت' بے ایمان شہوت' قابلِ نفرت طمع کاری!۔۔۔کتنی روحیں ہیں جو محض ایک ہی بار تمہارے احاطے میں آئیں اور آتے ہی پیلی زرد ہو کر مُرجھا گئیں۔ کتنے دل ہیں جو تمہاری آب و ہوا میں آکر خزاں رسیدہ پودوں کی طرح پتہ پتہ جھڑنے سے غائب ہو گئے۔اور کتنے سرو قامت انسان تھے جو تمہارے شوخ قہقہوں کے نتیجے میں معبد چھوڑ کر میخانوں میں جا گرے۔جی ہاں' تمہارے ماحول میں آنے والے دلیر جوان تتلی بن گئے' پھوہڑ ہو گئے۔تمہارے اِرد گرد آنے والے جوان بوڑھے ہو کر غائب ہو گئے!۔۔۔

* * * * *

صاحبِ یقین ایک ہی مرتبہ دھوکا کھاتا ہے

ہر عظیم آئیڈیل اور بلند منصوبہ منظّم سوچ اور ایک صحتمند پلان کی شکل میں وجود میں آتا ہے۔اپنے طرفدار حاصل کرتا ہے اور دن میں کئی بار متعلقہ افراد کی قسمت پر مُسکرانے والے ایک محراب کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔جن منصوبوں یا مسئلوں کو یہ حمائیت اور طریقہ کار حاصل نہ ہو سکے وہ پیدائش سے پہلے ہی مر جاتے ہیں۔

* * * * *

کسی منصوبے یا دعوے کا وجود یا عدم وجود' اُس کا منظّم طور پر چلتے رہنا یا بدنظمی کے

Marfat.com

باعث تتر بتر ہو جانا بعض عناصر پر منحصر ہے جن کی بنیاد کسی صورت میں بھی ایسے سہاروں، قوتوں، اور غیر یقینی محرکات پر نہیں رکھنی چاہیے جو ہمارے اپنے ہاتھ میں نہ ہوں۔ جو لوگ اپنے آئیڈیلوں کی تکمیل کے لیے ایسے سہاروں پر اعتماد کرتے ہیں وہ ہمیشہ دھوکا کھاتے ہیں۔ اپنا مستقبل اِن سہاروں پر کھڑا کرنے والے ہمیشہ اپنی ہی بنا کر پیش کی گئی اشیاء کے ملبے تلے آ کر کچلے جانے کے بعد ہمیشہ کے لیے غائب ہو چکے ہیں۔

* * * * *

کسی مسئلے میں آئیڈیل کی عظمت کے نہایت اہم عناصر یہ ہیں: سوچ اور پلان کا ٹھوس ہونا اور مسئلے کے نمائندوں کا اخلاص اور دل لگا کر مسئلے کی پیروی کرنا ہیں۔ دراصل ہر مجوزہ کام کی ضرورت کی وجوہات کا انتخاب اور اِس سے متوقع نتائج کے حساب سے اُس کام کا عملاً ممکن ہونا بھی اُسی نسبت سے اہم ہوتا ہے۔ جس کام کے متوقع نتائج کا پہلے سے تجربہ نہ کیا جا چکا ہو اور جس کے ضروری ہونے کی وجوہات کی تائید متعلقہ اعلیٰ حکّام سے حاصل نہ کی گئی ہو اُس کے لیے کمر بستہ لوگ نہ صرف اُن پر اعتماد کرنے والوں کو دھوکے میں رکھ کر اُن کی مایوسی کا باعث بنتے ہیں بلکہ خود بھی قابلِ افسوس حالات سے دوچار ہوتے ہیں۔

* * * * *

حق کی جستجو بھی حق پر ہی مبنی ہونی چاہیے اور حق کی تحقیق بھی سب سے زیادہ برحق ذرائع سے کی جانی چاہیے۔ حق کو ایسی آب و ہوا میں تلاش کرنا جہاں حق کی سوچ کے بارے میں کسی کو علم ہی نہ ہو بے پرواہی ہے۔ اور باطل وجوہات کے تاریک ماحول میں اس کا پیچھا کرنا اپنے آپ کو دھوکا دینے کے مترادف ہے۔

* * * * *

Marfat.com

مثبت اشیاء کی بنیاد منفی سوچ اور منفی نظام پر نہیں رکھی جا سکتی۔ منفی اشیاء کے درمیان مثبت کا مقام بالکل ایسا ہی ہو جیسے کوئی گھومتے دروازوں کے درمیانی خلاء میں چلنے کی کوشش کرے۔ چلتے ہوئے انسان کی چال رکنی نہیں چاہیے بلکہ اُسے رکاوٹ کو پار کر کے چلتے رہنا چاہیے اور ٹکراؤ تو ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔

* * * * *

قائم رہنے والی حقیقتیں وقتی اور تغیّر پذیر اشیاء سے نہیں باندھی جا سکتیں۔ ایک تیرتے جزیرے پر نہایت حیاتی قسم کے اداروں کی تعمیر ایسی ہی ہے جیسے کسی ایسے ادارے سے پلو باندھ کر ملازمت کرتے رہنا جس کی باگ ڈور ہمیشہ بدلتی طاقتوں کے ہاتھوں میں ہو۔

* * * * *

تضادات

تم اپنے احساست اور سوچ کو مانجھ کر اپنی حقیقت تک پہنچنے کی، انسانی صلاحیتوں کو سدھار کر ربّانیت تک پہنچنے کی سوچ رہے ہو۔ مگر نفسانی لذّتوں سے چھٹکارا حاصل کر کے حیوانی آرزوؤں کے خلاف بغاوت کئے بغیر یہ کیسے ممکن ہے!؟

* * * * *

تم اپنی قلبی زندگی میں ''توحید'' تک پہنچنے کی، اور رسمی اور روحانی ذوقیات میں ڈوبے رہنے کی آرزو کرتے ہو مگر یہ کیسے ممکن ہے جبکہ تمہارے اندر ہزاروں بُرے احساسات حکمرانی کر رہے ہیں، اور تم ہر موڑ پر جسمانی لذّتوں کو ''لبیک'' کہتے رہتے ہو؟!

* * * * *

Marfat.com

تم پر لگوا کر پرواز کرنے، بلندیوں پر جا کر آسمانوں کے اُدھر کے عالموں میں پہنچ جانے کی سوچ میں رہتے ہو۔ مگر یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے جب تک تم ایک بچے کی طرح اِس دنیا کے کیچڑ اور گندگی سے بندھے رہو گے!؟

* * * * *

تم ہمیشہ اِس امید میں رہتے ہو کہ تمہارے افق پر پلک جھپکنے میں نئے نئے شفق ظاہر ہوں جو ململ جیسے باریک کپڑے میں لپٹے دکھائی دیں۔ مگر اپنے دل کو بلند آئیڈیلوں سے آراستہ کئے بغیر یہ کیسے ممکن ہوگا!؟

* * * * *

تم صدیوں سے ایک دوسرے پر ڈھیروں کی طرح جمع ہونے والے مسائل کو حل کرنا چاہتے ہو۔ مگر جب تک تم اِس بات کا ارادہ نہ کرلو کہ تم سالہا سال، بلکہ صدیوں تک عزم وارادے کی راہ پر چلتے رہو گے تب تک یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے!؟

* * * * *

تم وطن کی ترقی کر کے بلندیوں تک رسائی اور اپنے ہم وطنوں کی فلاح کی بات کرتے ہو، مگر جب تک سکولوں، فوج کی بیرکوں اور روحانی تکیوں کی مثلث کے ذریعے اپنی نسلوں کو پر مہیا کر کے اُنہیں شیطانی مثلثوں سے زیادہ بلندی پر اُڑنے کے قابل نہیں بناؤ گے تب تک یہ کام کیسے بن سکتا ہے!؟

* * * * *

تمہارا دل صاحبِ مال وملک بننے کا خواہشمند ہے اور تم اپنی حِسیاتی دنیا کے اعتبار سے زندگی سے استفادہ کرنے کو ترستے ہو مگر تم اِس محفل کو جاری نہیں رکھ سکتے جب تک کہ تم اپنا روزہ غروبِ آفتاب تک قائم نہیں رکھتے۔

* * * * *

Marfat.com

تم چاہتے ہو کہ دنیا بھر کے ممالک اپنی کمر خم کر کے اور سر جھکا کر تمہارے احکام پر چلنے کو آمادہ ہو جائیں، مگر جب تک تم اپنے ہوش و حواس سنبھال کر اپنی سستی کا لبادہ نہیں اتار پھینکتے' جوش میں آ کر ایک فاتح اور یاوؤ زنہیں بن جاتے' تب تک یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے!؟

* * * * *

تم ہمیشہ اس بات کی امید کرتے ہو اور اِس انتظار میں رہتے ہو کہ لوگوں کے دلوں اور آنکھوں میں سما جاؤ' لوگ تعریفوں کے پُل باندھ کر تمہیں آسمانوں پر چڑھا دیں، لیکن اگر تم ہر روز دن میں پچاس مرتبہ اپنے عہد و پیمان توڑتے رہو گے تو پھر یہ کیسے ممکن ہوگا!؟

* * * * *

تم اپنے آپ کو مکمل اور بے قصور انسان سمجھتے ہو اور چاہتے ہو کہ ہر شخص بھی تمہیں ایسا ہی سمجھے۔ مگر روزانہ تمہاری کمر پر لدے ایک ہزار گناہوں کے بار' معاشرے میں تمہاری حالتِ زار اور طرزِ عمل کے تضادات کی موجودگی میں یہ کیسے ممکن ہوگا!؟

* * * * *

خدمت کا خیال

جس شخص کی زندگی کا ہدف ہمارے انسانوں کی خدمت نہ ہو اُس میں' اور اُن وحشیوں کی زندگی میں کیا فرق ہے کہ جن کے درمیان ہزار ہا قسم کے لالچ حکومت کرتے ہیں؟

* * * * *

سچائی اور حق کی راہ میں اُٹھائے گئے ہر قدم کی تعریف و تحسین اِس بات کی علامت ہے کہ سچائی کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ جو لوگ سچائی کو محض اپنے ہی پیشے اور مشرب تک محدود سمجھتے ہیں' یقین کیجیے کہ وہ جلد ہی اپنے آپ کو بالکل اکیلا پائیں گے۔ اِسی طرح وہ حق کے مفہوم کی تشریح اور تفسیر کے معاملے میں بھی اپنا موقف بدلتے رہا کریں گے اور اِس سلسلے میں کسی حالت

Marfat.com

میں بھی ثابت قدم نہیں رہ سکیں گے۔

* * * * *

ہر سطح کا نمائندہ

ہر سطح پر نمائندہ ہونے کے لیے سچائی' مدافعت' احساسِ ذمہ داری' مثالی ادراک سے بھی بڑھ کر اعلیٰ اِدراک' مستقبل اور آج کو شانہ بشانہ رکھ کر حالات کو صحیح طرح جانچنے کی صلاحیت' اور ہر حالت میں پاکدامنی سے زندگی گزارنا شرط ہے۔ اگر کوئی ناظم اِن اوصاف میں سے کوئی ایک وصف بھی کھو بیٹھتا ہے تو یہ اُس میں ایک شدید کمی اور جن لوگوں کی وہ نمائندگی کر رہا ہو گا اُن کی بدبختی شمار ہو گی۔

* * * * *

ظاہر اور باطن کی عالمگیر حیثیت

دنیا کی اصلاح کے لیے کمربستہ ہونے والوں کو چاہیے کہ وہ پہلے اپنی اصلاح کریں۔ جی ہاں' اُنہیں چاہیئے کہ پہلے اپنے باطن کو کینے' نفرت اور حسد سے' اور اپنے ظاہر کو ہر طرح کے نامناسب طرزِ عمل سے پاک کریں تا کہ وہ اپنے اِرد گرد کے لوگوں کیلیے مثال بن سکیں۔ وہ لوگ جو اپنے باطن کو کنٹرول نہیں کر سکتے' اپنے نفس سے نبرد آزما نہیں ہو سکتے' اپنے عالمِ احساسات کو فتح نہیں کر سکتے' وہ اپنے اِرد گرد کے لوگوں کو جو پیغام دیں گے وہ خواہ کتنے ہی تابدار کیوں نہ ہوں' لوگوں کی روحوں میں پہچان نہیں جگا سکیں گے' اور اگر جگا بھی لیتے ہیں تو اُس میں دائمی تاثر پیدا نہیں کر سکیں گے۔

* * * * *

Marfat.com

معیاری روح

وہ لوگ جو انسانوں کے ذہنوں کو منوّر کرنے کی راہ میں بھاگ دوڑ کرتے ہیں' ہمیشہ اُن کی خوشیوں کی خاطر اپنی جان مار کر کوشش کرتے رہتے ہیں' زندگی کی مختلف عمیق غاروں میں گرے لوگوں کو باہر نکالنے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھاتے ہیں' وہ ایسی خود شناس عظیم روحیں ہیں جو اپنے معاشرے کے محافظ ملائکہ کی طرح اُن تمام مصائب سے پنجہ آزما رہتی ہیں' اُن طوفانوں کے سامنے سینہ سپر ہو جاتی ہیں اور اُن انگاروں پر چلتی ہیں جو معاشرے کو گھیرے رکھتے ہیں۔ معاشرے کو جن جھٹکوں کا خوف لاحق رہتا ہے یہ لوگ ہمیشہ اُن سے نپٹنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔

* * * * *

پیشے کے انتخاب میں ترجیح کے معاملے میں اِس بات کو اوّلین معیار بنا لینا چاہیے کہ کوئی پیشہ ہدایت سے مطابقت رکھتا ہے یا نہیں۔ اس سے پتہ چلے گا کہ حقیقت کا کس حد تک لحاظ کیا گیا ہے اور آپ کتنے قدر شناس ہیں۔ جو لوگ ماحول کی دوسری جاذبِ نظر اشیاء کے بلاوے پر توجہ دیئے بغیر' اِس راستے پر بغیر لرزش کے رواں دواں رہتے ہیں وہی مستقبل کے خوش بخت معمار ہوں گے۔

* * * * *

بُلند اِرادے

بُلند اِرادے اور بلند کردار خواہ پچاس ہزار مرتبہ دیگوں میں ابالے جائیں' کئی کئی بار مختلف سانچوں میں ڈھالے جائیں تو پھر بھی اِن کی اصلیت ذرہ بھر کم نہیں ہوگی اور وہ اپنی بنیادی خصوصیات کو قائم رکھیں گے۔ پھر ایسی ڈھلمل یقین مخلوقات کے بارے میں کیا کہا جائے جو دن میں کئی کئی بار اپنے اِرادوں اور راستوں کو بدلتی رہتی ہے؟

Marfat.com

پردیسی

پردیسی وہ نہیں ہوتا جو اپنے وطن اور گھر بار سے دور، اپنے دوستوں اور اقرباء سے جدا ہوتا ہے۔ پردیسی ایک ایسے انسان کو کہتے ہیں جس کے حال چال کی پہچان اُس معاشرے اور ماحول کے لحاظ سے نہیں کی جاسکتی جہاں وہ رہائش پذیر ہو۔ وہ دوسرے معاشرے کے لوگوں کی خاطر اپنے بلند آئیڈیل، سوچ اور لذتوں کی قربانی دیتا ہے، مختلف مفادات والے گروہوں سے اختلافات کے باعث بار بار اُن سے غیر معمولی ہمت اور عزم کے ساتھ ٹکراتا ہے، اپنے رہائشی ماحول کے لوگوں کی طرف سے بیگانہ سمجھا جاتا ہے اور اُس پر اِس وجہ سے تنقید کی جاتی ہے۔ اور وہ اپنے طرزِ عمل کے باعث ایک عجیب وغریب انسان سمجھا جاتا ہے۔

* * * * *

قومی راستہ

ہمارا راستہ قوم اور وطن کی خاطر کئے جانے والے اچھے کاموں اور منصوبوں کی ستائش کرنے والے خوش قسمتوں کی فوج کی مدد کرنے کا راستہ ہے۔ ہم الزام تراشی اور دروغ گوئی کا مقابلہ کریں گے اور لعنت بھیجنے والوں اور بددعا دینے والوں کے پیچھے ''آمین'' نہیں کہیں گے۔۔۔!

* * * * *

اتفاق کے بارے میں سوچ

ہر شخص صلح نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ دوسرے لوگ اُس کے نقطۂ نظر کی اطاعت کریں۔ حالانکہ اللہ (جلِ جلالہٗ) فرماتا ہے: ''سب مل کر صلح کرلو''۔

* * * * *

Marfat.com

آؤ، اگر ہم آپس میں اتفاق نہیں کر سکتے تو کم از کم اختلافات میں تو نہ پڑیں، یا ہمارے درمیان پیدا شدہ مسائل کے بارے میں موجود اختلافات کو مزید تو نہ بڑھائیں۔

* * * * *

جماعت پر اللہ تعالیٰ کی ایک خاص عنایت تو یہ ہے کہ اپنی انتہائی کوشش کے باوجود کوئی شخص اُس پر اپنا قبضہ نہیں جما سکتا۔

* * * * *

پہلے پلان

کسی بھی کام یا منصوبے کا پلان بناتے ہوئے اس کے متوقع نتائج کے حصول میں ممد و معاون عناصر پر غور کرتے ہوئے تمام ممکنہ رکاوٹوں کا بھی جائزہ لے لینا چاہیے تاکہ بعد ازاں وقوع پذیر ہونے والے غیر متوقع حوادث کے باعث نہ تقدیر کو کوسنا پڑے اور نہ ہی آپ پر اعتماد کرنے والوں کے اعتماد کو ٹھیس لگے۔

* * * * *

پلان/منصوبہ

اگر کسی ورکشاپ یا کارخانے کی بنیاد ایک عمدہ منصوبے اور اس منصوبے کے قابلِ عمل ہونے کی ٹھوس رپورٹ پر رکھی گئی ہو تو یہ اس کے مسلسل کام کرتے رہنے کی اور ایک اچھے مستقبل کی ضمانت ہوگی۔ اس کے برعکس اگر اِس کی بنیاد قابلِ اعتماد سوچ، سمجھ اور بنیادی حساب کتاب کے مطابق نہیں رکھی گئی تو اُس کی قسمت میں یقیناً ناکامی ہی لکھی ہوگی۔ اگر یہ بات ہے تو یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ایسے تمام کاموں کو جو پوری قوم کی ملکیت ہوں، سرکاری اِداروں اور انسانوں جیسی نا

Marfat.com

قابلِ فہم ہستیوں کی کمر پر لاد دیا جائے جن کا ہر پہلو ایک معمہ ہے۔۔۔۔!

* * * * *

نتیجہ اور انجام

اِبتداء کا شور شرابا اور اکڑ اہم نہیں ہوتی، نتیجے میں ہاتھ آنے والا پھل کا خوشہ اہم ہوتا ہے۔

* * * * *

جن کاموں کے انجام کے بارے میں سوچ بچار کیے بغیر ہی فیصلے کر لیے جاتے ہیں اکثر اوقات اُن کی عاقبت ندامت ہوتی ہے۔

* * * * *

مرغیوں کے دڑبے کی رکھوالی کا کام لومڑیوں کو نہیں سونپا جاتا۔!

* * * * *

اگر آج کے شہد اور بالائی کل تمہارے لیے نمک مرچ پھانکنے کا سبب بنیں تو وہ زہر سے زیادہ کڑوے ہوتے ہیں۔

* * * * *

انجام کے بعد کی خوشی صحیح معنوں میں خوشی ہوتی ہے۔

* * * * *

بہت سی چیزیں جو ضرر رساں سمجھی جاتی ہیں، نتیجے کے اعتبار سے فائدہ مند ہوتی ہیں۔
اور بہت سی چیزیں جو فائدہ مند سمجھی جاتی ہیں وہ ضرر رساں ہوتی ہیں۔

* * * * *

تنگ آ جانے کا آخری مرحلہ وہ ہوتا ہے جب انسان سب کچھ گنوا کر آرام کرنا

Marfat.com

شروع کر دیتا ہے۔

* * * * *

مُدعی

بندگانِ حق کے لیے ضروری نہیں کہ وہ پوست نشین بھی ہوں۔

* * * * *

بندۂ دعویٰ اپنا طور طریقہ نہ اپنی فتح میں بدلتا ہے اور نہ ہی اپنی شکست میں۔

* * * * *

ابنِ ارقم کے گھر میں پرورش پائے بغیر، یعنی صبر سے پک کر پختگی کی حد تک پہنچے بغیر، ہر قسم کی امید محض خام خیالی ہوتی ہے۔

* * * * *

وسیلہ۔ غرض و غایت

حق مقصود ہو تو باطل طریقوں سے اُس تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ اِس مقصد کے لیے اختیار کیے جانے والے وسائل ہر حالت میں حق (سچے) ہونے چاہئیں۔

* * * * *

وسیلۂ باطل

جو نظام جھوٹ اور مبالغے پر مبنی ہو وہ اگر لمبا عرصہ بھی قائم رہے پھر بھی جلد یا بدیر اپنے معمار کے سر پر ہی پھوٹتا ہے، اور ایسا ہر نظام ایک افسوس ناک خواب اور پُرحسرت خیال بن کر رہ جاتا ہے۔

Marfat.com

آرام طلبی

ہر عظیم دعوے اور حقیقت کو دوام عطا کرنے اور اُسے ایک بین الاقوامی شناخت دلوانے والے عناصر یہ ہیں: اس کے نمائندوں کے ارادوں کی پختگی' اُن کی صداقت' اور متعلقہ دعوے اور حقیقت کا دفاع کرنے میں اُن کی کوششیں۔ اِس کے برعکس کوئی دعویٰ اگر ایک طرف تو دشمنوں کے لگاتار حملوں اور زیادتیوں کی زد میں آتا رہے اور دوسری طرف سمجھدار' صادق اور وفادار دوستوں سے محروم ہو تو جلد یا بدیر وہ دھڑام سے زمین پر آ رہے گا' لوگوں کے ذہنوں سے مٹ جائے گا' کہ یہی اُس کی قسمت میں لکھا ہوگا۔

* * * * *

جس طرح اپنی روانی کھو کر ساکن ہو جانے والے پانی سے بدبو آنے لگتی ہے اور وہ خراب ہو جاتا ہے اِسی طرح وہ سست انسان جو اپنے آپ کو تن آسانی کے حوالے کر دیتے ہیں اُن کا بھی گل سڑ کر ضائع ہو جانا یقینی ہوتا ہے۔ انسان میں آرام طلبی کی آرزو اُس کی موت کے خطرے کی پہلی گھنٹی اور اشارہ ہوتی ہے۔ لیکن اگر ایک شخص کے احساسات مفلوج ہو چکے ہوں تو نہ وہ خطرے کی اِس گھنٹی کی آواز سنتا ہے اور نہ ہی اِس اشارے کا مطلب سمجھتا ہے۔ قدرتی بات ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی تنبیہ اور خبردار کرنے پر بھی کان نہیں دھرتا۔

* * * * *

ہر طرح کی ذلت اور محرومی کی وجوہات میں سے سب سے بڑی وجہ سستی اور تن پرستی ہے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ وہ مُردہ روحیں جو اپنے آپ کو راحت اور آرام طلبی کی گود میں دھکیل دیتی ہیں' ایک دن آئے گا کہ وہ اپنی اہم ضروریات پوری کرنے کے لیے بھی دوسروں پر اُمید لگائے بیٹھے رہنے جیسی ذلت سے دوچار ہوں گی۔

* * * * *

اِس سستی اور آرام طلبی کی عادت میں اگر حد درجے کی خانہ پرستی بھی شامل کر لی جائے تو

Marfat.com

سمجھ لیں کہ بالآخر خطِ دفاع کو ترک کرنے کا وقت آ پہنچا ہے اور متعلقہ شخص کا اپنی روحانی موت سے دوچار ہونا اُس کے مقدر میں لکھا جا چکا ہے۔ علاوہ ازیں انسان کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ دن بدن پیچھے کی طرف جا رہا ہے۔ اور اگر صورتِ حال کا تجزیہ اُس شخص کے زیبِ تن کیے ہوئے لباس کے اعتبار سے کیا جائے تو وہ بالکل ہی ذلت اور تباہی کا پتہ دے گا۔

* * * * *

جنگ سے محبت اور سرحدوں کو پھیلانے کے جوش و جذبے کی وجہ سے ایک چھوٹے سے قبیلے سے ایک معظم سلطنت معرضِ وجود میں آئی اور پھر ایک دن آیا جب اِس عشق اور آرزو کی جگہ سودائے حرم نے لے لی اور وہ معظم قوم خاک میں مل کر خاک ہوگئی۔

* * * * *

حرم کے عشق اور خانہ پرستی کے باعث پہرے کی چوکیاں ترک کرنے والوں نے کئی مرتبہ اپنے ہدف کے مخالفین سے مار کھائی اور اپنے آرام دہ گھروں اور چہچہاتے بچوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ اُندلس کا ایک کمانڈر تھا جو جنگ کرنے کی ضرورت پڑتی تو جوانمردی سے جنگ کرنا نہیں جانتا تھا۔ اُس کی ماں نے اُسے جو پُرعتاب الفاظ کہے وہ کس قدر بامعنی ہیں۔ ''محاذ پر تم جوانمردوں کی طرح نہ لڑ سکے تو کم ازکم بیٹھ کر عورتوں کی طرح رو ہی لو!''

* * * * *

انسان کو جب تبدیلی کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو وہ گلنا سڑنا شروع کر دیتا ہے اور یہ عمل آہستہ آہستہ نہایت خاموشی سے جاری رہتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات ایک معمولی سی غفلت' مثلاً قافلے سے تھوڑی سی دیر کے لیے علیحدگی' انسان کی تباہی کا سبب بن سکتی ہے۔ البتہ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو خود کو ہمیشہ ایک ہی خط پر اور ایک ہی پوزیشن میں دیکھتے رہنے کے عادی ہونے کی وجہ سے اگر کبھی کسی مینار جیسے بلند مقام سے کنویں کی تہہ میں بھی جا گریں تو اُنہیں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا (یعنی وہ یہی سمجھتے رہتے ہیں کہ ابھی تک اپنی پرانی پوزیشن پر ہی قائم ہیں۔)

* * * * *

Marfat.com

جو لوگ محاذِ جنگ ترک کر جاتے ہیں' اور جن کے دل میں ہر بھگوڑے سپاہی کی طرح ایک احساسِ جرم موجود رہتا ہے جو کہ بالکل طبعی ہوتا ہے' اور جو اپنے اُن ساتھیوں کی تنقید کا شکار بنے رہتے ہیں جو ابھی تک محاذ پر دفاعی فرائض سرانجام دے رہے ہوتے ہیں' اُن کے لیے یہ بات تقریباً بالکل ہی خارج از امکان ہوتی ہے کہ وہ اپنی گمراہی کے بوجھ سے نجات حاصل کر کے دوبارہ اپنی پہلے والی سطح پر آ جائیں۔ حضرت آدم علیہ سلام نے جب غلطی کی تو اپنے قصور کا اعتراف کرنے کی وجہ سے اُنہوں نے ایک ہی جست میں اپنا پرانا مقام پھر حاصل کر لیا۔ اِس کے مقابلے میں ابلیس اپنی بہت بڑی غلطی کے باوجود اپنے دفاع کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا جس کی وجہ سے اُسے ابدی نقصان اٹھانا پڑا۔

* * * * *

جب کسی شخص کا عزم' ارادہ اور شعور مفلوج ہو جاتے ہیں تو اُس سے بعض اوقات اُس کے اِرد گرد کے لوگوں کی جسارت اور معنوی قوت بھی بُری طرح متاثر ہوتی دیکھی گئی ہے۔ یہاں تک کہ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ جو شخص اپنی قوتِ اِرادی کھو چکا وہ اگر معمولی سی پس و پیش کرے یا کسی کام کے کرنے میں ذرا سی ہچکچاہٹ ظاہر کرے تو وہ بے شمار انسانوں کی ایسی کپکپاہٹ اور مایوسی کا سبب بن جاتا ہے جیسے ان پر حقیقتاً موت طاری ہونے کو ہو۔ اگر ایسی صورتِ حال پیدا ہو جائے تو وہ محض اِس کام آ سکتی ہے کہ قوم اور وطن کے دشمنوں کے حوصلے بڑھا کر اُنہیں اتنی جسارت مہیا کر دے کہ جو اُن کی جارحانہ بھوک کو مہمیز لگا کر اُنہیں ہم پر حملہ کرنے کی تشویق دے۔

* * * * *

دنیا کی جاذبِ نظر دلکش اشیاء' مال و اولاد سب اپنی اپنی جگہ ایک فتنہ ہیں' ایک امتحان ہیں۔ اِس امتحان میں سب سے کامیابی حاصل کرنے والے امیدوار وہ خوش بخت لوگ ہوتے ہیں جو صبح شام اپنی دلدادہ حقیقت اور ''عہد و پیمان'' سے رہتے ہیں' جو عزم و اِرادے کے پکے ہوتے ہیں اور اپنے اِرادے پر ڈٹے رہتے ہیں۔

Marfat.com

منصب / مقام کا نشہ

ہر انسان میں بہت سی اچھی چیزوں کے گودے اور بیجوں کی موجودگی کے ساتھ ساتھ بعض مصلحتوں کے پیشِ نظر کچھ بُری چیزوں کے عناصر بھی موجود ہوتے ہیں۔ مثلاً تعاون، خلوص، ہمدردی، قناعت جیسی عمدہ خصلتوں کے ساتھ ساتھ بہت سے لوگوں میں اپنے مقام یا مرتبے کی محبت، اپنے منصب کا خیال، شہرت کی آرزو جیسی دل کو ہلاک اور روح کو مفلوج کرنے والی بُری خصلتیں بھی پائی جاتی ہیں۔ اِس اعتبار سے ہمیں چاہیے کہ اوروں سے اپنے تعلقات استوار کرتے ہوئے اُن کی اِن طبعی خصوصیات کو بھی مدِ نظر رکھیں تا کہ ہمیں بعد میں دل شکنی اور مایوسی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

* * * * *

کم و بیش ہر انسان میں مرتبے کی آرزو، شہرت کا احساس، اور منصب کا خیال فطری ہوتا ہے۔ جو لوگ اپنی یہ خواہش جائز طریقوں سے پوری نہیں کر سکتے اور اپنے آپ کو اِس آرزو، اِس احساس اور اِس خیال سے نجات نہیں دلا سکتے وہ خود اپنے لیے بھی اور اپنے قائم کردہ معاشرے کے لیے بھی بے حد مضر ثابت ہو سکتے ہیں۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے کوئی اپنے پیٹ کی گنجائش سے بڑھ کر کھالے اور پھر اس کے اندر قے کرنے کا رجحان پیدا ہو جو روکا نہ جائے تو یہ اُس میں افسردگی، توڑ پھوڑ اور (آئیر تھمیا) کا سبب بن سکتا ہے۔ جن بدلگام دلوں کی روح شان و شوکت کی مار کھا چکی ہو اگر اُن کی اِن اندرونی خواہشوں کو بھی لگام ڈال کر کسی مناسب راستے پر نہ ڈالا جائے تو اُن کے ہاتھوں بھی ہماری دنیا کے حساب میں لکھی گئی بربادیاں ناگزیر ہو جاتی ہیں۔

* * * * *

ایسے ناپختہ روح انسانوں کی ہر حرکت اور کاروائی جو وہ اپنے نفس کی تسکین کے لیے کرتے ہیں اور جو نسبتاً شرّ سمجھی جاتی ہے، اُسے خواہ کسی حد تک روح کی پٹائی ہی کیوں نہ سمجھا جائے،

Marfat.com

نتیجے کے اعتبار سے وہ "اہونِ شر" (یعنی برائیوں میں سے اچھی برائی) بلکہ اگر بالواسطہ دیکھا جائے تو وہ اچھائی بھی سمجھی جاتی ہے۔ جی ہاں اپنے حلق کے ذریعے "حقِ تمتع" (یعنی فائدہ حاصل کرنے کا حق) تلاش کرنے والا ایک موسیقار فحش گانوں سے ہمارے ماحول میں پھنکار پھنکار کر دھندلا پن اور دھواں پھیلانے کے ساتھ ہی اگر ایک حمد' کوئی جاندار قصیدہ اور میلاد سے متعلقہ کوئی موضوع بھی شامل کر کے سب کچھ اُگل دیتا ہے تو ہم اُسے کم ضرر رساں سمجھتے ہیں' بلکہ بعض لوگوں کی نظر میں تو یہ کارِ ثواب بھی تصور کیا جا سکتا ہے۔

* * * * *

خلوص و اخلاص ہر کام کی روح ہوتا ہے اور یہ کام کرنے والے کی ایک خوبی ہوتی ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ عمل خالقِ دو جہاں کے نزدیک مقبول ہو' دل و جان سے اور بغیر کسی بدلے کی نیت سے کیا جائے' اور کرنے والے کے دل میں رضائے الٰہی کے سوا کوئی اور عنصر موجود نہ ہو۔ البتہ ہر خدمت گزار فرد کا اِن شرائط پر کامیابی سے پورا اترنا بہت مشکل ہے۔ لہٰذا ایسے لوگوں کے متعلق رائے قائم کرنے کے لیے یہ دیکھنا چاہیے کہ اُن پر شر حکمران ہے یا خیر۔ جی ہاں' بعض ایسے کام بھی ہوتے ہیں جن کے کرنے میں نمائش اور آلائش کا پلہ بھاری ہوتا ہے تاہم یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کام ہمارے بلند خیالات' پاکیزہ سوچ اور ہمارے عوام کے لیے واقعی مضر ہیں۔ ایسے لوگ اِن کاموں میں اپنی ذاتی آرزوؤں اور خواہشات کو ملوث کر سکتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ رضائے حق کا خیال نہ کریں اور اپنی کی ہوئی غلطیوں کی تلافی کے لیے جھک کر آہ و بکا کرنا نہ جانتے ہوں۔ لیکن اِس کے باوجود یہ کہنا بالکل غلط ہوگا کہ وہ اپنے عقیدوں اور پیروی کی جانے والی سمتوں کے معاملے میں حق کے ساتھ نہیں ہیں۔

* * * * *

اِن سب باتوں کے باوجود ایک جماعت یا کمیٹی کے ممبر کی حیثیت سے خدمت کرنے والے لوگوں میں سے اگر ہر کوئی کسی ایسے شعبے کی نمائندگی کا دعویٰ کر دے جس میں وہ خود

Marfat.com

مستقل طور پر کام کرتا رہا ہو اور اُس کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی اِسی طرح نمود و نمائش کی خواہش میں مبتلا ہو جائیں تو معاشرے کا نظم وضبط برباد ہو جاتا ہے' ہر شے اُلٹ پلٹ ہو جاتی ہے۔ اور معاشرہ تیزی سے بدنظمی کی طرف چل پڑتا ہے۔ بعدازاں لوگوں کی خودغرضی کے باعث معاشرے کے ہر طبقے میں منفرد حرکات کی راہ کھل جاتی ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے پاؤں سر کے ساتھ اور سر پاؤں کے ساتھ خلط ملط ہو جاتے ہیں اور مرکز کا اقتدار مکمل طور پر تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔

* * * * *

اگر کسی حکومت میں کامیابی سے کام کرنے والے چہرے' کسی ریاست میں کام کرنے والے فعال عناصر' یا کسی تنظیم میں پائے جانے والی کامیاب اور متحرک روحیں اپنی ذاتی قابلیت اور کامیابیوں کے مطابق اپنے لیے بہترین حصہ طلب کرنے لگ جائیں تو متعلقہ حکومت مفلوج ہو کر رہ جاتی ہے' وہ ریاست تباہ ہو جاتی ہے' اور وہ تنظیم سو منہ والا عجوبہ بن جاتی ہے۔ حکومت اپنے ڈسپلن کے بل پر' ہر ریاست اپنے اصولوں اور اپنی بنیادوں کے باعث' اور ہر فوج اِطاعت' فرمانبرداری اور حکم واحکام کی بناء پر عزت واحترام کے ساتھ قائم رہتی ہے۔ اِس کے برعکس دعویٰ کرنے کا یہ مطلب ہوگا کہ ہم جان بوجھ کر اِن حیاتی عناصر کو نظرانداز کر رہے ہیں جو ہماری روز بروز کی بقاء کی ضمانت دیتے ہیں۔

* * * * *

کاش کہ لوگوں کے دل اِس قابل ہوتے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت کردہ اور آئندہ عنایت کی جانے والی اشیاء پر قناعت کر سکتے' ہر گوشے میں اُس کی خوشنودی تلاش کرنے کے قابل ہوتے! مگر یوں لگتا ہے کہ یہ ایک طرح کے خودغرض لوگ جو اپنے ہاتھوں میں پکڑی لالٹین کی بجھی بجھی روشنی پر قناعت کرتے ہوئے سورج کی منوّر شعاعوں کی طرف سے پیٹھ پھیر لیتے ہیں یہ ابھی مزید کچھ عرصہ اپنی کمزور نظر کا علاج نہیں کروا سکیں گے' روشنی کا دروازہ نہیں پا سکیں گے!۔۔۔

* * * * *

Marfat.com

جب کشیدگی ختم ہو جائے

ہر کامیابی اُس سے پہلے کے آزمائشی دور، کشیدگی اور پھر چڑھائی کا نتیجہ ہوتی ہے۔اور ایک لحاظ سے مستقبل کی کامیابی کا باعث اور پیش خیمہ بھی ہوتی ہے۔بشرطیکہ اچھا نتیجہ حاصل کرنے والے لوگ اپنی کامیابی کے نشے میں آ کر اپنے آپ کو آرام طلبی اور سُستی کے حوالے نہ کر دیں!

* * * * *

معیار کی خرابی

گزشتہ زمانے سے آج تک ہمیں تمام تر بُرائیاں دکھا کر بُروں اور بُرائیوں کو قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا رہا ہے۔یہاں تک کہ انہیں اہونِ شرّ (بُرائیوں میں سب سے اچھی بُرائی) کا نام دے کر ہم سے اِن کی تعریف بھی کرائی جاتی رہی ہے۔ بالکل یوں جیسے ضرب المثل ہے: ''بے دین کو دیکھ کر بے ایمان کو دعا بھیجنا'' ۔۔۔ یہ غدّارانہ سوچ خواہ کسی بھی ملعون سسٹم کی پیداوار ہو اس اضافیت کو ہمارے اعتقادات، ہماری تاریخی سوچ، اور ہمارے رسم و رواج کے نام سے ایک حقیقت کی طرح قبول کر لینا اور پھر اِسے ایک معیار بنا لینا بس اور کچھ نہیں، لازوال تنزل اور اعلیٰ خوبیوں کے نقصان کو قبول کر لینے کے مترادف ہے۔

* * * * *

افراط و تفریط

ہر سوچ میں افراط و تفریط ہو سکتی ہے۔اِن دونوں کی نوعیت ایک مہلک زہر جیسی ہے۔ جی ہاں، وہ لوگ صحیح راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں جو بھولے پن اور سادگی پر زور دیتے دیتے لباس اور پہناوے کے بھکاریوں کی طرح ایسی اشیاء کی تلاش میں بھاگتے پھرتے ہیں جیسے ایک پرانی

Marfat.com

پوستین، کوئی ٹوٹا پھوٹا مٹی کا برتن، کوئی مکڑی کے جالوں سے اٹا پڑا گھر وغیرہ۔ اِنہی لوگوں کی طرح وہ لوگ بھی دھوکے کا شکار ہو چکے ہیں جو اِسی مقصد کے لیے ایک انگریزی سرپوش اور نیم برہنہ سلے سِلائے یا بازاری لباس کی تلاش میں رہتے ہیں۔

* * * * *

بدوّانہ تصوّر

اگر کسی بلند آئیڈیل کے حصول کی راہ پر تصورات کو ایک قطار میں کھڑا کیا جائے اور عقل سوچ کی مدد کرے تو انسان کے خیالات میں آب و تاب پیدا ہو سکتی ہے اور وہ پے در پے کامیابیاں حاصل کر سکتا ہے۔ اِس کے برعکس بدوؤں کی طرح کے تصورات کا نہ علمی سرگرمیوں کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے اور نہ ہی اِن سے حقیقت کی تلاش میں مدد ملتی ہے۔

* * * * *

خودغرضی کا گرداب

انسان کو خودی کی امانت ایک مقدس تحفے کے طور پر اِس لیے عطا کی گئی ہے کہ وہ عظیم ترین حقیقت کو پہچانے اور حاصل کرے۔ یہ ایک ایسا تحفہ ہے جسے کام ختم ہوتے ہی پتھر مار کر توڑ دینا ضروری ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو خودی اکڑ پھول کر ایک ایسے عفریت کی شکل اختیار کر لیتی ہے جو اپنے مالک کو بھی نگل سکتی ہے۔ خودی کی مدد سے انسان خالقِ اعظم کو، اُس کی طاقت، علم اور اِرادے کے لامتناہی ہونے کو، اپنی ہر کمی اور قصور کو اُس کے کھاتے میں ڈالنے کے ناممکن ہونے کے بارے میں سب کچھ جان جائے گا اور پھر اپنے سینے میں سلگائی گئی معرفت اور محبت کی آگ سے اپنی خودغرضی کو پگھلا کر ختم کر دے گا۔ اب وہ صرف خالقِ اعظم کی ہستی کو ہی دیکھ سکے گا، اُسی

Marfat.com

کے خیال میں سوچے گا' اُسی کے ذریعے جانے گا' اور صرف اُسی کے دم سے آرام پائے گا۔

* * * * *

ہمیشہ کی خودغرضی اِس بات کی علامت ہے کہ انسان حق کو نہیں دیکھ سکتا اور نہ ہی اُسے سمجھ سکتا ہے' آخرت کی راہ پر فاصلہ طے نہیں کر سکتا اور آنکھیں بند کر کے ایک ہی جگہ پر گھومتا رہتا ہے۔ جو لوگ اپنی سوچ میں ہمیشہ خودغرضی کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہیں' خودغرضی کے ساتھ ہی اٹھتے بیٹھتے ہیں' اور جس شے کے متلاشی ہوتے ہیں اُسے اپنی انا کے اندھیرے ماحول میں ہی تلاش کرتے ہیں' وہ اگر سالہا سال پہاڑوں اور وادیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے چلتے رہیں پھر بھی ذرہ بھر فاصلہ طے نہیں کر سکتے۔

* * * * *

مجوزہ کام خواہ کتنے ہی مشکل اور تھکا دینے والے کیوں نہ ہوں' اگر خودغرضی کے حساب سے کئے جائیں گے تو اُن سے انسان کی فضیلت میں کسی صورت بھی اضافہ نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ دربارِ الٰہی میں قبولیت پائیں گے۔ اپنی انا کو عبور نہ کر سکنے والے لوگ' وہ جو اپنی خودغرضی کے پیٹ میں چھری گھونپ کر اُس کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کر سکے ہوں' وہ جن کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہو' وہ آخرت کے لیے جتنی بھی کوشش کرتے ہیں وہ سب اپنے آپ کو جھوٹی تسلی اور دھوکہ دینے کے مترادف ہوتی ہے اور اُن کی ہر قربانی حماقت کے سوا کچھ نہیں ہوتی۔

* * * * *

خودغرضی چونکہ ایک شیطانی خصلت ہے اِس لیے کسی کو کوئی شک وشبہ نہیں ہونا چاہیے کہ اِس کے نرغے میں آنے والے کو بھی شیطان ہی کی عاقبت تک پہنچایا جائے گا۔ شیطان کی معذرت اور اُس کا اپنا دفاع بھی ایک نغمۂ خودغرضی حضرت آدم (علیہ سلام) جب افق پر اندھیرا چھاتی گھڑی میں' اپنے آنسوؤں کے بالکل نئے بادل تیار کر کے اُن سے اپنے دل کی حسرت کی آگ بجھانے کی کوشش کر رہے تھے تو اُس کے مقابلے میں اِبلیس اپنی معذرت سمجھ کر جو کچھ منہ سے اُگل رہا تھا اُس کا ہر لفظ غرور اور عناد تھا اور اُس کا ہر بیان گستاخی کے مترادف تھا۔۔۔

Marfat.com

خودغرضی کی بہت سی قسمیں ہیں۔ مثلاً وہ جس کا منبع علم ہوتا ہے' وہ جو دولت اور اقتدار پر مبنی ہوتی ہے' وہ جو عقل اور حسن و جمال کے بل بوتے پر اکڑتی اور بڑھتی رہتی ہے' وغیرہ۔۔۔ اِن صفات میں سے ایک بھی انسان کی ذاتی خصلت ہونے کے باعث وہ اِس سلسلے میں جتنے دعوے کرتا ہے اُن سب کا انجام مالکِ حقیقی کی طرف سے آنے والے عذاب کا وسیلہ اور دعوت نامہ تصور کیا جاتا ہے اور یہ اِیسی مغرور روحوں کی ہلاکت پر منتج ہوتا ہے۔

* * * * *

کسی شخص کی انا جو اُس کی انفرادی دنیا کو اپنے زیرِ اثر لے آتی ہے' وہ جب ایک گروہ کی انا کے ساتھ شانے سے شانہ ملالے تو یہ سب ایک مہیب عفریت کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ یوں درندہ صفت بن جانے کے بعد کسی روح کی تمام اعلیٰ سے اعلیٰ نیکیاں بھی کالے سیاہ بادل کی طرح ہو جاتی ہیں اور ہر طرف گولے اور بم برسانے لگتی ہیں۔ جی ہاں' اِس قسم کے لوگوں کا اثاثہ علم ایک مصنوعی شعاع میں' اِن کی دولت اکڑ اور دکھلاوے کے وسیلے میں' اِن کا دل کنکھجوروں کے بستر میں تبدیل ہو جاتا ہے' اُن کا حسن و جمال ایک غم کا صفحہ بن کر اِرد گرد کے ماحول میں بدمزگی پھیلانے لگتا ہے' اور اُن کی عقل جو دوسروں کو دو کوڑی کا انسان بھی نہیں سمجھتی وہ ایک منحوس مسخرے کا لبادہ اوڑھ لیتی ہے۔

* * * * *

پرانے زمانے سے خودغرضی کا مادہ پرست فلسفہ' اور پیغمبری دونوں حق اور انکساری کی نمائندگی کرتے چلے آرہے ہیں۔ اول الذکر کی راہ میں شک وشبہات' ہچکچاہٹ' دھوکہ بازی' شدت اور غصہ پایا جاتا ہے جس کے باعث وہ برفانی تودوں کے باہمی ٹکراؤ کے ہیبت ناک نتیجے کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر جاتا ہے۔ اِس کے مقابلے میں آخرالذکر کی راہ میں روشن خیالی' قلبی مسرت اور بشاشت' امدادِ باہمی کے لیے تگ ودو' اور ایک دوسرے کی مدد پائی جاتی ہے۔

* * * * *

Marfat.com

روح کی وہ حالت جس میں موقع ملتے ہی کوئی شخص اپنے بارے میں اِرد گرد کے لوگوں کو معلومات فراہم کرنے لگ جاتا ہے دراصل اس شخص میں کسی چیز کی کمی اور احساسِ کمتری کا اظہار ہے۔ اِس طرح کے لوگ جب تک عمدہ قسم کی روحانی تربیت کے ذریعے اپنا سارا مال متاع مالکِ حقیقی کی راہ میں قربان کرنے کو تیار نہیں ہوجاتے اِن کی یہ حالت برابر جاری رہتی ہے۔ اِن کا ہر کام اکڑ، ہر بات بانگِ دُہل انا، ہر اظہارِ انکسار اور خاطر تواضع بھی یا تو سراسر دکھلاوا ہوتی ہے اور یا ایک ایسی سرمایہ کاری جس کا مقصد دوسروں کو اِن کے بارے میں بڑ مارنا سکھانا ہوتا ہے۔ ہزار لعنت اُن خودغرضوں پر جو حق سے ناواقف ہیں۔

* * * * *

جس طرح خودغرض انسان کا دوست کوئی نہیں ہوتا اِسی طرح اُس کے ضمیر کے لیے امن کا بھی فقدان ہوتا ہے۔

* * * * *

اِس مجموعے کے بارے میں ایک اور مشاہدہ

آپ کے ہاتھ میں جو مجموعہ (Sizintir) ہے اِس کے ذریعے خدمت کرنے والے اگر یہ سمجھیں کہ اُن کے اِس فرض کی ادائیگی کا دارومدار اِس مجموعے کی بکری پر ہے تو یہ اُن کی غلط فہمی ہوگی۔ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہیں مجموعے کے مضامین کے سیر حاصل ہونے، اِن کی ترتیب و تنظیم کی خوبصورتی، اور اس میں علوم پر بحث مباحثہ کرنے کے نئے انداز کے باعث اِس کی بکری اُن سب مجموعوں کی مجموعی بکری جتنی ہے جنہیں مثالی مجموعوں کے طور پر قبول کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ مجموعہ اُن سب مجموعوں کی روح میں سرایت کرکے اُن کے دوش بدوش زندگی گزار رہا ہے۔

* * * * *

Marfat.com

ابدیت کی راہ پر

خالقِ اعظم جس کی ہستی ہماری ہستی کا سبب ہے، جس کی عظمت تمام کائناتوں پر حاوی ہے، جس کا نور ہر شے میں نمایاں ہے، سارے آسمان اور زمین اُسی کے نور کے عکس سے منوّر ہیں۔ تمام کی تمام موجودات اُسی کی دست بستہ غلام ہیں۔ وہ اُن پختہ روحوں کا ابدی محراب ہے جن کے دل حقیقت کو پا چکے ہیں۔ وہ اُن عارفوں کی جانی پہچانی یکتا ہستی اور یکتا قبلہ ہے جن کے احساسات نے اُنہیں پر لگا کر اُڑنے کے قابل بنا دیا ہے۔۔۔۔

اُسے چھوڑ کر دوسروں کے پیچھے بھاگنا پاگل پن ہے۔ اُس کے علاوہ کسی اور کے آگے اپنے غموں اور دکھوں کا اظہار کرنا دھوکہ کھانے کے برابر ہے۔ جو اُس کے دروازے کو چھوڑ جاتے ہیں وہ ابدی نقصان اٹھاتے ہیں اور منزل کے راستے پر ہی بھٹکتے رہتے ہیں۔ وہ دل جو اُس کے نور سے منوّر نہیں ہوتے سراب کے پیچھے بھاگتے ہیں اور خواہ مخواہ تھکاوٹ کا شکار ہوتے ہیں۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام کائناتیں اُسی کے نور سے روشنی پاتی ہیں اور ایک کتاب کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ اُس کی راہ میں لیے جانے والے جادوئی سانسوں کے بل پر وقت بھی افسانیت سے نکل کر معنے اور قیمت پالیتا ہے۔

وہی ہے جو اشیاء کو وجود عطا کرتا ہے، اُنہیں ایک ترتیب اور نظام کا حصّہ بناتا ہے، اور ہزار ہا زبانوں میں بولنا سکھاتا ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا تو کوئی شے اپنے آپ وجود میں نہ آسکتی۔ اگر وہ ہر چیز کو ترتیب و نظام کا حصّہ نہ بناتا تو کسی شے کو نظام کا پتہ ہی نہ چل سکتا۔ یہ اُسی کی عنایت ہے کہ تمام کائناتیں ایک انسان کی اور تمام نظام ایک زبان کی شکل اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ہر شے اُسی کے گن گاتی ہے اور اُسی کی خوبصورتیوں اور حسن و جمال میں سرمست ہے!

اگر موجودات اُس کا آئینہ نہ ہوتیں تو پھر اس میں اور زنگ آلودہ لوہے میں کیا فرق رہ جاتا؟ اگر انسان اُس کا ذکر نہ کرے تو کیا وہ انسان کہلایا جا سکتا ہے؟ آہ' یہ تاریک روحیں' آہ' یہ بہرے لوگ جو اپنے ضمیر کی فریاد نہیں سن رہے! تم لوگ کب تک کھلونوں سے اپنے آپ کو تسلّی دیتے رہو گے اور کب تک حقیقتوں کی طرف سے آنکھیں بند کئے رکھو گے!

Marfat.com

انسان کی اولاد کی تخلیق چونکہ ہر طرف سے مادے میں لپٹی ہوئی دنیا میں ہوئی تھی اس لیے وہ سب سے پہلے ان چیزوں پر یقین کرتا ہے جن کی اُس کے حسّی عضویات توثیق کر سکتے ہیں۔ اِس کے بعد اِن کے معنوں کی مدد سے اپنی گردن کے گرد پڑے انا کے طوق کو توڑ کر اپنے ضمیر کے اندر کی حقیقت کو دیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن بعض اوقات اِس پتلی سی زنجیر میں پھنس کر رہ جانے والے اپنی زندگی کے آخری لمحے تک ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتے۔ اِن کی تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے اِرد گرد گھیرا ڈالے کھڑی اشیاء ہاتھ آئیں تو ایک کتاب کی طرح ان کا مطالعہ کرنا چاہیے اور ایک کورس کی طرح اُنہیں سننا چاہیے۔ اِسے پڑھتے اور سنتے وقت کتاب کے مصنف اور کورس کے موسیقار کی طرف سے غفلت نہیں برتنی چاہیے۔ اِس کے برعکس، ضمیر میں دھڑکتے حقیقت کے سانسوں پر کان دھرے بغیر، کائنات کو ادھیڑ کر رکھ دینے والے، اور خود کو دلیلوں میں ڈبو دینے والے بیوقوف لوگ کبھی بھی اُسے نہیں پا سکیں گے اور نہ ہی اُس کے حضور میں حاضری دے سکیں گے۔ اِنہی لوگوں کی طرح وہ بدبخت روحیں بھی اُسے نہیں پہچان سکیں گی جو اُس کے بیان اور کتاب کے ساتھ اپنی آنکھوں اور کانوں کے پردوں میں بھی سوراخ کر کے، اپنے ضمیر کے اندر موجود حقیقت تک نہیں پہنچ سکتیں۔

اے اپنی ہستی سے ہماری ہستیوں کو منوّر کرنے والی، ہماری آنکھوں میں نور بکھیر کر ہمیں نفسانی تاریکیوں سے نجات دلانے والی رحمتِ لازوال! اگر تیری کائناتوں کو منوّر کرنے والی یہ ازلی روشنی نہ ہوتی تو ہم کسی شے کو ٹھیک طرح نہ دیکھ سکتے اور نہ ہی کوئی درست فیصلہ کر سکتے۔ ہم سب نے تیری ہی عنایت سے وجود پایا۔ تیری یہ عنایت ہمارے سروں پر تاج بنی رہے! جو کچھ تُو نے ہمیں بتایا ہم نے اُسی سے حقیقت کو پایا ہے۔ اگر ہم پر عنایت کرتے ہوئے تُو ہماری روحوں کو اپنی ہستی سے روشناس نہ کراتا تو ہمیں کہاں سے پتہ چلتا، کیسے اطمینان ہوتا۔۔۔؟

ہر ہستی کے لیے ایک زبان اور اِن زبانوں کے درمیان انسان کو ایک بلبل بنانے والا تُو ہے۔ تیرا ذکر کرنے والوں کی تعداد کبھی کم نہ ہو! جی ہاں، یہ کام کرنے کے بعد تُو نے چاروں سمت میں بکھری ہوئی اپنی آیات کو پڑھوایا اور ہماری ضمیر میں ابدی حقیقت کو ایک بار پھر ہمارے کانوں تک پہنچایا! اِس وسیلے سے ہم خالق اور مخلوق کے باہمی رشتے سے آگاہ ہو جاتے ہیں اور ہمارے

Marfat.com

دلوں میں بہتے معرفت کے فوّاروں کے ذریعے بلند ہو کر تیرے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ اور پھر اسی وسیلے سے نفس کی تاریک بھول بھلیّوں سے' احساسات کی گرداب کی طرح چکر کاٹتی جہالت اور نادانستگیوں سے نجات پا کر اپنے آپ کو محفوظ کر لیتے ہیں۔ تُجھے سمجھ کر ہم نے علم کا نچوڑ حاصل کیا اور اُن خوبصورتیوں سے آگاہ ہوئے جو تُو نے مختلف اشیاء کی روح میں پیدا کر رکھی ہیں۔ اور اگر اب ہم نے موجودات کی ہستی میں پوشیدہ تیری حکمتوں کو جان لیا ہے اور ہم فطرت میں موجود ہر صدا میں پائے جانے والے سب سے میٹھے نغموں کو موسیقی کے دلفریب ماحول میں سن سکتے ہیں تو یہ سب کچھ ہمیں تیری ہی طرف سے ملا ہے۔ ہماری روحیں قربان ہوں اُس ذات پر جو ہمیں یہ سب کچھ سُنواتی ہے!

یہ پُر شکوہ کتاب جو تُو نے ہمارے سامنے پھیلا رکھی ہے اِس میں تُو نے اپنی بے مثال خوبصورتی کے مرقعوں کی مدد سے اپنی خوبصورتی کی تشہیر کر کے ہمارے دلوں میں جوش پیدا کیا ہے۔ تُو نے ہماری زبان کی گرہیں کھول کر ہمیں یہ شرف عطا کیا ہے کہ ہم تیری اِن خوبصورتیوں کو داستانوں کی شکل دے کر اپنا حق ادا کریں۔ تیرے بے مثال جمال کی تشہیر کرنے والی کائنات کی اِس کتاب کا ہم سینکڑوں مرتبہ مطالعہ کریں' بارہا تیری ہستی کے گُن گاتے نغمے سنتے رہیں' اور اِس کتاب کو اور نغموں کو بار بار تیرے دیدار کے مشتاق لوگوں کی نظروں کے سامنے پیش کرنے کے لیے اپنے بازوؤں پر پر لگوا لیں پھر بھی ہماری اِس نورانی ماحول کی پیاس نہیں بجھے گی' پھر بھی ہم تجھے سُننے کی خاطر' تجھ پر کان دھرنے کے لیے تیری ہی طرف بھاگیں گے اور تیری راہ کے حسرت بھرے سودائیوں کی حیثیت سے ہمیشہ تیرا ہی نام گُنگناتے رہیں گے۔

اے سلطان' کہ جس نے اپنی ہستی کی پوشیدہ خوبصورتیوں سے ہمارے دلوں کو آگاہ کیا ہے! آج تک ہزارہا مرتبہ تیرا ذکر سنایا گیا' بارہا تیرے عشق کے پیاسوں کے دلوں کو آبِ کوثر کے کٹوروں کے کٹورے پیش کیے گئے' مگر وہ چمکتی دمکتی روحیں جو تیری راہ میں چل چل کر مٹی بن چکی ہیں' اُن کے جنت کی ہواؤں کی طرح چلتے نغموں کے مقابلے میں اِس تھکی ماندی آواز' اس شکستہ رباب' اور اس اناڑی ہاتھ کا ذِکر کس کام کا؟ لیکن یہ تُو ہے جس نے ہر شخص کو بات کرنے کا حق عطا کیا' ہم تیری درگزر کرنے کی وسعت کو اپنے بے شرم چہرے کا نقاب بنا کر' تیرے نقیبوں اور نمائندوں کے فصیح و بلیغ بیانات کے دوران اپنا ''ٹوٹا پھوٹا نغمہ'' سُنانے کی جرات کرتے اور تیری

Marfat.com

بخشش کی پناہ مانگتے ہیں۔

تاہم اس موضوع پر آخری لفظ اُنہیں کا ہوگا۔ ہم ایک مرتبہ پھر اعتراف کرتے ہیں کہ صورتِ حال یہی ہے۔ اُن کے آبشاروں جیسے بیانات کے دوران ہم ازسرِنو تیرا ذکر کرنے اور تیری معرفت کے بے کراں سمندروں تک پہنچنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔

آج تک ہم تیرا بیان کرنے والوں میں سے کچھ نقیبوں کی بات سن چکے ہیں' اُن کی آوازوں پر کان رکھتے ہوئے اُن کے اِشاروں کو بھی ٹوہتے رہے ہیں۔ اب ہماری خواہش یہ ہے کہ ہمارے دلوں تک کھلنے والے ہر راستے کو ایک ایک کھڑکی تصوّر کرتے ہوئے تیرے مختلف اشاروں اور اشارے کرنے والوں کے ساتھ ہر شے سے تیرے بارے میں پوچھیں' ہر جگہ پر تجھے تلاش کریں' اور ایک مختلف راہ سے تجھ تک پہنچنے کے لیے بلندیوں کی جانب بڑھتے جائیں۔ اپنے نور سے ہماری آنکھوں کو منوّر کر کے ہمارے دلوں کو درماں عطا کر! راستے میں ہی رہ جانے والوں کی مدد کے لیے بھاگ کر پہنچنے والے تیرے در کے اِن سچّے غلاموں کو ایک بار پھر یہ امکان عطا کر دے کہ وہ تیری ذات کو بیان کر سکیں اور یوں اپنے اُن غلاموں کو ابدی خوشی سے ہمکنار کر دے' جن کا یقین ہے کہ تیری راہ ہر شخص کے لیے آزاد نہیں ہے۔ تیری ذات کو عظمت اور اُن کی ذات کو نقابت ہی زیب دیتی ہے۔

* * * * *

دُعا

دُعا روح کی غذا ہے۔ یہ غذا روح کو کسی وقفے کے بغیر دی جانی چاہیے۔

* * * * *

دُعا ایک ایسا جادو ہے جو اِرادے کو پرواز سکھاتا ہے۔ اِسے جاری نہ رکھنے والے لوگ دعا کے اِس زبردست بھید کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

* * * * *

Marfat.com

سب سے خطرناک وائرس روح پر حملہ آور [illegible] سمجھ لیا جائے۔ جو روح اِس وائرس کے پنجے میں پھنس جائے اُسے خاص طور پر خصوصی علاج کی ضرورت ہوتی ہے۔

* * * * *

تشدد کے خلاف کی جانے والی سب سے عمدہ دعا وہ ہے جو آرام اور سکون کی حالت میں کی جاتی ہے۔

* * * * *

اَے میرے اللہ! ثناء اور دعا میں میرے اعتماد کو بڑھا دے۔ میرے ضمیر کو بتا دے کہ اسباب پر توجہ دینا اپنے فرض کے احساس کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اَے میرے اللہ! نہ میں اِس حال میں ہوں کہ تیرا عذاب برداشت کر سکوں، اور نہ میری اتنی مجال ہے کہ میں تیری رحمت سے محروم رہوں۔

* * * * *

اَے میرے اللہ! اگر میں تجھ سے بے وفائی کرتے ہوئے تجھ سے دور رہوں تو بھی میری حالت چلّا چلّا کر کہتی ہے کہ میں تیرے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میری بے وفائی کے اعتبار سے نہیں بلکہ اِس اعتبار سے کہ مجھے تیری ضرورت ہے جس کی خاطر میں تیری عنایت کا طلبگار رہوں۔۔۔

* * * * *

Marfat.com

المیزان
یا
چراغ راہ

مؤلف: محمد فتح اللہ گولن

Marfat.com